ا

امام مہدیؑ کی آفاقی حکومت

تألیف

آیت اللہ سید مرتضی مجتہدی سیستانی

ترجمہ

عرفان حیدر

امام مہدیؑ کی آفاقی حکومت

مؤلف:.....آیت اللہ سید مرتضیٰ مجتہدی سیستانی

ترجمہ:.....عرفان حیدر

نظر ثانی:.....، زین العابدین علوی، سلمان نامدار

کمپوزنگ:..... ذیشان مہدی، شاذان حیدر

ڈیزائن:..... سجاد علی سروری

طبع:..... اوّل

تاریخ طبع:.....۲۰۱۰ء

تعداد:.....۲۰۰۰

قیمت:.....۲۰۰

ناشر.....الماس

ملنے کا پتہ:

جامہ امام صادق بک سینٹر علمدار روڈ کوئٹہ بلوچستان فون نمبر:۳۵۷۴۲۶۲ ۰۸۱

مؤلف کی ویب سائٹ: www.almonji.com

info@almonji.com

ای میل: irfanhaider014@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب :

عطیۂ الٰہی، سیدۂ کائنات، دل پیغمبرؐ کا قرار ام ابیھا کا مصداق

مظلومۂ تاریخ راضیۂ مرضیہ، صدیقۂ طاہرہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف مترجم

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ذمہ دار ہدایت، پاک پروردگار عالم نے، ابتدائے خلقت سے عالم بشریت کے لئے ہادی و رہنما کا انتظام کیا ہے۔ اگر اس خدائے ازلی وابدی نے قرآن مجید میں ان لفظوں کے ذریعہ اعلان کیا:

''إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَى ، وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَى''[1]

تو اس کو بطور احسن اس طرح سے انجام دیا کہ ہادی و راہنما کا انتظام پہلے کیا، ہدایت پانے والوں کو بعد میں خلق کیا یا دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے ہدایت کرنے والوں کو پہلے خلق کیا اور ہدایت پانے والوں کو بعد میں۔ اس لئے جناب آدم علیہ السلام پہلے ہادی و رہنما بھی ہیں اور پہلے انسان بھی۔ لیکن یہ سلسلہ یہیں پر ہی ختم نہیں ہوا بلکہ خدائے بے نیاز نے اس سلسلہ کی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی کڑیوں کو سلسلۂ نبوت و ہدایت کے دھاگے میں اس طرح پرویا کہ کائنات کے چپے چپے پر ہدایت کا عکس ابھرنے لگا۔ انبیاء کا سلسلہ ابھی ٹوٹنے بھی نہ پایا تھا کہ ہدایت کی ذمہ داری امامت کے مضبوط و مستحکم کندھوں پر آ گئی کیونکہ امامت تکمیل نبوت کا نام ہے۔

آخری نبی کا دور نبوت ابھی ختم بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ آپ نے ہدایت کے لئے امامت کی وہ سلسبیل

۱۔ سورہ لیل، آیت ۱۲،۱۱

جاری کردی کہ رہتی دنیا تک تشنہ روح انسانیت سیراب ہوتی رہے گی کہ آج بھی زمین حجت خدا سے خالی نہیں ہے۔

کیونکہ رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا:

"ابشروا با المهدی ،ابشر وا باالمهدی،ابشروا باالمهدی یخرج علی حین اختلاف من الناس و زلزال شدید،یملأ الارض قسطا و عدلا، کما ملئت ظلما وجوراً،یملأ قلوب عباده عبادة و یسعهم عدله"[1]

تمہیں مہدی علیہ السلام کے بارے میں بشارت دیتا ہوں ،مہدی علیہ السلام کے بارے میں بشارت دیتا ہوں ،مہدی علیہ السلام کے بارے میں بشارت دیتا ہوں، جب لوگوں میں شدید اختلافات ہوں گے تو اس وقت امام زمانہ (عج) ظہور کریں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح پر کریں گے جس طرح سے وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔وہ خدا کے بندوں کے قلوب کو حالت عبادت وبندگی سے سرشار کریں گے اور سب پر ان کی عدالت کا سایہ ہوگا۔

آج پوری کائنات اور کائنات کے ذرّہ ذرّہ کو اس ہادی برحق کا انتظار ہے کہ جب انسانیت سسک رہی ہے ،ظلم وجور کا بول بالا ہے،مظلومیت دم توڑ رہی ہے،شریعت آہ وفریاد کر رہی ہے، بشریت گمراہی کے دلدل میں پور پور دھنستی جا رہی ہے۔ہوا وہوس کی حکمرانی ہے،مظلوم کے مکان میں ظالم مکین ہے،مسجد ومنبر اپنے وارث حقیقی کو آواز دے رہے ہیں، بیت المقدس کو اپنے حقیقی حق دار کا انتظار ہے،بقیع حیران ہے تو کعبہ فریاد کناں.....

وہ آئے گا، وہ ضرور آئے گا اور پوری کائنات کو اس صبح نو کا انتظار ہے، جب آفتاب ہدایت طلوع ہو کر پورے عالم انسانیت کو اپنے حصار میں لے لے گا۔مگر یہ انتظار کب ختم ہوگا؟!

کیونکہ "**الانتظار اشدّ من الموت**"مگر یہی انتظار مؤمنوں کے لئے حیات نو ہے۔

۱۔ الغیبۃ نعمانی:۱۱۱

یہی ہادی وراہنما انہیں گمراہی وتاریکی سے نکال کر ساحل نجات سے ہمکنار کرے گا۔ ہر شخص اور کائنات کی ہر چیز اپنے اپنے اعتبار سے اس ہادی برحق کا انتظار کر رہی ہے، جو ظالم سے مظلوم کا حق طلب کرے گا، امن وامان، صلح وآشتی کا قیام ہوگا، عدل وانصاف کا بول بالا ہوگا، تمام فرقے تمام مذاہب اور سب رنجشیں ختم ہو جائیں گی اور صرف ایک دین ہوگا، دین مرتضیٰ۔

کیونکہ قرآن مجید میں خداوند کریم کا ارشاد ہے:

" وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ"[۱]

وہی سلسلہ ہدایت جو آدمؑ سے شروع ہو کر قائمؑ پر ختم ہو جاتا ہے، جو اس سلسلہ کی آخری کڑی ہے جن کے ظہور کے بعد ان کے پرنور دور حکومت کی خصوصیات کو اس کتاب میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آٹھ ابواب پر مشتمل یہ کتاب اسی ہادی برحق کی بے مثال حکومت کی عکاسی کرتی ہے۔

حقیر نے اپنی بھرپور کوشش کو بروئے کار لاتے ہوئے کتاب کے اعلیٰ اہداف اور مصنف کے مقاصد کی ترجمانی کی ہے۔ لیکن یہ معرکہ مجھ ناچیز سے تنہا سر ہونے والا نہیں تھا۔ لہذا میں شکر گزار ہوں ان تمام دوست واحباب کا جنہوں نے اس کار خیر میں میری مدد فرمائی خصوصاً اس عظیم ماں کا جس نے ولایۃ اہلبیت علیہم السلام اپنے دودھ میں پلایا، اس محترم باپ کا جس کا محبّ اہلبیت علیہم السلام سے سرشار لہو میری رگ رگ میں دوڑتا ہے، اپنے اساتید جناب محمد جمعہ اسدی اور اکبر حسین زاہدی صاحب کا کہ جن کی زحمتوں کے نتیجے میں ناچیز اس مقام تک پہنچا اور اپنے بھائیوں عمران حیدر شاہد اور علی اسدی کا کہ جن کی شفقت اور تشویق نے مجھ میں حوصلہ پیدا کیا کہ میں اس عظیم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکوں۔

۱۔ سورہ نور: آیت ۵۵

میں مرکز تبلیغات وتعلیمات علوم اسلامی بلوچستان کے تمام اراکین بالخصوص مرکز ہذا کے مدیر جناب مشتاق حسین عمرانی ،ادیب علی آدابی ،امجد حسین محسنی ،ذیشان مہدی ،علی شاہ نقوی ،عبدالحفیظ ،علی اصغر عرفانی اور مختار حسین رحیمی صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کو زیور طبع سے آراستہ کرنے کے سلسلہ میں تعاون فرمایا۔خدا ان کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔

میں تہہ دل سے ممنون ومشکور ہوں جناب زین العابدین علوی جونپوری اور سید تاجدار حسین زیدی میرا پوری صاحب کا کہ جنہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر کتاب پر نظر ثانی فرمائی۔

آخر میں خداوند متعال سے دعا گو ہوں کہ پروردگارا! ہماری اس ناچیز کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرما اور اپنی آخری حجت ،امامت کی آخری شمع امام زمانہ حجت بن الحسن علیہ السلام کے ظہور میں تعجیل فرما اور ہمیں ان کے انصار میں قرار دے۔

عرفان حیدر

۱۷ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

قم المقدس (ایران)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش گفتار

انسان کے تکامل میں مثبت افکار اہم کردار ادا کرتے ہیں۔انسان اچھے افکار کے ذریعہ ٹھہراؤ کو تو ڑکر اعلیٰ اہداف کی طرف قدم بڑھا کر انہیں حاصل کرسکتا ہے۔جس طرح برے اور منفی افکار انسان کی بربادی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔جس طرح بہت سے افراد کی خطرناک اور منفی سوچ نے دوسروں کو تباہ وبرباد کردیا۔یہ ایک ایسا قانون ہے کہ جو ہماری دنیا میں حاکم ہے کہ اگر مثبت، نیک اور اچھے افکار ہوں تو وہ انسان کو ترقی اور بلندی کی طرف لے جاتے ہیں۔لیکن اگر انہیں گناہ اور فاسد خیالات سے آلودہ کردیا جائے تو پھر انسان اپنی تباہی کا سامان خود ہی فراہم کردیتا ہے۔

جس طرح خشک زمین کو سیراب کرنے اور اس پر محنت کرنے سے وہ باغ میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اگر اسے چھوڑ دیا جائے اور اس کا خیال نہ کیا جائے تو وہ خاردار جنگل میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ اسی طرح انسان اپنے ضمیر کو بھی اچھے اور اہم افکار سے سرشار کر کے اس سے ثمر بھی لے سکتا ہے اور اس کو منفی، برے اور گندے افکار سے آلودہ کر کے تباہ وبرباد بھی ہوسکتا ہے۔

پس ہم نفسانی خواہشات اور شیطانی افکار کو کنٹرول کرنے سے نہ صرف شخصی اور چھوٹے افکار سے نجات پا سکتے ہیں۔بلکہ اپنے نفس کو بزرگ ،مفید اور عالمی افکار کے حصول کے لئے تیار کر سکتے ہیں۔

بہترین فکر ''انتظار'' میں پوشیدہ ہے

جی ہاں! اب سب دانشور تسلیم کرتے ہیں کہ انسان کی زندگی میں غور وفکر بہت اہم کردار کے حامل ہیں۔ منفی سوچ انسان کو معاشرے کا منفی فرد بنا دیتی ہے اور مثبت سوچ شخصیت ساز ثابت ہوتی ہے، جو انسانی معاشرے کے لئے فائدہ مند ہوتی ہے۔ چھوٹی سوچ انسان کو زمان و مکان کے لحاظ سے محدود کر دیتی ہے لیکن بلند سوچ سے انسان کی شخصیت پروان چڑھتی ہے۔

انسان اور دنیا کے تکامل لحاظ سے کیسی فکر تمام انسانوں کی نجات کے لئے مکمل اور مثبت ہے؟ ظہور کے زمانے کے بارے میں سوچنے سے زیادہ کون سی سوچ، انسان اور دنیا کے تکامل کے بارے میں سوچنے سے بہتر ہوسکتی ہے؟

دنیا میں زندگی بسر کرنے والے اربوں انسانوں میں سے اکثر اپنے شخصی مقاصد اور اپنی زندگی سے وابستہ افراد کے بارے میں ہی سوچتے ہیں (اگر چہ ان کے اہداف نیک ہیں) ایسے افراد کی سوچ بھی بہت چھوٹی ہے۔ کیونکہ ہر انسان دنیا کے تمام افراد اور کائنات کی تمام مخلوقات کے مقابلہ میں بہت چھوٹا ہے۔

اگر انسان فقط اپنی ترقی اور اپنے خاندان کی فلاح اور ترقی کے بارے میں ہی سوچے تو کیا یہ افکار بہت چھوٹے شمار نہیں ہوں گے؟

کیا یہ صحیح ہے کہ جو انسان خاندان وحی علیہم السلام کے حیات بخش فرمودات سے راہنمائی لے کر کائنات کی مخلوقات کی نجات، پوری دنیا کے لوگوں کی فلاح و بہبود، تکامل اور ترقی کے بارے میں سوچ سکتا ہو، لیکن اس کے باوجود بھی اس کی سوچ فقط اس کی اپنی انفرادی زندگی اور اپنے خاندان والوں تک محدود ہو؟

کیا کسی ایک فرد یا ایک سرزمین کے لوگوں کے بارے میں سوچنا بہتر ہے یا دنیا کے تمام انسانوں کی فلاح و بہبود کے سوچنا؟

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

" أبلغ ما تستدرّ به الرّحمة أن تضمر لجميع الناس الرحمة "[1]

جو چیزیں رحمت (الٰہی) پہنچانے کا وسیلہ بنتی ہیں ان میں سے بہترین یہ ہے کہ تمام لوگوں کے لئے رحمت کے بارے میں سوچیں۔

اس بناء پر پوری انسانیت و بشریت کو مشکلات و مصائب سے نجات دلانے کے بارے میں سوچیں نہ کہ کسی ایک فرد، ایک گروہ، ایک قوم یا ایک ملک کی فلاح کے بارے میں سوچیں۔ بلکہ دنیا کے تمام لوگوں کی فلاح کے بارے میں سوچیں۔

کائنات کی نجات صرف حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور اور ان کی آفاقی حکومت کے وسیلہ سے ہی ممکن ہے۔

ظہور کے بارے میں سوچنا

اس دن کے بارے میں سوچنا کتنا پر مسرت اور خوشی کا باعث ہے کہ جب دنیا اور دنیا والوں پر خاندان وحی علیہم السلام کی حکومت ہوگی۔

جب کائنات میں فقر و تنگدستی، فساد، لڑائی جھگڑے اور نفرتوں کا نام و نشان نہیں ہوگا اور پوری کائنات میں عدالت و انسانیت کا پرچم لہرائے گا۔

جب تمام دنیا والوں کے چہروں پر خوشی کے آثار نمایاں ہوں گے۔ کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہوگا کہ جو اس وقت کی حکومت سے راضی نہ ہو۔

اس زمانے میں انسانیت و بشریت کا ہر گروہ ہر قبیلہ اور ہر قوم و ملت امام مہدی علیہ السلام کی عادلانہ حکومت سے خوش ہوگی۔ حضرت حجت (عج) کی عالمی حکومت کے دوران میسر آنے والی خوشیوں کے

---

[1] شرح غرر الحکم: ۴۷۶/۲

بارے میں سوچنے ہی سے انسان کو راحت اور سکون محسوس ہوتا ہے۔اس دن کی خصوصیات سے آگاہ ہوجانے کے بعد انسان اس دن کے آنے کا شدت سے انتظار کرتا ہے اور اس دن کی آمد کے لئے ہر لحظہ شمار کرتا ہے اور اس دن کے جلد آنے کے لئے خدا کے حضور عاجزی وانکساری سے دعا دعا کرتا ہے۔

کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ صرف امام مہدی علیہ السلام کی الٰہی حکومت کے تشکیل پانے اور حکومت فاطمی کے آنے ہی سے گھروں میں کوئی غم نہیں ہوگا، کسی یتیم بچے کی پرورش سے پریشان ہوکر اس کی ماں آنسو نہیں بہائے گی، اس زمانے میں پانی کی طرح انسان کا خون نہیں بہایا جائے گا، معصوم بچوں کو ان کے ماں باپ کی آنکھوں کے سامنے قتل نہیں کیا جائے گا.....

لیکن اس موجودہ زمانے میں انسان نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی بربادی اور بدبختی کا سامان مہیا کیا ہوا ہے۔ہر کوئی ان مسائل سے پریشان ہے۔

اس حال میں کون سکون کی سانس لے سکتا ہے؟ اس زمانے میں کون آرام اور راحت سے زندگی گزار سکتا ہے؟

کون ہے کہ جو اشکوں کے کارواں، غموں کے پہاڑوں اور حسرت کے صحراؤں میں شریک نہ ہو؟

جی ہاں! طاغوتی حکومتوں کے فرسودہ اور منحوس قوانین ومقررات لوگوں پر حاکم ہیں اور کہیں بھی عدل وانصاف کی کوئی خبر نہیں۔ہر طرف نفرت اور قتل وغارت کا بازار گرم ہے۔کوئی ان کی اصلاح کرنے والا نہیں۔لیکن ہر سیاہ رات کے بعد روشن دن ضرور آتا ہے۔آخر کار ایک ایسے دن کا سورج بھی طلوع کرے گا کہ جب تاریخ کے سب سے قدیمی معبد سے دنیا والوں کے کانوں سے ایک دلنواز آواز ٹکرائے گی اور دنیا والوں کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ جائے گی۔اس دن دنیا کے لوگوں کو آپس میں لڑانے والوں، ایک دوسرے کا خون بہانے والوں اور فساد برپا کرنے والوں کا نام ونشان مٹ جائے گا۔

اگر چہ اب تک پریشانیوں سے انسانیت وبشریت کو نجات دلانے کے لئے بہت سے لوگوں نے بہت سرمایہ خرچ کیا ہے اور بعض تنظیموں نے انسانی حقوق کے دفاع کے لئے آوازیں اٹھائیں

اور بہت سے افراد نے کمزور لوگوں اور انسانی حقوق کے لئے قیام بھی کیا۔تاریخ میں اب تک ظلم کو ختم کرنے کے لئے کروڑوں لوگوں نے خون کا نظرانہ پیش کیا ہے۔لیکن نہ ہی تو لوگوں کی زندگی پر کوئی اثر پڑا اور نہ ہی کمزور افراد ظالموں کے ظلم سے نجات پا سکے ہیں۔

افسوس کہ ماضی کی طرح اب بھی دنیا میں قتل وغارت کا بازار گرم ہے۔یہ تب تک جاری رہے گا کہ جب تک دنیا میں انسانوں کی زندگی کے لئے کوئی صحیح قانون وضع نہ ہوجائے۔اب تک دنیا پر ایسے افراد ہی حکومت کرتے چلے آئیں ہیں کہ جنہیں اپنے وجود اور خلقت کائنات کے اسرار ورموز کا تھوڑا سا بھی علم نہیں۔جو انسان کی بنیادی ضروریات کو بھی صحیح طرح سے نہیں جانتے۔وہ کیا انسان کی فلاح کے لئے کوئی کام کریں گے۔انہیں تو صرف اپنی ظالم حکومت کو قائم رکھنے کی فکر ہے۔

مکتب نبوت علیہم السلام کی نظر میں دنیا والوں کی نجات کا سامان وہی فراہم کر سکتے ہیں کہ جو اولیا خدا ہوں اور قدرت ولایت کے مالک ہوں۔جب دنیا کی لگام ان کے ہاتھوں میں ہو اور وہ علم لدنی سے دنیا والوں کی ہدایت فرمائیں تو تب ہی انسان سکھ کا سانس لے پائے گا۔

امام صادق علیہ السلام (ایک زیارت عاشورہ میں) نے عبداللہ بن سنان سے فرمایا: کہو!

" اللّهم انی سنّتک ضائعة،و احکامک معطّلة،و عترة نبیک فی الارض هائمة،اللّهم فأعن الحق و أهله،و اقمع الباطل و اهله و مُنّ علینابالنجاة واهدنا الی الایمان ،و عجل فرجنا،و انظمه بفرج اولیائک واجعلهم لنا وُدّا و اجعلناوَ فداً "[1]

اے پروردگار! تیری سنت ضائع ہوگئی اور تیرے احکام جاری نہیں ہوتے اور پیغمبرؐ کی عترت زمین پر سرگرداں ہے۔خداوندا! حق اور اہل حق کی مدد فرما،باطل اور اہل باطل کا قلع وقمع فرما اور نجات کے ذریعہ ہم پر رحم فرما اور ایمان کی طرف ہماری ہدایت فرما اور ہمارے فرج کے ظہور میں تعجیل فرما اور اپنے اولیاء کے ظہور کے ذریعہ سے ہمیں نجات عطا فرما اور ہمیں ان کے ساتھ سرخرو فرما۔

---

[1] صحیفہ مہدیہ (مترجم):۲۷۶

اس بناء پر انسان کی نجات کا سامان اولیاء خدا کے ظہور ہی سے فراہم ہوسکتا ہے۔ پس ظہور اور خاندان نبوتؐ کی حکومت کے بعد ہی ہم ان مشکلات ومصائب سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

لیکن موجودہ دور کے کیمیا دان سائنس میں جس قدر ترقی کر لیں، پھر بھی وہ ان مشکلات کا حل تلاش نہیں کر سکتے بلکہ ان کے نت نئے تجربات سے انسان کی پریشانیوں میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ پس اس زیارت کی رو سے ہمیں خدا سے دعا کرنی چاہیئے کہ خدا اپنی آخری حجت امام زمانہ (عج) کے ظہور میں تعجیل فرما اور ان کے ظہور کے ذریعہ سے ہمیں نجات عطا فرما اور ہمیں ان کے انصار میں سے قرار دے۔

امام مہدی علیہ السلام کے مقام سے آشنائی

معرفت میں اضافے کی ایک اہم راہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے رفیع مقام کو پہچاننا ہے۔ اگر ہم یہ جان لیں امام زمانہ (عج) محور عالم ہیں اور خلیفۃ اللہ کے مقام کی بناء پر وہ نہ صرف دنیا میں خدا کے جانشین ہیں بلکہ وہ تمام کائنات، کہکشاؤں، ستاروں، سیاروں حتی ملائکہ اور حاملین عرش پر بھی حاکم ہیں۔ یوں ان کے بلند مقام کے بارے میں ہم اپنی معرفت میں اضافہ کر سکتے ہیں اور اس سے ان کے لئے ہماری محبت ومودت میں بھی اضافہ ہوگا۔ پھر ہمیں معلوم ہوگا کہ ہم اب تک امام عصر (عج) کے مقام سے نا آشنا اور وجود امام زمانہ (عج) سے غافل تھے۔

آئمہ اطہار علیہم السلام نے اپنے فرمودات میں لوگوں کو حضرت صاحب الامر (عج) کے مقام سے آگاہ فرمایا ہے۔ ان ارشادات کو آپ مفصل کتابوں اور صحیفہ مہدیہ میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یکون هذا الأمر فی اصغرنا سناً، واجعلنا ذکراً، ویورثه اللّٰه علماً. ولا یکله الی نفسه"[1]

۱۔ عقد الدرر: ۶۹، ۱۸۸، ۲۱۲

ہم میں سے یہ امر (دنیا کی اصلاح) اس کے توسط سے انجام پائے گا کہ جو ہم آئمہ میں سے سن کے لحاظ سے سب کم سن ہے اور اس کا ذکر ہم سب میں سے بہتر ہے۔ خداوند اسے ارث میں علم عطا فرمائے گا.....۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام میں سے ہر ایک کا ذکر کرنا بہتر اور اچھا ہے۔ لیکن کیوں آخری امام حضرت مہدی علیہ السلام کا ذکر کرنا سب سے بہتر ہے؟

کیونکہ رسول اکرمؐ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی تمام جانفشانی اور کوششوں کو امام زمانہ (عج) نتیجہ تک پہنچائیں گے۔ رسول اکرمؐ کی رسالت اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی امامت کا نتیجہ آنحضرتؐ کے توسط سے ظاہر ہوگا۔ پس امام زمانہ (عج) اور ان کے ظہور کو یاد کرنا، رسول اکرمؐ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کو یاد کرنا ہی ہے۔

ظہور کے درخشاں زمانے سے آشنائی

جس طرح اب تک ہم امام زمانہ (عج) کی یاد سے غافل تھے، اسی طرح ہم ظہور کے بابرکت اور درخشاں زمانے کی عظمتوں اور برکتوں سے بھی غافل ہیں۔ حالانکہ ظہور کے منور زمانے اور اس کی خصوصیات کی پہچان سے ایمان و اعتقاد میں اضافہ ہوتا ہے۔

اس نکتہ کو مدنظر رکھیں کہ ظہور کا زمانہ اس قدر باعظمت، بابرکت اور درخشاں ہے کہ جس طرح اسے بیان کرنے کا حق ہے، ہم اسے بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا، وہ ظہور کے پرنور زمانے کے فضائل کی نامکمل ''الف با'' ہے۔

غیبت کے زمانے کی تاریکی میں آنکھ کھولنے والے اور اس زمانے کی لطافت، حلاوت سے ناواقف کس طرح اس زمانے کی خصوصیات کو کما حقہ بیان کر سکتے ہیں؟

جی ہاں! جب تک ہم خود اس درخشاں زمانے کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں، تب تک ہم اس

زمانے کی خصوصیات کی مکمل طور پر توصیف بیان نہیں کر سکتے۔لیکن اس کے باوجود خاندان نبوت علیہم السلام کے فرمودات سے استفادہ کر کے، ہم اس دن کی یاد سے اپنے دل کو جلا بخش سکتے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے کہا کہ زمانہ ظہور کی معرفت وشناخت ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔کیونکہ غیبت کے زندان میں زندگی بسر کرنے والا کہ جس نے ظہور کے زمانے کی حلاوت کو نہ چکھا ہو، وہ کس طرح بند آنکھوں سے زمانہ ظہور کی نورانیت کو دیکھ سکتا ہے؟

یہ واضح ہے کہ جب تک غیبت کے زندان سے رہائی نہ پالیں اور زمانہ ظہور کو درک نہ کرلیں، تب تک اس بابرکت دن کی عظمت سے آگاہ نہیں ہوا جا سکتا۔یقیناً جب تک اس پرنور اور باعظمت زمانے کو نہ دیکھ لیں، تب تک اس کی خصوصیات اور جذابیت کو مکمل طور پر نہیں جان سکتے۔

اگر اس کتاب میں موجود مطالب آپ کے لئے نئے ہوں تو اس بابرکت زمانے کا انکار نہ کریں کہ ایسا زمانہ کبھی نہیں آئے گا۔اگر کتاب میں بیان کئے گئے مطالب آپ کے لئے حیران کن ہوں تو جان لیں کہ یہ مطالب اس زمانے کی خصوصیات کی چھوٹی سی جھلک ہیں۔کیونکہ اس زمانے کی تمام خصوصیات وبرکات کو مکمل طور پر بیان کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔اس زمانے کی برکات ہمارے تصور سے کہیں زیادہ ہیں۔

گفتم همه ملكِ حسن سرمایهٔ تست

خور شید فلك چوذرّه درسایهٔ تست

گفتا غلطی زمان شان نتوان یافت

از ما تو هرآنچه دیده ای پایهٔ تست

اس مطلب کو ثابت کرنے کے لئے کتاب بحارالانوار سے اپنی بات کو امام محمد باقر علیہ السلام سے زینت بخشتے ہیں:

" قلت لابی جعفرؑ: انّما نصف (صاحب) هذا الأمر بالصفة الّتی لیس بها احد من الناس.

فقال : لا واللّه لا یکون ذلک ابداً حتی یکون هو الّذی یحتجّ علیکم بذلک و یدعوکم الیه.

بیـان: قوله" بالصفة الّتی لیس بها أحد " أی نصف دولة القائم و خروجه علی وجه لایشبه شیئاً من الدول، فقالؑ : لا یمکنکم معرفته کما هی حتی تروه...".[1]

امام باقر علیہ السلام سے عرض کیا: ہم (صاحب) حکومت الٰہی کی ایسے توصیف کرتے ہیں کہ لوگوں میں سے کوئی ایک بھی وہ صفت نہیں رکھتا۔

آنحضرتؑ نے فرمایا: نہیں خدا کی قسم، جیسا تم کہہ رہے ہو ایسا بالکل نہیں ہے، حتی کہ وہ خود اس سے حجت قائم کریں اور تمہیں اس کی طرف بلائیں۔

مرحوم علامہ حلیؒ اس روایت کی توضیح میں فرماتے ہیں:

ہم امام مہدی علیہ السلام کی حکومت کی ایسے توصیف کرتے ہیں کہ کوئی حکومت بھی ان کی حکومت کی طرح نہیں ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جیسے اس دن کو پہچاننا چاہیئے، تمہارے لئے اسے ویسے پہچاننا ممکن نہیں ہے۔ مگر یہ کہ اس دن کو خود دیکھ لو۔

جی ہاں! دنیا کا مستقبل اس قدر نورانی اور درخشاں ہے کہ ابھی ہم اسے دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ لیکن اس کے باوجود ہم سب کو اپنے تمام وجود کے ساتھ اس دن کے آنے کی فکر کرنی چاہیئے اور اس مبارک دن کی آمد کا دل سے انتظار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ انتظار کی حالت نہ صرف سب سے بہترین حالت ہے بلکہ بہترین جہاد، کوشش اور بافضیلت ترین عمل اور افضل ترین عبادت بھی ہے۔

رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے:

"افضل جهاد امّتی انتظار الفرج"[2]

۱۔ بحار الانوار: ۵۲/۳۶۶ ح ۱۴۹

۲۔ بحار الانوار: ۷۷/۱۴۳

میری امت کا بہترین جہاد انتظار فرج ہے۔

امام جواد علیہ السلام فرماتے ہیں:

"افضل اعمال شیعتنا انتظارُ الفرج"[1]

ہمارے شیعوں کا افضل ترین عمل انتظار فرج ہے۔

خاندان نبوت علیہم السلام کی نگاہ میں وہ بابرکت دن اس قدر اہمیت کا حامل ہے۔

اس کتاب کی تألیف کا مقصد

اس کتاب کو لکھنے میں میرا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ مکتب اہلبیت علیہم السلام کے پیروکار دنیا کے اس اہم ترین مسئلہ سے آگاہ ہو جائیں۔ بلکہ اس کا مقصد اس پر نور، مبارک، باعظمت اور بابرکت دن کے آنے اور اس دن خاندان رسالت کی آفاقی و کریمانہ حکومت کے نافذ ہونے کے لئے کوشش کرنا ہے۔

اس بناء پر اب جب کہ ہم نے اس کتاب کا مطالعہ شروع کیا ہے، اب ہمیں مصمم ارادہ کرنا چاہیئے کہ ہم اس کتاب میں موجود اہم نکات کے بارے میں غور و فکر کریں گے اور دوسروں کو ان نکات سے آگاہ کرنے کے لئے کوشش کریں۔ کیونکہ علم اگر عمل اور فعالیت کے ہمراہ نہ ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ لہذا اس کتاب کا مقصد صرف کتاب میں موجود مطالب کو پڑھنا ہی نہیں ہے، بلکہ دنیا کے اس اہم ترین حیاتی مسئلہ کی طرف سعی و کوشش کرنا بھی ہے۔

لازم تذکرہ

ظہور کے زمانے کے بارے میں بحث اس قدر خوشی، مسرت، راحت اور سکون کا باعث ہے کہ قلم حرکت سے رکتا ہی نہیں۔ اسی وجہ سے مصنف نے ظہور کے درخشاں زمانے کے بارے میں

---

[1] بحار الانوار: ۱۵۲/۵۱

خاندان وحی علیہم السلام کے فرمودات کی روشنی میں قلم فرسائی کرتے ہوئے زمانہ ظہور کی بحث کو چند عنوان میں تقسیم کیا۔

۱۔دنیا کے مستقبل کے بارے میں حضرت امام علی علیہ السلام کے ارشادات۔

اگر چہ حضرت امیر المؤمنین امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ارشادات وفرمودات اتنے زیادہ ہیں کہ جن کے بیان کے لئے کئی مستقل کتابوں کی ضرورت ہے۔

۲۔امام مہدی علیہ السلام کی آفاقی حکومت کے آغاز میں دنیا کے متعلق خاندان وحی علیہم السلام کے فرمودات، دنیا کے تسخیر ہونے کی کیفیت، زمانہ ظہور کے اصحاب کے بارے میں مہم نکات۔اس بارے میں بھی الگ سے تالیف کی ضرورت ہے۔

۳۔حضرت امام مہدی علیہ السلام کی کریمانہ وآفاقی اور عالمی حکومت کے بارے میں اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام کے ارشادات۔

یہ کتاب حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کی والدہ ماجدہ حضرت نرجس خاتون علیہا السلام کے حضور ہدیہ پیش کرتا ہوں تا کہ یہ کتاب ثواب کی حامل بن جائے اور حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کی عنایات ہمارے شامل حال ہوں اور اس کے ذریعہ ہمارے دلوں پہ جما زنگ دور ہو جائے۔

اس باعظمت زمانے اور طاؤس جنت امام زمانہ علیہ السلام کی حکومت کے آنے سے ریحانۂ رسول، بنت پیغمبر، مظلومہ کائنات، صدیقہ طاہرہ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کو شادمانی ملے گی اور دنیا میں عدل کا نظام قائم ہوگا۔

جی ہاں! اس وقت زمین وزمان کے ولی، صاحب امر حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) اپنی ولایت کو ظاہر کریں گے، جس سے دنیا والوں کو علم ہو جائے گا کہ زمین، ساتوں آسمان بلکہ فرش سے عرش تک ہر چیز پر خاندان عصمت وطہارت علیہم السلام کی قدرت ہے۔اگر کسی زمانے میں انہوں نے خلافت چھوڑ دی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس کی قدرت نہیں رکھتے تھے، بلکہ وہ یہ بتانے کے لئے تھا کہ

فرعون وہامان میں ولایت کی قدرت نہیں ہے اور جبت وطاغوت خدائی قدرت نہیں رکھتے اور اگر چہ قارون خزانوں کا مالک ہے، لیکن آخر میں یہ خزانے اس سے جدا ہو گئے ، اگر چہ شدّاد نے زمین پر جنت بنالی، لیکن اس میں قدم تک نہ رکھ سکا۔

امام زمانہ علیہ السلام کی آفاقی حکومت، صالحین کی حکومت ہے، جس میں ظالموں اور جابروں کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

سید مرتضٰی مجتہدی سیستانی

پہلا باب:

عدالت

پہلا باب:

عدالت

عدالت پیغمبروں کا ارمان

عدالت کا مسئلہ اور انسانی معاشرے میں اس کی اہمیت اتنی ضروری ہے کہ خداوند متعال نے تمام نبیوں اور آسمانی کتابوں کو امتوں کے درمیان عدل قائم کرنے اور ظلم وستم کو ختم کرنے کے لئے مبعوث کیا۔ خداوند کریم کا سورۂ حدید میں ارشاد ہے:

"لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ"[1]

بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا ہے تا کہ لوگ انصاف کے ساتھ قیام کریں۔

اس بناء پر پیغمبروں کی رسالت اور آسمانی کتابوں کے نزول کا مقصد معاشرے میں عدل قائم کرنا ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہر دور کے قابیل کی سازشوں اور عدل کی راہ میں کانٹے بچھانے والوں کی وجہ سے ابتداء سے لے کر آج تک اور حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کے قیام اور حکومت سے پہلے تک کسی بھی انسانی معاشرے میں عادل حکومت قائم نہیں ہو سکی۔ کسی بھی معاشرے میں عادلانہ نظام قائم نہ ہو سکا[2]۔

۱۔ سورہ حدید آیت ۲۵

۲۔ حضرت امیر المومنین علیؑ کے پانچ سالہ دور حکومت میں بھی دشمنوں نے حکومت کے خلاف ہر طرح کی سازشیں رچائیں اور اس دور میں بھی فدک غاصبوں کے قبضہ میں باقی رہا۔

معاشرے میں عدالت یا عادلانہ معاشرہ؟

قرآن کی آیت شریفہ میں پیغمبروں کی رسالت اور آسمانی کتابوں کے نزول کا ہدف ومقصد عادلانہ نظام اور عادلانہ معاشرہ تشکیل دینا قرار دیا گیا ہے۔اسی طرح وہ خود بھی عدل پر عمل کریں نہ کہ حکومتِ الٰہی ان کے درمیان عدل کے حکم کو جاری کرے۔

لوگوں میں عدالت کو رواج دینا اور امتوں میں عدل قائم کرنا بزرگ پیغمبران الٰہی کا وظیفہ ہے کہ جسے حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کی الٰہی حکومت عملی جامہ پہنائے گی۔ان کی عادلانہ حکومت پوری دنیا اور تمام اقوامِ عالم پر قائم ہوگی۔

خدا کے تمام پیغمبروں نے لوگوں کے درمیان عدل قائم کرنے اور عدل کی حاکمیت کے لئے جو زحمتیں، تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کیں، ان سب کا نتیجہ امام زمانہ علیہ السلام کی حکومت ہے۔اس وقت ظالموں اور ستمگروں کی فائل ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے گی اور اس مبارک دن میں کفر وگمراہی کے پرچم ہمیشہ کے لئے سرنگوں ہو جائیں گے۔اس زمانے میں دنیا کے تمام مظلوم ستمگروں اور ظالموں کے شر سے نجات پا جائیں گے۔تب انسانوں کا نظامِ زندگی بدل جائے گا اور انہیں ایک نئی حیات ملے گی۔ اس طرح خدا کے پیغمبروں اور خاندانِ نبوت علیہم السلام کا دیرینہ ارمان پورا ہو جائے گا اور صدیاں گزرنے کے بعد عدل دنیا میں عملی طور پر نافذ ہوگا۔اسی وجہ سے حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) سب امتوں کے لئے موعود ہیں۔لہذا امام زمانہ علیہ السلام کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

"السلام علی المهدی الّذی وعد اللّٰه عزّوجل به الامم"[1]

حضرت مہدی علیہ السلام پر سلام ہو کہ خداوند کریم نے تمام امتوں سے جن کے ظہور وحکومت کا وعدہ کیا ہے۔

---

[1] صحیفہ مہدیہ:۶۳۲

عصرِ ظہور اور عدالت

حضرت ولی عصر علیہ السلام کی عادلانہ حکومت میں ایسے عظیم اور مہم بدلاؤ وجود میں آئیں گے کہ ستمگروں اور بدعت گزاروں کی دنیا اجڑ جائے گی۔ بلکہ ان کے ظلم اور رائج بدعتوں کے آثار بھی ختم ہو جائیں گے۔ اس اہم نکتہ کو درک کرنے کے لئے تفکر و تعقل کی ضرورت ہے کہ اب تک ستمگروں اور بدعت گزاروں نے دنیا میں کیسے پلید اور نقصان دہ نتائج پیش کئے ہیں؟ انہوں نے کس طرح لوگوں کو اقتصادی مسائل اور فکری و معنوی فقر میں مبتلا کر رکھا ہے؟

نجات اور رہائی کے دن، دنیا اتنی خوبصورت ہوگی کہ اس وقت نہ صرف ستمگروں اور ظالموں بلکہ ان کے ظلم و ستم کے نشان بھی مٹ جائیں گے۔

ہم اس حیات بخش اور کامل زمانے کی تصویر کشی کرنے کے لئے توانا فکر کے نیازمند ہیں تا کہ عصر ظہور کی نورانیت و درخشندگی کو ذہن میں تصور کر سکیں۔

یہاں ہم نے جو انتہائی اہم نکتہ اخذ کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام زمانہ (عج) عادلانہ حکومت میں حتی کہ مظالم و بدعتوں کے آثار بھی نہیں ملیں گے یہ ایسی حقیقت ہے کہ جو ہم نے مکتب اہلبیتؑ سے سیکھی۔

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ھذہ الآیۃ "اَلَّذِینَ اِن مَکَّنَّاھُم...[۱]" نزلت فی المھدی و اصحابہ یملکھم مشارق الارض و مغاربھا، و یظھر اللّٰہ بھم الدین حتی لا یری اثر من الظلم و البدع"[۲]

یہ آیہ شریفہ "یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے زمین میں اختیار دیا" حضرت مہدی علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ خدا انہیں زمین پر مشرق و مغرب کا مالک بنائے گا، ان کے ذریعے دین کو ظاہر کرے گا۔ یہاں تک کہ ظلم اور بدعت کے آثار بھی دکھائی نہیں دیں گے۔

۱۔ سورہ حج آیت ۴۱

۲۔ احقاق الحق: ۱۳/۳۴۱

کیا اس حیات بخش زمانہ کو نہ دیکھیں؟ کیا اس زمانہ کو درک کر سکتے ہیں؟

عدالت کی وسعت

آپ کو معلوم ہے کہ عصرِ ظہور، عدل وعدالت سے سرشار زمانہ ہے۔ جیسا کہ ہم نے خاندانِ عصمت وطہارتؑ کے فرامین سے نقل کیا کہ اس زمانے میں ظلم وستم کے آثار باقی نہیں رہیں گے۔

اس وقت ستمگروں کی طرف سے لوگوں پر لادے گئے ہر قسم کے مسائل اور فقر و نیاز نہ صرف برطرف ہو جائیں گے بلکہ ان کا جبران بھی ہوگا۔

پوری دنیا میں عدل کا بول بالا ہوگا عدل کا پرچم بلند اور ظلم کا پرچم سرنگوں ہوگا۔ تمام مظلومان عالم ظالموں کے شر سے نجات پائیں گے۔ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کی عدالتہ حکومت پوری دنیا کے لوگوں کے سروں پر رحمت وعدالت کا سایہ کرے گی۔

اس وقت صرف حکومتی اداروں میں ہی نہیں بلکہ بازاروں، شاہراؤں، تجارتی مراکز بلکہ گھروں کے اندر بھی عدل وعدالت قائم ہوگی اور ظلم وستم کا نام و نشان مٹ جائے گا۔

عدالت ایک قوی انرجی کی طرح ہر جگہ حتی ہر گھر میں سرایت کر جائے گی۔ جس طرح سردی اور گرمی ہر جگہ کو اپنے احصار میں لے لیتی ہے۔ اسی طرح آنحضرتؑ کی عدالت بھی ایک عظیم طاقت کی طرح ہر جگہ پھیل جائے گی۔ اس بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اما واللّٰہ لیدخلن علیھم عدلہ جوف بیوتھم کما یدخل الحرّ و القرّ "[1]

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی عدالت حتمی اور قطعی طور پر گھروں میں داخل ہو جائے گی جس طرح گرمی وسردی داخل ہوتی ہیں۔

اب ممکن ہے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ عدالت، پوری دنیا کو اپنی

۱۔ الغیبۃ مرحوم نعمانی ۲۹۷

آغوش میں لے لے کہ جس طرح انرجی وحرارت ہر جگہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے؟ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پوری دنیا میں عدالت قائم ہوجائے کہ پھر ظالموں کا زور اور ظلم وستم صفحۂ ہستی سے مٹ جائے؟ اگر اس زمانے کے لوگ بھی ہمارے زمانے والوں کی طرح ہوں تو کیا ہر جگہ عدالت کا حاکم ہونا ممکن ہے؟ کیا ممکن ہے کہ ظالموں اور ستمگروں کا زور اور دہشت دوسروں کو اپنی زنجیروں میں نہ جکڑے؟

اس کے جواب میں یوں کہیں کہ جب تک بشریت اپنی اوّلی اور سالم فطرت کی طرف نہ لوٹے اور اس کی عقل وفکر تکامل کی حدوں تک نہ پہنچے، تب تک یہ ممکن نہیں کہ انسان ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں اور دنیا میں ظلم وستم کی جگہ عدل وانصاف قائم ہونے دیں۔

اسی وجہ سے حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) حکومتِ عدلِ الٰہی کو استقرار دینے کے لئے تمام انسانوں کے وجود میں اساسی تحول ایجاد کریں گے جس سے بشریت تکامل کی طرف گامزن ہوکر عدل وانصاف کا رخ کرے گی اور ظالموں کے وجود اور ان کے مظالم سے متنفر ہوجائے گی۔

یہ اساسی تحولات فقط اس صورت میں متحقق ہوسکتے ہیں کہ جب انسانوں کے وجود میں تکامل ایجاد ہو اور تکامل کے ایجاد ہونے سے ان کی روحانی وفکری اور عقلی قدرت میں اضافہ ہوگا۔ پھر وہ نفس امارہ اور نفسانی خواہشات کی مخالفت سے تکامل کی طرف گامزن ہوں گے۔

دنیا کی واحد عادلانہ حکومت

جیسا ہم نے کہا تھا کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی عادلانہ الٰہی حکومت عالمی ہوگی، جو پوری دنیا پر حکومت کرے گی۔ زمین کے کسی خطے حتی کہ بیابانوں، پہاڑوں میں بھی ان کی قدرت وحکومت کے علاوہ کوئی حکومت نہیں ہوگی۔ پوری دنیا ان کی عادلانہ وشریفانہ حکومت سے سرشار ومستفید ہوگی۔

ہم حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کی زیارت میں یوں پڑھتے ہیں:

"و تجمع به الممالک کلّها ،قریبها و بعیدها ،عزیزها وذلیلها شرقها وغربها

،سهلها و جبلها صبا حا و دبورها،شمالها و جنوبها ،برّها و بحرها ،خزونها و وعورها ،يملاها قسطا و عدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً "۱

ان کے ذریعہ تمام حکومتوں کو ایک حکومت میں تبدیل کردیا جائے گا۔وہ ان میں سے نزدیک اور دور باعزت وذلیل،مشرق ومغرب کی حکومتوں کو اوران کے صحراؤں اور پہاڑوں، چراگاہوں اور بیابانوں کو شمال وجنوب، خشکی وتری اوران میں سے ذخیرہ وبنجر زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا کہ جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔

اس بناء پر حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) سب حکومتوں کو ایک عادلانہ حکومت میں تبدیل کریں گے وہ دنیا کی تمام حکومتوں کو اپنی حکومت کے زیر تسلط لے آئیں گے۔چاہے وہ حکومت مشرق میں ہو یا مغرب میں، چاہے وہ قدرت کے لحاظ سے طاقتور ہو یا کمزور۔وہ پوری دنیا پر فتح ونصرت کے ذریعہ واحد عادلانہ حکومت قائم کریں گے۔دنیا کی تمام حکومتیں ان کی حکومت میں مل جائیں گی۔

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

"الآئمة من بعدی اثنا عشر اوّلهم انت يا علی و آخرهم القائم الذی يفتح الله تعالٰی ذكره علٰی يديه مشارق الارض و مغاربها "۲

میرے بعد بارہ امام ہوں گے جن میں سے پہلے امام یا علی آپ ہیں اور آخری امام قائمؑ ہیں کہ خدا اس کے ہاتھوں سے زمین کے مشرق ومغرب کو فتح کرے گا۔

ساری دنیا پر فتح پانے سے دنیا کے ہر خطے میں خدا کی عادلانا حکومت حاکم ہوگی۔کہیں بھی ظلم وستم کا چھوٹا سا نمونہ بھی دکھائی نہیں دے گا اسی وجہ سے دنیا کے سب مظلوم حضرت امام مہدی علیہ السلام کی عادل حکومت کے منتظر ہیں وہ اسی حکومت کے انتظار میں ہیں کہ جب پوری دنیا میں عدل وانصاف حاکم ہوگا۔

۱۔صحیفہ مہدیہ:۶۱۸

۲۔بحارالانوار:۵۲/۳۷۸

ہم آنحضرتؑ کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

" السلام علیک ایّها المومّل لاحیاء الدّولة الشریفة"[۱]

سلام ہو تجھ پر کہ جس کی شریف (عادلانہ) حکومت کو زندہ رکھنے کے لئے آرزو کی جاتی ہے۔

حضرت امام باقر علیہ السلام، ان کی درخشاں حکومت اور عصرِ ظہور کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یظهر کالشهاب یتوقد فی اللیلة الظلماء، فان ادرکت زمانه قرّت عینک"[۲]

جس طرح رات کی تاریکی میں شہاب شعلہ ور ہوتا ہے، اگر ان کے زمانہ کو دیکھو گے تو تمہاری آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔

جس طرح سیاہ رات میں اگر کوئی روشن ستارہ نمودار ہو تو وہ سب کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لیتا ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا زمانہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

جب سب انسان گمراہی، تاریکی اور فساد میں مبتلا ہوں گے، تو لوگوں کے لئے امام زمانہ علیہ السلام کا ظہور اس قدر درخشاں و منور ہوگا کہ سب لوگ اسی کی جانب متوجہ ہو جائیں گے تا کہ ضلالت و گمراہی کی تاریکی سے نکل کر ہدایت و نجات کی طرف آسکیں۔

اس وقت منتظرین اور انتظار کرنے والوں کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ ان کی تھکاوٹ و خستگی ختم ہو جائے گی اور ان میں خوشی و مسرّت کی لہر دوڑ جائے گی۔ جب لوگوں میں رات کے گھپ اندھیرے کی طرح اختلافات، جنگ و جدال، ظلم و ستم، خونریزی و فساد اپنے عروج پر ہوگا تو آنحضرتؑ کی عادلانہ حکومت ان مظلوم اور بے آسرا لوگوں کو وحشت و اضطراب سے نکالے گی۔ ایسے دن کے بارے میں رسول اکرمؐ نے فرمایا:

"ابشروا با المهدی، ابشروا بالمهدی، ابشروا بالمهدی یخرج علی حین اختلاف

۱۔ صحیفہ مہدیہ: ۶۲۰

۲۔ الغیبۃ مرحوم نعمانی: ۱۵۰

من الناس و زلزال شديد،يملأ الارض قسطا و عدلا ،كما ملئت ظلما وجوراً،يملأ قلوب عباده عبادة و يسعهم عدله "[1]

تمہیں مہدی علیہ السلام کے بارے میں بشارت دیتا ہوں مہدی علیہ السلام کے بارے میں بشارت دیتا ہوں،مہدی علیہ السلام کے بارے میں بشارت دیتا ہوں، جب لوگوں میں شدید اختلافات ہوں گے تو اس وقت امام زمانہ علیہ السلام ظہور کریں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح پر کریں گے جس طرح سے وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔وہ خدا کے بندوں کے قلوب کو حالت عبادت و بندگی سے سرشار کریں گے سب پر ان کی عدالت کا سایہ ہوگا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا:

" يحل بامتي في آخر الزمان بلاء شديد من سلاطينهم لم يسمع بلاء اشد منه حتى لا يجد لارجل ملجاء، فيبعث اللّٰه رجلا من عترتي اهل بيتي يملأ الارض قسطاً و عدلاً كما ملئت ظلما و جورايحبه ساكن الارض و ساكن السماء ، وترسل السماء قطرهاو تخرج الارض نباتها لاتمسک فيها شيئا..... يتمنى الاحياء الاموات مما صنع اللّٰه بأهل الارض من خيره " [2]

آخری زمانے میں میری امت کو اپنے بادشاہوں وحکمرانوں کی طرف سے سخت مشکلات کا سامنا ہوگا کہ کسی نے بھی اس سے زیادہ سختی کا نہیں سنا ہوگا۔انسان کو کوئی پناہگاہ اوران سے فرار کی جگہ میسر نہیں ہوگی۔

پس خداوند متعال میری عترت واہلبیت علیہم السلام سے ایک شخص کو ان کی طرف بھیجے گا۔جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا کہ جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی تھی۔

۱۔الغیبۃ نعمانی:۱۱۱

۲۔حقاق الحق:۱۳/۱۵۲

زمین و آسمان کے مکین اسے دوست رکھتے ہیں ۔آسمان بارش برسائے گا ۔زمین نباتات اُگائے گی اوراس میں سے کوئی چیز بھی اپنے اندر نہیں رکھے گی ،اس وقت زندہ افراد آرزو کریں گے کہ کاش ان کے مردے بھی ان کے ساتھ ہوتے ۔ان کی اس آرزو کی وجہ اس زمانے میں اہل زمین پر کی جانے والی خوبیاں ہیں ۔

ہم حضرت مہدی علیہ السلام کی عادلانہ حکومت کے جلد آنے کی امید کرتے ہیں اور ہم ان بزرگوار کی عالمی حکومت کے قائم ہونے کے شاہد ہوں ۔

عدالت کا ایک نمونہ

ابتدائے تاریخ سے آج تک ہمیشہ طاقتوروں اور دولتمندوں نے اپنی طاقت اور دولت کے زور پر فقیر، مستضعف اور کمزور لوگوں کے حقوق کو پامال کیا۔

اب تک ثروت مند نہ صرف دنیاوی امور بلکہ ایسے عبادی امور میں بھی پیش قدم ہوتے ہیں کہ جن میں دولت وثروت کا اہم کردار ہوتا ہے اور ضعیف وناتواں افراد فقط ان کا منہ دیکھتے رہتے ۔

امام عصر علیہ السلام کی عادل حکومت میں دولت وثروت کا یہ حال نہیں ہوگا۔بعض افراد کی دولت، دوسرے افراد کی محرومیت کا باعث نہیں ہوگی ۔

اس زمانے میں ہر انسان کے لئے بغیر کسی امتیاز کے عدالت بہترین طریقے سے نافذ ہوگی ۔

اب ہم جو روایت ذکر کرنے جارہے ہیں، وہ عالمی عدالت کے ایک نمونے کو بیان کرتی ہے:

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اوّل مایظهر القائم من العدل ان ینادی منادیه:

"ان یسلم صاحب النافلة لصاحب الفریضة الحجر الاسود و الطواف"[1]

---

[1] بحار الانوار:۵۲/۳۷۴

حضرت قائم علیہ السلام سب سے پہلے جس عدالت کا قیام کریں گے وہ یہ ہے کہ آنحضرتؑ کا منادی ندا دے گا کہ جو افراد مستحب حج انجام دے رہے ہیں وہ محل طواف اور حجر اسود ان لوگوں کے اختیار میں دے دیں کہ جن پر حج واجب ہے۔

اگر آج کے زمانے میں کچھ ثروتمند مقدس مقامات کی زیارت کی قیمت واخراجات اتنے بڑھا دیتے ہیں کہ بہت سے لوگ اس سعادت سے محروم ہو جاتے ہیں لیکن اس درخشاں زمانے میں محرومیت کا نام ونشان نہیں ملے گا۔سب لوگ خانۂ خدا اور مقدس مقامات کی زیارت کرسکیں گے۔اسی لئے عبادی امور میں بھی لوگوں کی شرکت بہت زیادہ ہوگی۔

اسی وجہ سے حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کا پیغام خانۂ خدا کے تمام زائرین تک پہنچے گا کہ جنہوں نے اپنے واجب اعمال انجام دے دیئے ہیں وہ دوسروں کے لئے زحمت ومحرومیت کا باعث نہ بنیں۔

یہ اس عالمی عدالت کا اوّلین کارنامہ ہے کہ جس پر ابتدائے ظہور میں عمل ہوگا۔

ہر طرف عدالت کا بول بالا

جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ ظہور کے زمانے میں دنیا سے ظلم وستم کا نام ونشان مٹ جائے گا اور پوری دنیا عدل وانصاف سے بھر جائے گی۔اس دن ظلم وستم، جنگ وجدال اور خونریزی کا نشان باقی نہیں رہے گا۔حضرت ولی عصر علیہ السلام کی حکومت کے زیر سایہ انسانیت وبشریت سکون کا سانس لے گی۔یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ ہزاروں سال پہلے لوگوں کو اس دن کے آنے کی خبر دی گئی اور آخر کار دنیا خود اس دن کی گواہ ہوگی۔

اس مسئلہ میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے۔کیونکہ عقلوں کے تکامل کا لازمہ اصلی انسانی فطرت کی طرف لوٹنا اور طبیعتوں کا پاک ہونا ہے اور یہ فقط ظہور کے درخشاں زمانے میں ہی متحقق ہوگا۔

عدالت کا نفاذ اور حیوانات میں بدلاؤ

یہاں ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس دن حیوانات کی کیا کیفیت و حالت ہوگی؟

کیا درندے اس وقت کے مظلوم انسانوں کی زندگی کا اپنی درندگی سے اختتام کریں گے؟

اگر ایسا ہو تو پھر کس طرح سے کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانے میں انسانی معاشرے میں ظلم نہیں ہوگا اور خونریزی و غارت گیری کا کوئی نشان باقی نہیں رہے گا؟

اس حقیقت پر توجہ کریں کہ ظہور کا زمانہ، یوم اللہ ہے۔ اس دن زمین پر حکومت الٰہی ہوگی تو پھر یہ کس طرح سے ممکن ہے کہ حیوانات میں کسی قسم کا تحول نہ آئے اور درندے اپنی درندگی کو جاری رکھیں؟

جی ہاں! حضرت بقیۃ اللہ الاعظم علیہ السلام کی عادلانہ، اور عالمی حکومت کا لازمہ یہ ہے کہ دنیا میں امن و امان ہو اور اہل دنیا ہر قسم کے شر و طغیان اور ظلم و بربریت سے محفوظ رہیں۔

اس دن دنیا میں امن اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب درندوں سے ان کی درندگی ختم ہو جائے۔ موذی اور درندہ صفت حیوانات کی زندگی بدل جائے اور ان میں اساسی تبدیلیاں ایجاد ہوں گی۔ ورنہ درندہ صفت حیوانات میں پائی جانے والی درندگی کے ہوتے ہوئے انسان اور کمزور حیوانات کس طرح سے ان کے شر سے محفوظ رہ سکتے ہیں؟

حیوانات کا رام ہونا

اب ہم اس بارے میں وارد ہونے والی بعض روایات پر توجہ کریں۔

رسول اکرمؐ نے امام عصر علیہ السلام کی بشارت دی ہے اور عصر ظہور اور ان کی حکومت کی خصوصیات کو متعدد مرتبہ ارشاد فرمایا ہے اور اس وقت دنیا اور اہل دنیا حتی کہ حیوانات میں ہونے والے مہم تحولات و تغیرات کی خبر دی ہے۔ رسول اکرمؐ اپنے ایک خطبے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

"و تنزع حُمة كلّ دابّة حتى يدخل الوليد يده في فم الحنش فلا

یضرہ،وتلقی الولیدۃ الاسد فلا یضرھا،و یکون في الابل کأنّہ کلبھا و یکون الذئب في الغنم کانّہ کلبھا وتملأ الارض من الاسلام و یسلب الکفّار ملکھم ولا یکون الملک الاّ للّٰہ و للاسلام وتکون الارض کفاثورالفضۃ تنبت نباتھا کما کانت علی عھد آدم؛یجتمع النفر علی القثاء فتشبعھم و یجتمع النفر علی الرّمّانۃ فتشبعھم ویکون الفرس بدُرَیھمات "[1]

ہر حیوان سے گزند وضرر سلب کرلیا جائے گا۔حتی کہ چھوٹا بچہ زہریلے سانپ کے منہ میں اپنا ہاتھ ڈال دے تو وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔اگر بچہ شیر کے آمنے سامنے ہو تو شیر اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔اونٹوں کے درمیان شیر ایسے ہوگا جیسے ان کا کتا ہو۔بھیڑوں کے درمیان بھیڑیا بھی ان کے کتے کی طرح ہوگا۔پوری روئے زمین پر اسلام کا چرچا ہوگا۔کفّار سے ان کی ثروت وجائیداد سلب ہو جائے گی۔کوئی حکومت نہیں ہوگی مگر خدا اور اسلام کی حکومت۔ زمین چاندی کے دسترخوان کی طرح ہے، جو اپنے نباتات اسی طرح اگائے گی جس طرح وہ آدمؑ کے زمانے میں اگاتی تھی۔

کچھ لوگ مل کر ایک خیار (کھیرا) کھائیں تو وہ سب سیر ہو جائیں گے۔اگر کچھ مل کر ایک انار کھائیں تو وہ ان سب کو سیر کردے گا۔ایک گھوڑے کی قیمت چند درہم ہوگی۔

اس روایت میں ظہور کے مژدہ رودرخشاں زمانے میں دنیا میں ہونے والی اہم تبدیلیوں پر توجہ کریں:

۱۔درندہ حیوانات سے ان کی درندگی لے لی جائے گی۔

۲۔شیر اور بھیڑیئے جیسے وحشی اور درندہ حیوانات پالتو جانوروں کی طرح ہو جائیں گے اور وہ اونٹ اور بھیڑوں کے ساتھ زندگی گزاریں گے۔

۳۔جو کفار اپنے کفر پر باقی رہیں گے ان سے ان کا تمام مال ودولت لے لیا جائے گا۔

۴۔اس زمانے میں دنیا پر فقط اسلام کی حکمرانی ہوگی۔خدا اور رسولؐ کی حکومت ہوگی اور

۱۔التشریف بالمنن:۲۹۹

اس کے علاوہ کسی حکومت کا وجود نہیں ہوگا۔

۵۔اس زمانے میں خیر و برکت اس قدر زیادہ ہوجائے گی کہ آج کی بہ نسبت پھلوں کی مقدار بہت زیادہ ہوجائے گی کہ کھیرا اور انار جیسا ایک پھل چند لوگوں کو سیر کرے گا۔

۶۔اشیاء بہت سستی و کم قیمت ہوجائیں گی کہ ایک گھوڑا چند درہم میں خریدا اور فروخت کیا جائے گا۔

اس بناء پر اسلام عالمی حکومت، آسمانی برکات، اقتصادی ترقی، زراعت میں اضافہ اور درندوں سے وحشت و درندگی کا خاتمہ اس زمانے کی اہم تبدیلیوں میں سے چند ہیں

یہ تمام عصرِ ظہور کی خصوصیات میں سے ہیں کہ روایت میں پیغمبر اکرمؐ نے اہل زمین کو اس کی نوید سنائی ہے۔

وحشی حیوانات کا تابع ہوجانا اور درندوں سے امان اس زمانے کی نعمتوں میں سے ایک ہے۔ حیوانات میں تحوّل وتبدّل اور بدلاؤ، حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کی قدرتِ ولایت اور اس زمانے کی موجودات پر ان کے اختیار کی دلیل ہے۔

اس زمانے میں نہ صرف درندے حیوانات سے درندگی ختم ہوجائے گی، بلکہ اس زمانے میں لوگوں پر زمینی و آسمانی برکات نازل ہوں گی۔اسی طرح مختلف اشیاء میں ہر قسم کا تکامل، تحوّل، تبدّل اور ترقی بھی امامِ عصرؑ کے ظہور اور ان کی قدرتِ ولایت کی وجہ سے ہوگا۔

کیونکہ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ مسئلہ ظہور فقط حضرت حجۃ بن الحسن العسکری (عج) کا مادی وجسمانی ظہور نہیں ہے، بلکہ آنحضرتؑ کے ظہور کا مقصد دنیا میں قدرتِ ولایت وتصرّف سے استفادہ کرنا ہے اسی وجہ سے حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کے ظہور سے عالمِ تکوین میں آنحضرتؑ کے تصرفات ظاہر ہوں گے اور سب لوگ پوری دنیا میں ان عجیب تبدیلیوں کے گواہ ہوں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

" ینتج اللّٰہ تعالی فی ھذہ الامۃ رجلا منی و انا منہ یسوق اللّٰہ تعالی بہ برکات

السمٰوات و الارض، فینزل السماء قطرها و یخرج الارض بذرها و تأمن وحوشها و سبأها و یملأ الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورا، و یقتل حتی یقول الجاهل لو کان هذا من ذریة محمدؐ لرحم"[1]

خداوند متعال اس امت میں سے ایک مرد کو بھیجے گا کہ جو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، خداوند اس کے ذریعہ آسمان وزمین کی برکات جاری کرے گا۔ پس آسمان بارش برسائے گا اور زمین زراعت ونباتات پیدا کرے گی۔ وحشی اور درندے حیوانات پرامن ہوجائیں گے۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا کہ جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی وہ خاندانِ اہلبیت علیہم السلام کے دشمنوں کو قتل کرے گا، یہاں تک کہ جاہل کہیں گے اگر یہ محمدؐ کی ذریت سے ہوتا تو یقیناً رحم کرتا۔

ہم نے جو روایت ذکر کی، اس میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے امام زمانہ علیہ السلام کے بارے میں بہترین تعبیر نقل ہوئی ہے۔ اس روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: **رجلا منی و انا منه** ایسا مرد کہ جو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

یہ ایک ایسی تعبیر ہے کہ جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے امام عصرؑ کی تجلیل وتعریف کو بیان کرتی ہے۔ یہ وہی تعبیر ہے کہ جو رسول اکرمؐ نے امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے بارے میں فرمائی۔

اس روایت میں موجود دیگر نکات یہ ہیں:

۱۔ زمینی وآسمانی برکات کا نازل ہونا۔

۲۔ بارانِ رحمت کا برسنا۔

۳۔ زراعت ونباتات کی پیداوار میں اضافہ کہ جو زراعت اور اقتصاد کی ترقی کا باعث ہے۔

۴۔ وحشی حیوانات سے درندگی کا ختم ہوجانا۔

۵۔ دنیا کا عدل وانصاف سے سرشار ہونا۔

۱۔ الغیبۃ شیخ طوسی: ۱۱۵

۶۔روایت کے آخر میں امام صادق علیہ السلام کا یہ ارشاد، و یقتل حتی یقول الجاهل ، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مخالفین میں سے اعتراض کرنے والے موجود ہوں گے۔ کیونکہ وہ کہیں گے کہ اگر یہ محمدؐ کی نسل و ذریّت سے ہوتے تو حتماً رحم کرتے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت رسول خداؐ اور ان کے رحیم ہونے کے معتقد ہوں گے۔لیکن امام زمانہ علیہ السلام کی امامت کے قائل نہیں ہوں گے۔اسی وجہ سے وہ امام زمانہ علیہ السلام پر اعتراض کریں گے۔یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ ان میں قتل و غارتگری نما ہوگا۔

اب اصل مطلب کی طرف آتے ہیں اور حیوانات کے رام ہونے کی بحث کو جاری رکھتے ہیں کہ جس کے بارے میں خاندانِ عصمت وطہارت علیہم السلام کی روایات میں تصریح ہوئی ہے۔

روایات کی بناء پر درندے حیوانات میں ایسی تبدیلی آئے گی کہ وہ گوشت خوری کو چھوڑ کر چارہ کھانے والے جانور بن جائیں گے۔

اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ درندوں سے درندگی اور خونریزی کی صفت سلب ہو جائے گی اور وہ چارہ کھا کر اپنی غذائی ضروریات کو پورا کریں گے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تصلح فی ملکه السباع"[1]

حضرت مہدی علیہ السلام کی حکومت میں درندے ایک دوسرے کے ساتھ صلح و امن سے رہیں گے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اصطلحت السباع و البهائم"[2]

درندے اور چارپائے آرام اور صلح سے رہیں گے۔

یہ چیزیں ایسے افراد کے لئے دیکھنا مشکل ہوگا کہ جنہوں نے اپنے دلوں پر مہر لگا دی ہو اور وہ

۱۔بحار الانوار:۵۲/۳۸۰

۲۔بحار الانوار:۵۲/۳۱۶

موجودہ اشیاء سے بڑھ کر کسی چیز کو دیکھ نہیں سکتے ۔لیکن جو آنے والی دنیا اور دنیا کے آئندہ حالات اور مسائل کے بارے میں گہری نظر رکھتے ہوں،ان کے لئے یہ مسائل دیکھنا آسان ہے ۔کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ زمین وزمان میں رونما ہونے والے عجیب واقعات وتبدیلی،کرہ زمین کے موجودات پر اچھے اثرات چھوڑیں گے اور تمام موجودات کو کامیابی وکامرانی کی طرف لے جائیں گے۔

اس حقیقت پر توجہ کرنے کے بعد اب یہ کہنے میں کیا حرج ہے کہ انسان تقویت ارادہ اور یقین محکم کے ذریعہ حتی حیوانات کو بھی اپنا مطیع وفرمانبردار بنالے؟

جس طرح شیخ بہائی اوران جیسے افراد کی با قدرت نگاہ تانبے کو سونے میں تبدیل کردیتی تھی، عقلوں کے تکامل کے دن انسان اپنے ارادے کو حیوانات پر القاء کرسکتا ہے کہ جو عقلاً مشکل ہے۔

اگر ہم اس دن کو موجودہ دور کے لوگوں کی طرح مانیں تو پھر اس حقیقت وواقعیت کو قبول کرنا مشکل ہوگا۔لیکن جیسا کہ ہم نے کہا کہ وہ دن ،عقلوں کے تکامل،اورانسانی قدرت کے قوی ہونے کا دن ہے ۔اس بیان پر توجہ کرنے سے ایسے واقعات کو قبول کرنا بہت سہل وآسان ہوجائے گا۔

حیوانات پر مکمل اختیار

اب اس مطلب کے بیان کے لئے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ جو حیوانات میں تصرف وتحول کے امکان کی واضح دلیل ہے تا کہ یہ واضح ہے ہوجائے کہ ہر طرف اور ہر جگہ عدالت کے نفاذ کے لئے حیوانات کے وجود میں بھی تبدیلی کی ضرورت ہے ۔حیوانات کے دماغ واعصاب میں تصرّف سے یہ کام بڑی آسانی سے انجام پاسکتا ہے۔

البتہ یہ بات مدنظر رہے کہ ہم عصر ظہور کی حیرت انگیز تبدیلیوں کو بیان کرنے کے لئے کسی ایسے واقعہ کو نقل کرنے کے لئے مجبور نہیں ہیں کہ جو غیبت کے دوران پیش آیا ہو۔ہم یہ واقعہ صرف اس کے لئے بطور ایک دلیل ذکر کررہے ہیں۔

بلکہ یہ مطلب بعض افراد کے ذہن کے نزدیک کرنے کے لئے ہے شاید غیبت کے دوران حکومتِ الٰہی کے غاصبوں کی زرق وبرق اور نمائشی زندگی ان پر اثر انداز ہوئی ہو۔

مذکورہ نکتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس واقعہ پر توجہ کریں۔

''ڈل گاڈو'' نامی ایک شخص بُل فائٹر تھا۔ہم اس کے بُل فائٹنگ کے ایک مقابلہ کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

بُل فائٹنگ کے ایک مقابلے میں لوہے کا دروازہ کھلا اور ایک انتہائی طاقتور بیل وہاں سے نکل کر میدان کی طرف بھاگا وہ بھاگتا ہوا سیدھا ''ڈل گاڈو'' کی طرف آرہا تھا۔وہ ''ڈل گاڈو'' کے بدن کے حساس ترین حصے کو نشانہ بنانا چاہتا تھا۔ہزاروں تماشائی ،فوٹوگرافر اور اخباری نمائندے اس منظر کو دیکھ رہے تھے اور ان کے دل بہت تیزی سے دھڑک رہے تھے۔سب اس خوفناک منظر کو دیکھ رہے تھے۔کوئی بھی انہیں اس خوفناک منظر سے نکالنے والا نہیں تھا۔

میدان میں صرف ایک غضبناک بیل کے دوڑنے کی آواز گونج رہی تھی۔ہر کوئی اس لمحے کا منتظر تھا کہ کب بیل اپنے سینگوں سے ''ڈل گاڈو'' کو اٹھا کر آسمان کی طرف پھینکے یا اپنے تیز اور نوکیلے سینگوں سے اس کے سینہ کو پھاڑ دے!

''ڈل گاڈو'' نے بُل فائٹنگ کا مخصوص لباس بھی زیبِ تن نہیں کیا ہوا تھا اس نے تلوار کے بجائے ایک چھوٹا سا ''ترکش'' پکڑا ہوا تھا کہ جس پر کچھ بٹن نصب تھے۔وحشی بیل بہت تیزی سے ''ڈل گاڈو'' کی طرف بڑھ رہا تھا۔صرف ایک لمحہ باقی تھا کہ بیل،ڈل گاڈو کو اٹھا کر ہوا میں پھینک دے۔ہر کسی کی آنکھیں صرف اسی منظر پر جمی ہوئیں تھیں۔کسی کو خبر نہیں تھی کہ کیا ہوگا؟

''ڈل گاڈو'' نے ایک بٹن دبایا تو بیل رک گیا،اس نے ڈل گاڈو کی طرف دیکھا اور بے ساختہ آہستہ اور مغموم حالت میں اپنی پہلے والی جگہ کی طرف واپس جانے لگا۔

لوگ ابھی تک خوف زدہ تھے کہ اگر وہ چیخیں تو بیل دوبارہ غصے میں نہ آجائے لیکن اب بیل غصے میں نہ تھا۔

ڈل گاڈو نے بیل کے دماغ میں ایک چھوٹی سی سم نصب کی تھی کہ جس سے اس نے بیل کو واپس جانے کا حکم صادر کیا۔ نہ صرف اس نے بیل کو واپس لوٹنے کا حکم دیا بلکہ اس کے غصے کو بھی ختم کر دیا۔ بیل اپنی جگہ سے واپس چلا گیا اور پھر سب لوگوں نے دیکھا کہ ایک بٹن دبانے سے وہ بیل پھر سے ڈل گاڈو کی طرف بھاگا اور دوبارہ بٹن دبا کر ڈل گاڈو نے اسے واپس لوٹنے اور غصہ ختم کرنے کا حکم دیا۔ بیل پھر واپس اپنی جگہ چلا گیا۔

تماشائیوں نے شور مچانا شروع کیا۔ لیکن بیل پھر بھی بڑے آرام سے بیٹھا رہا۔ یہ تجربہ کئی بار کیا گیا اور ہر بار تجربہ کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ بیل کے ذہن میں ایک چھوٹی سی الیکٹرک سم کے ذریعے بیل کو اپنے کنٹرول میں کر سکتے ہیں[۱]۔

حیوان کو انجکشن لگا کر بیہوش کرتے ہیں اور اس کے سر چاقو کے ذریعے چاک کر کے آپریشن کرتے ہیں۔ کھوپڑی کی ہڈیوں میں سوراخ کرتے ہیں اور اس میں ایک چھوٹی سی سم نصب کر دیتے ہیں کہ جس کا کچھ حصہ سر سے باہر ہوتا ہے۔ پھر زخم پر پٹی باندھ دی جاتی ہے تا کہ زخم ٹھیک ہو سکے۔

بیٹری کے ذریعہ کام کرنے والے آلہ کی مدد سے لہروں کو سر میں موجود سم سے جوڑا جاتا ہے۔ اس آلے کا کام یہ ہے کہ وہ الیکٹرسٹی کی کچھ مقدار کو حیوان کے دماغ تک پہنچائے تا کہ یہ اس کے ذہن کو متحرک کرے[۲]۔

۱۹۶۰ء میں محققین کے ایک گروہ نے ایسا طریقہ دریافت کیا کہ جس کی مدد سے خارج میں ایک بجلی کا آلہ تیار کر کے اس سے دماغ کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ اس میں دماغ میں الیکٹرک سم ڈالنے کی بھی ضرورت نہیں۔ اس بارے میں ہونے والے تجربات میں یہ سب سے آسان اور سادہ طریقہ ہے[۳]۔

۱۔ عجائب حس ششم: ۵۴
۲۔ عجائب حس ششم: ۵۸
۳۔ عجائب حس ششم: ۶۵

الیکٹرک پاور سے بڑی قوّت

ظہور کے درخشاں زمانے میں نہ تو سرجری کے کسی چاقو کی ضرورت ہوگی اور نہ ہی دماغ میں الیکٹرک سم رکھنے کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ اس وقت الیکٹرک پاور سے بڑی قوّت، دنیا کو اپنے احصار میں لے لے۔ تمام اشیاء حتیٰ کہ حیوانات کے دماغ میں بھی انوارِ ولایت جلوہ گر ہوں گے۔ جس سے نظامِ کائنات میں عجیب تحولات رونما ہوں گے۔

اب ان حیرت انگیز اور عجیب تغیّرات کے بارے میں رسول اکرمؐ کے فرامین پر غور فرمائیں۔

اس روز حیوانات کے دماغ اور عصبی نظام میں تحولات کے بارے میں حضرت رسول اکرمؐ یوں فرماتے ہیں:

" یقول الرجل لغنمه و لدوابه:اذهبوا فارعوا فی مکان کذا و کذا و تعالوا ساعة کذا و کذا،تمر الماشیة بین الزرعین لا تأکل منه سنبلة و لا تکسر بظلفها عوداً،والحیات والعقارب طاهرة لا تؤذی احد و لا یؤذیها احد، والسبع علی ابواب الدور تستطعم لا تؤذی احداً..."[1]

اس دن لوگ اپنی بھیڑ بکریوں اور چارپایوں کو کہیں گے کہ جاؤ اور فلاں جگہ جا کر چرو اور فلاں وقت واپس لوٹ آؤ۔ اس دن حیوانات دو زراعت کی فصلوں سے گزریں گے لیکن فصل کا ایک خوشہ بھی نہیں کھائیں گے۔ کوئی اپنی لاٹھی سے درخت کو شاخوں کو نہیں توڑے گا۔ سانپ اور بچھو آزاد پھریں گے لیکن وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے اور کوئی انہیں اذیت نہیں پہنچائے گا۔

درندے حیوانات خوراک طلب کرنے لوگوں کے دروازوں پر آئیں گے اور کسی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

---

[1] التشریف بالمنن:۲۰۳

حیوانات کے شعور میں تکامل و پیشرفت کے بارے میں وارد ہونے والی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چارپائے لوگوں کے دستورات کو درک کرنے کی قدرت رکھتے ہوں گے۔اور وہ اپنے مالکان کے فرمان کو سمجھ سکیں گے اور ان کی اطاعت کریں گے۔

اسی وجہ سے کسی کو چارپایوں کے ساتھ چراگاہ جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔انہیں چرنے کے لئے زمان و مکان بتادیا جائے گا تو وہ اپنے مالکوں کی طرف سے صادر کئے گئے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے معین شدہ چراگاہ جائیں گے اور معین وقت پر واپس لوٹ آئیں گے۔

نہ صرف انسانوں کا حیوانات سے باتیں کرنا ممکن ہے۔بلکہ تاریخ میں ہمیں ایسے بہت سے موارد ملتے ہیں کہ جن میں حیوانات نے پیغمبروں، آئمہ اور اولیاءخدا سے گفتگو کی۔

بھیڑئے کا حضرت ابوذر سے بات کر کے انہیں رسول معظم اسلامؐ کی بعثت کی خبر دینا، اس کا ایک نمونہ ہے۔

ہم نے جو روایات ذکر کی۔اس میں رسول اکرمؐ نے انسانوں کی چارپایوں سے بات کرنے کے مورد کو بیان فرمایا۔یہ ظہور کے زمانے کی خصوصیات میں سے ہے۔جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی تصریح بھی ہوئی ہے۔

حالانکہ حیوانات، قوۂ عقل سے عاری ہوتے ہیں۔لیکن ظہور کے درخشاں زمانے میں ان کے اعصابی نظام میں تصرّف اور ان میں تغیر و تحول سے حیوانات میں مہم تغیرات ایجاد ہوں گے۔

خلقت کی دنیا میں حیوانات اس طرح سے خلق ہوئے ہیں کہ ان کے اعصابی نظام میں تغیر و تبدل ان میں تازہ افعال کو انجام دینے کا سبب بنے گا۔میں اس تغیر و تحول لامنشاء ان کے وجود میں خدا نے نظامِ خلقت سے ہی قرار دیا ہے۔

ایک اہم سوال اور اس کا جواب

ظہور کے درخشاں و منوّر زمانے میں حضرت مہدی علیہ السلام کے شفا بخش اور مبارک ہاتھوں سے انسان کی عقلی قدرت میں افزائش ایسے مسائل میں سے ہے کہ جن کے بارے میں خاندان عصمت و طہارت علیہم السلام کی روایات میں بھی وارد ہوا ہے۔اس کتاب میں یہ وضاحت سے ذکر ہوئے ہیں۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حیوانات میں وجود میں آنے والے تحولات اور ان کے اعصابی نظام میں تصرّف اور حیوانی شعور میں ہونے والی پیشرفت کی کیا صورت ہوگی؟

یہ درست ہے کہ انسان کو حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کے شفا بخش ہاتھوں سے عقلی تکامل اور روحانی قدرت میں افزائش حاصل ہوگی۔لیکن حیوانات میں ایجاد ہونے والے تحولات کس طرح انجام پائیں گے؟

ہم اس سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ شیطانی وارثس سے متأثر انسانی دماغ امامِ عصرؑ کے دستِ مبارک سے شفا پائے گا اور ان کے عقلی خزانے پر لگے قفل کھل جائیں گے۔ان میں مخفی قدرت ظاہر ہوگی اور اسے بروئے کار لایا جائے گا۔

لیکن اس اہم ترین نکتہ کو مدنظر رکھیں کہ ظہور کے زمانے میں انسانوں کا تکامل،اور اس عظیم اور حیرت انگیز قدرت تک رسائی کے مختلف عوامل ہیں کہ جن تک لوگ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کے وسیلہ سے پہنچ پائیں گے۔ان عوامل میں سے ایک آنحضرتؑ کے شفا بخش دستِ مبارک ہیں۔

حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کا تابناک نور

اس زمانے کے مہم تحولات و تغیرات میں سے ایک حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کا تابناک نور ہے کہ جو پوری کائنات پر پھیلا ہوگا اور جو دنیا کو سورج کے نور سے بھی بے نیاز کر دے گا۔

جس طرح سورج کا نور دنیا کے ذرات پر مہم،حیاتی اور لازمی اثرات مرتب کرتا ہے۔اسی طرح

اس زمانے میں ظاہر ہونے والا حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (ع) (جو نور اللہ ہیں) کا تابناک و درخشاں نور پورے عالم میں عظیم تحولات کو جنم دے گا۔ جو عالم خاکی کو عالم پاکی میں تبدیل کر دے گا۔

حیوانات کی زندگی پر تحقیق

اب یہ واضح ہو گیا کہ اس دن کا نور بہت سے حیوانات کی زندگی میں واضح آشکار اثرات مرتب کرے گا۔ ہم حیوانات کی زندگی کے بارے میں بحث کرنے کے بعد اب اس کے کچھ نمونے نقل کرتے ہیں۔ کروڑوں حیوانات کی زندگی، ان کی پیدائش اور ان کی خلقت کے راز سے آشنا ہونے اور ان پر تدبر و تفکر کرنے سے ان کے عظیم اور باقدرت خالق پر انسان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے جس طرح خدا زمین و آسمان اور انسانوں کی خلقت کو اپنی قدرت کی نشانی کے طور پر بیان فرماتا ہے۔ اسی طرح وہ حیوانات کی خلقت کو بھی اپنی توانائی و قدرت کی نشانی کے طور پر بیان فرماتا ہے۔

" وَ مِن آیاتِہِ خَلْقُ السَّمٰواتِ وَ الاَرْضِ وَ مَا بَثَّ فِیھِمَا مِنْ دَابَّۃٍ "[1]

اور اس کی نشانیوں میں سے زمین و آسمان کی خلقت اور ان کے اندر چلنے والے تمام جاندار ہیں۔

اسی طرح قرآن میں ارشاد خداوند ہے:

" وَفِیْ خَلْقِکُمْ وَمَا یَبُثُّ مِن دَابَّۃٍ آیَاتٌ لِّقَوْمٍ یُوقِنُونَ "[2]

اور تمھاری خلقت میں بھی اور جن جانوروں کو وہ پھیلاتا رہتا ہے، ان میں بھی صاحبان یقین کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

خداوند کریم سورہ انعام میں ان کے اجتماع کے بارے میں فرماتا ہے:

" وَمَا مِن دَآبَّۃٍ فِیْ الأَرْضِ وَلاَ طَائِرٍ یَطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ إِلاَّ أُمَمٌ أَمْثَالُکُم مَّا فَرَّطْنَا فِی

۱۔ سورہ شوریٰ آیت: ۲۹

۲۔ سورہ جاثیہ آیت: ۴

الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ"[1]

اور زمین میں کوئی رینگنے والا یا دونوں پروں سے پرواز کرنے والا طائر ایسا نہیں ہے جو اپنی جگہ پر تمہاری طرح کی جماعت نہ رکھتا ہو۔ہم نے کتاب میں کسی شیء کے بیان میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔اس کے بعد سب اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پیش ہوں گے۔

اس آیہ شریفہ میں خداوند تعالی حیوانات کے گروہ گروہ ہونے کو بیان فرمایا ہے۔

حیوانات کی زندگی میں دقت سے انسان قادر ومختار خالق کے وجود پر اپنے ایمان واعتقاد کو مزید محکم کرتا ہے۔ہم یہاں حیوانات کی زندگی کا ایک چھوٹا سا نمونہ نقل کرتے ہیں کہ جو حیوانات کے گروہ گروہ ہونے پر شاہد ہے۔نیز یہ دلالت کرتا ہے کہ سورج کی تپش میں اضافہ اور دن کا طولانی ہونا،کس طرح سے سے ان کے اعصابی نظام پر اثر انداز ہوتا ہے اور کس طرح سے ان کی زندگی میں تحول ایجاد کرتا ہے۔

مختلف انواع واقسام کے لاکھوں پرندے گرمیوں کے آخر میں ایسے مقامات کی طرف ہجرت کرتے ہیں کہ جہاں سردیوں میں آب وہوا نسبتاً گرم ہو اور پھر سردیوں کے آخر میں اپنے اصلی وطن کی طرف واپس چلے جاتے ہیں۔

بعض پرندے ہر سال ہجرت کے سفر میں ۳۲ ہزار کلومیٹر سے زیادہ پرواز کرتے ہیں۔وہ اپنے آبائی مقام کو دقت سے یاد رکھتے ہیں۔ان پرندوں میں سے بعض تنہا اور بعض ایک ساتھ مل کر ہجرت کرتے ہیں۔

دن لمبے ہونے کے ساتھ ہی پرندوں کی ہجرت کا آغاز ہو جاتا ہے۔دنوں کا طولانی ہونا،ان کے اعصابی نظام پر اثر انداز ہوتا ہے۔جب دن چھوٹے ہو جاتے ہیں تو پرندوں کا عصبی نظام خاص پیغام دریافت کرتا ہے کہ گرم علاقوں کی طرف ان کی پرواز کا موجب بنتا ہے۔جب دنوں میں معین

۱۔سورہ انعام آیت:۳۸

حد تک اضافہ ہو جائے تو ان کے ذہن کو ایک دوسرا پیغام موصول ہوتا ہے کہ جو ان کے اپنے آبائی وطن میں واپس آنے کا باعث بنتا ہے[1]۔

ہم منتظر ہیں اور ہمیں امید ہے کہ جلد از جلد حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (ج) کے تابناک نور کے طلوع ہونے سے پوری دنیا میں عظیم تحولات وجود میں آئیں گے اور حیوانات، جمادات، نباتات اور انسانوں کے وجود میں ترقی و پیشرفت کے نئے دور کا آغاز ہوگا۔ یعنی اس دن جب زمین اور زمین میں موجود دوسری اشیاء بہتر صورت میں تبدیل ہو جائیں گی۔

۱۔ پرسشہائے عجیب، پاسخہائے عجیب ج:۲/۹۸

دوسرا باب:

قضاوت

دوسرا باب:

قضاوت

قضاوت کے بارے بحث

کفار ومنافقین کے لشکر کی شکست اور دنیا کے ستمگروں کی نابودی سے پوری کائنات میں حکومت عدل الٰہی مستحکم ہوگی۔ظالموں اور ستمگروں کے نامہ اعمال کی چھان بین کی جائے گی اور اگر کوئی روئے زمین پر کسی پہ ظلم کرے تو اسے برطرف کر کے اس کا جبران کیا جائے گا۔

کیونکہ پوری دنیا میں ظلم وستم کو ختم کرنے کا مقصد صرف اپنی رعایا پر ظلم وستم کرنے والے بادشاہوں اور حکمرانوں کو نابود کرنا نہیں ہے۔بلکہ سب ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔چاہے انہوں نے کسی ایک ہی فرد پر ظلم کیوں نہ کیا ہو۔اس وقت تمام مظلومین، ظالموں کے شر سے نجات پائیں گے۔یہ صحیح ہے کہ دوسروں پر ظلم کرنے والے بہت سے ظالم، خود کو ظالم نہیں سمجھتے اور وہ انجام دیئے گئے ظلم وستم کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔یہ ظالموں اور مظلوموں کے درمیان اختلاف کا باعث ہوگا۔کیونکہ ظالم اپنے تمام افعال کو عدل کا لبادہ پہنائیں گے اور مظلوم انہیں ظلم قرار دیں گے۔ہر کوئی خود کو مظلوم اور دوسرے کو ظالم شمار کرے گا۔

ایسے موارد میں دونوں میں سے کسی کو بھی انجام دیئے گئے امور میں اختلاف واعتراض نہیں ہوگا۔ان کے اختلاف کی وجہ یہ ہوگی کہ کیا وہ کام ظالمانہ تھا یا نہیں تھا! بعض موارد میں ظالم اپنے ظلم کا انکار کریں گے۔وہ یہ قبول نہیں کریں گے کہ انہوں نے ایسا کام انجام دیا ہے۔یہ دو افراد یا دو گروہوں کے درمیان اختلاف کے دو نمونے ہیں۔

ایسے موارد میں قضاوت کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ علم و یقین سے ظالم و مظلوم کو ایک دوسرے سے تشخیص دے سکیں اور ظالم سے مظلوم کا حق لیا جائے۔ یہ بھی واضح ہے کہ بہت سے موارد میں طرفین میں سے کوئی بھی ایسا شاہد و گواہ نہیں لا سکے گا کہ جس کی شہادت قابل قبول ہو۔

اس صورت میں فقہی مسائل کی رو سے یمین و قسم کا دامن تھاما جائے گا۔ لیکن ممکن ہے کہ منکر جھوٹی قسم کھا کر دوسرے کے حق کو پامال کرے اور ظالمانہ طریقے سے اس کا حق غصب کرے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ جھوٹی گواہی کے ذریعہ بھی صاحبِ حق کے حق کو پامال کیا جائے۔

آغاز ظہور میں قضاوت اپنی اوج پر[1]

جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ امام عصر (عج) کی حکومت کے آغاز سے ہی پاکسازی اور ظلم و ستم کو رفع کرنے کا آغاز ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے ظہور کے آغاز میں ہی قضاوت کا مسئلہ اپنی اوج پر ہوگا تا کہ صحیح اور عادلانہ قضاوت کے ذریعے ظالموں اور ستمگروں سے مظلومین کا حق لے کر حقدار کو دیا جائے۔

قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ اس باشکوہ زمانے میں حقائق و واقعات کی روشنی میں فیصلے کئے جائیں گے اور اس وقت قضاوت کے مسئلہ میں کسی قسم کا شک و شبہہ باقی نہیں رہ جائے گا۔

اس زمانے میں حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) جن افراد کو لوگوں کے درمیان قاضی کے عنوان سے معین فرمائیں گے، وہ غیبی امداد سے سرشار ہوں گے اور تکامل عقل اور تہذیب نفس کی وجہ سے کبھی بھی ان کے دل میں ظالم کے حق اور منافع میں فیصلہ کرنے کا خیال بھی پیدا نہیں ہوگا۔ وہ خود کو خدا کے حضور اور حضرت ولی عصر (عج) کے محضر مبارک میں پائیں گے۔ اسی وجہ سے وہ حق کا حکم صادر کریں گے۔

قابل توجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں عقلوں کے تکامل کی وجہ سے لوگ بھی عادلانہ حکم کے اجراء

۱۔ یہ واقعہ ظہور کے آغاز میں واقع ہوگا اور حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی ربانی و آفاقی اور اجتماعی حکومت کے قائم ہونے کے بعد عدل و انصاف اپنی اوج پر ہوگا پھر کسی طرح کے اختلافات نہیں ہوں گے کہ جس کے لئے قضاوت کی ضرورت پیش آئے۔

اور اسے قبول کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ یہ حضرت ولی عصر (عج) کی عادلانہ حکومت کا لازمہ ہے۔

اس زمانے میں قاضی تذکیہ نفس اور غیبی امداد جیسی صفات کی بناء پر صحیح حکم صادر کر کے فتنہ کی آگ کو خاموش کریں گے اور عدل کے حکم سے ظلم کو نابود کریں گے۔ اس طرح سے وہ ظلم وستم کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکیں گے اور عدل وانصاف کی بنیادوں کو مضبوط کریں گے۔

ظہور کے زمانہ میں ظلم وستم کے نابود ہونے والے موارد میں سے ایک ظالمانہ قضاوت ہے۔ یعنی ایسی قضاوت کہ جسے قاضی شخصی اغراض کی وجہ سے انجام دیتے ہیں۔

کیونکہ یہ واضح ہے کہ اگر قاضی خود ساختہ نہ ہو اور وہ خود کو محضر خدا میں نہ دیکھے تو وہ جو حکم صادر کرے گا، اس سے نہ صرف ظلم وستم کے درخت کی جڑیں کھوکھلی نہ ہوں گی، بلکہ وہ اپنے فیصلے سے ظلم وستم کے اس درخت کی آبیاری بھی کرے گا۔ اب ہم جو داستان ذکر کر رہے ہیں، وہ اس کا ایک نمونہ ہے۔

ایک شخص نے اپنے کتے کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا۔ لوگ غصے میں آگ بگولہ ہو گئے، انہوں نے اسے بہت زدوکوب کیا اور اسے نیم مردہ حالت میں قاضی کے سامنے پیش کیا گیا۔ قاضی نے اس سے سابقہ عداوت کی وجہ سے اور فتنے کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اسے آگ میں جلانے کا حکم صادر کیا۔

اس شخص نے فریاد کی کہ میری التجا بھی سنیں۔ قاضی نے اسے بولنے کی اجازت دی۔

اس گناہگار نے کہا! جب کتے کی موت قریب آئی تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ بے زبان جانور کی زبان پر لگی مہر ٹوٹ گئی اور وہ ہم انسانوں کی طرح بولنے لگا۔

اس نے میرا نام لے کر مجھے وصیت کی کہ میری میراث فلاں درّے میں فلاں پتھر کے نیچے پوشیدہ ہے۔ وہاں سے وہ مال وزر لے لینا اور مجھے صالحین کے قبرستان میں دفن کر دینا اور اس مال کا آدھا نذر دیکی قاضی کو دے دینا تا کہ وہ اسے نیک امور میں صرف کرے اور مجھے دعائے خیر میں یاد رکھے۔

جب میں نے کتے کو بولتا ہوا دیکھا تو مجھے اس کی بات پر یقین ہو گیا۔ میں نے درّے میں جا کر

وہ مال بھی دیکھا کہ جو وہاں موجود تھا۔

قاضی نے آدھے مال کی لالچ میں کہا! سبحان اللہ، یہ حیوان اصحاب کہف کے کتے کی نسل سے تھا لہٰذا تم نے اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر کے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا ہے[۱]۔

ہم نے جو داستان نقل کی ہے۔ وہ ایسے قاضی کی قضاوت کو بخوبی بیان کرتی ہے کہ جس نے اپنے مقام و منصب کی عظمت کو نہیں سمجھا جس نے خود کو محضرِ خدا میں نہیں دیکھا اور جو رشوت لے کر فیصلہ کرتا تھا۔ لہٰذا قضاوت کے لئے وسیع علم و آگاہی کا ہونا ضروری ہے تا کہ دنیا میں ظلم و ستم جھوٹی قسموں کے پردے میں باقی نہ رہ جائے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں غیبی امداد اور معنوی قوت و طاقت کی ضرورت کو محسوس کیا جا سکتا ہے کہ جو ظلم و ستم کو دامہ دینے والی ہر چیز کو ختم کرے اور ظلم و ستم کا سدّ باب کرے۔ چاہے یہ جھوٹی قسمیں ہوں یا خریدے ہوئے جھوٹے گواہ۔ اگر ظالموں اور ستمگروں کو بے لگام چھوڑ دیا گیا اور انہیں ان کے ظلم سے نہ روکا گیا۔ تو پھر زمان غیبت اور ظہور کے درخشاں زمانے میں کیا فرق ہوگا؟ پھر اس دن کو کس طرح سے عدل و انصاف، حکومت عدل اور ظالموں کی نابودی کا دن قرار دے سکتے ہیں؟

ظن و گمان کی بنیاد پر قضاوت

اس زمانے میں نفاذِ عدالت کے لئے لوگوں میں علم و آگاہی اس قدر زیادہ ہوگی کہ کبھی بھی ظن و گمان اور شخصی فہم و ادراک کی بناء پر کوئی حکم صادر نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ ظن و گمان پر اطمینان، عادلانہ حکومت کے منافی ہے۔ ایک حکومت فقط اس صورت میں عادلانہ حکومت بن سکتی ہے کہ جب اس میں حقیقت کے مطابق اور علم کی بنیاد پر فیصلہ کیا جائے۔ لیکن اگر ظن کی بناء پر فیصلہ کیا جائے (جس میں خلافِ واقع ہونے کا احتمال ہو) تو پھر اس ظنی فیصلہ کو کس طرح سے عادلانہ اور واقعی فیصلہ قرار دیا جا سکتا ہے؟

۱۔ دوازدہ ہزار مثل فارسی ۲۰

اس بناء پر چونکہ اس زمانے میں حکومت مکمل طور عادلانہ ہوگی۔لہٰذا اس زمانے میں ہر قضاوت اور فیصلہ کا محور عدالت ہوگی اور عدالت کا تقاضا یہ ہے کہ فیصلہ حقیقت کے مطابق اور علم ویقین کی بنیاد پر ہو نہ کہ ظن وگمان کی بناء پر۔

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

" **ليس من العدل ،القضاء على الثقة بالظن** "[1]

ظن وگمان پر اطمینان کرتے ہوئے حکم وقضاوت کرنا عدل میں سے نہیں ہے۔

ظہور کے پرنور زمانے میں علمی وفکری رشد اتنا وسیع ہوگا کہ کبھی بھی کوئی حکم علم وآگاہی کے بغیر صادر نہیں ہوگا۔کیونکہ یہ عادلانہ حکومت کا لازمہ ہے۔

روایات سے یہ بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے کہ بعض موارد میں بینہ اور یمین کی بنیاد پر کئے گئے فیصلے اور قضاوت سے نہ صرف عدالت کا شجر ثمر بار نہیں ہوگا، بلکہ اس سے حقدار کا حق بھی پامال ہوگا۔اس مطلب کی وضاحت کے لئے اس روایت پر توجہ کریں۔

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

"**انما اقضي بينكم بالبينات والايمان و بعضكم الحن بحجته من بعض،فايما رجل قطعت له من مال اخيه شيئا يعلم انه ليس له فانما اقطع له قطعة من النار** "[2]

میں تمہارے درمیان گواہ اور قسم کے ذریعے حکم وقضاوت کرتا ہوں۔تم میں سے بعض، دوسروں کی بہ نسبت بہتر طریقے سے اپنی دلیل بیان کرنے کی قدرت رکھتے ہو (اچھے بیان وخطاب کی وجہ سے اپنی بات کو بخوبی ثابت کرسکتے ہو) پس اگر میں نے گواہی وقسم کی بنیاد پر کسی کو اس کے بھائی کے مال سے کچھ دے دیا ہو اور اسے بھی معلوم ہو کہ یہ اس کا مال نہیں ہے تو میں نے حقیقت میں اسے

۱۔نہج البلاغہ،کلمات قصار:۲۱۱

۲۔مستدرک الوسائل:۱۷/۳۶۶

آگ کا ایک ٹکڑا دیا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گواہی وقسم ہمیشہ حقیقت اور واقعیت کے مطابق نہیں ہوتی۔ پس جن موارد میں ایسا ہوا ہو، وہاں حقیقی عدالت کا نفاذ نہیں ہوا، بلکہ حکمِ ظاہری کی بنیاد پر فیصلہ ہوا ہے۔

قضاوت میں فہم وفراست

امامِ عصر (عج) کے زمانۂ غیبت میں قاضی کو قضاوت کے مسائل جاننے کے علاوہ قضاوت میں عقل اور تیز بینی سے بھی سرشار ہونا چاہیئے تا کہ وہ جھوٹے گواہ اور جھوٹی قسم کو سمجھ پائے۔

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ قدیم زمانے سے اس کی رعایت نہیں ہوئی ہے۔

قاضی کو حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی قضاوت سے درس لینا چاہیئے اور اسے یہ جاننا چاہیئے کہ کبھی گواہوں اور قسموں کے بغیر ہی فہم وفراست اور بصیرت سے حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں۔

اس صورت میں قاضی بینہ وقسم سے مدد لے سکتا ہے کہ جب حقیقت تک پہنچنے کے راستے مفقود ہو جائیں اور واقعیت کو حاصل کرنے کا کوئی راستہ دکھائی نہ دے۔

قضات، امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے قضاوت سیکھیں

اسی وجہ سے حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے شریح قاضی کی سرزنش اور مذمت کی تھی کہ اس نے تحقیق کئے بغیر منکرین کے قسم کھانے کے بعد ان کے حق میں فیصلہ کیا تھا۔

" یا شریح ،هیهات !هکذا تحکم فی مثل هذا؟ "[1]

اے شریح افسوس کہ تم ایسے مورد میں اس طرح حکم کرتے ہو؟

مرحوم علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار کی چودہویں جلد میں اور تھوڑے سے فرق کے ساتھ چالیسویں

۱۔ بحار الانوار: ۱۴/۱۱

جلد میں نقل کیا ہے۔

ایک دن امیر المؤمنین علی علیہ السلام مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک نوجوان گریہ وزاری کر رہا ہے اور کچھ افراد اس کے اردگرد جمع ہیں۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے اس کے بارے میں سوال پوچھا۔

اس نے کہا! شریح نے ایک مورد میں ایسے قضاوت کی ہے کہ جس میں میرے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے پوچھا کہ واقعہ کیا ہے؟

نوجوان نے اپنے پاس کھڑے افراد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! یہ لوگ میرے باپ کے ساتھ مسافرت کی غرض سے گئے تھے۔ یہ تو سفر سے واپس آ گئے، لیکن میرا باپ واپس نہیں آیا۔ میں نے ان سے اپنے باپ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ مر گیا ہے۔ پھر جب میں اپنے باپ کے پاس موجود مال کے بارے میں پوچھا تو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی کوئی خبر نہیں ہے؟

شریح نے ان سے کہا کہ تم لوگ قسم کھاؤ کہ تم اس کے مال سے بے خبر ہو۔ انہوں نے قسم کھالی تو شریح نے مجھ سے کہا کہ اب تم اپنے موقف سے ہاتھ اٹھالو۔ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے قنبر سے فرمایا! لوگوں کو جمع کرو اور شرطۃ الخمیس کو حاضر کرو۔[1]

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام بیٹھ گئے۔ ان لوگوں کو بلایا اور نوجوان بھی ان کے ہمراہ تھا اس نے جو کچھ کہا حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے اس کے بارے میں سوال پوچھے۔ نوجوان نے اپنا ادّعا دوبارہ بیان کیا اور رونا شروع کر دیا اس نے کہا:

اے امیر المؤمنینؑ! خدا کی قسم میں انہیں اپنے باپ کی موت کے بارے میں متہم سمجھتا

---

[1] خمیس بمعنی جنگ، اور شرطۃ الخمیس خاص افراد کو کہا جاتا تھا کہ جن میں سے ایک اصبغ ابن نباتہ تھے۔ اس سے پوچھا گیا کہ آپ کو شرطۃ الخمیس کیوں کہا جاتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے امیر المؤمنین علیؑ کے ساتھ شرط کی ہے کہ ہم ان کے لشکر میں سب سے آگے جنگ کریں گے، یہاں تک کہ ہم قتل ہو جائیں اور امیر المؤمنینؑ نے ہمیں فتح و نصرت کا وعدہ دیا ہے۔ (بحار الانوار: ۱۴/۱۱)

ہوں۔ کیونکہ یقیناً یہ حیلہ و مکاری سے میرے باپ کو شہر سے باہر لے گئے، جب کہ ان کی نظریں میرے باپ کے مال پر تھیں۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان سے سوال کیا تو ان لوگوں نے وہی کچھ کہا، جو انہوں نے شریح سے کہا تھا کہ اس کا باپ فوت ہو گیا ہے اور ہمیں اس کے مال کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان کے چہرے پر نگاہ کی اور فرمایا کہ تم کیا سمجھتے ہو کہ کیا میں نہیں جانتا کہ تم لوگوں نے اس جوان کے باپ کے ساتھ کیا کیا؟ اگر ایسا ہو تو گویا میں بہت کم علم رکھتا ہوں۔

پھر حکم دیا کہ انہیں مسجد کی مختلف جگہوں پر جدا جدا بٹھا دیا جائے اور اپنے کاتب عبید اللہ ابن ابی رافع کو بلایا اور فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ پھر ان چند افراد میں سے ایک شخص کو بلایا اور کہا کہ اب مجھے یہ بتاؤ کہ تم لوگ کب گھر سے نکلے اور کیا اس جوان کا باپ تمہارے ساتھ تھا؟

اس نے کہا کہ میں فلاں روز سفر کے لئے نکلا۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے ابن ابی رافع سے فرمایا کہ یہ لکھ لو۔ پھر فرمایا کہ کس مہینے میں سفر پر گئے تھے۔ اس شخص نے مہینے کو تعین کیا۔

حضرتؑ نے فرمایا اسے بھی لکھ لو۔

پھر فرمایا کہ کس سال سفر پر گئے تھے؟

اس نے فوت ہونے کا سال بتایا اور عبید اللہ ابن ابی رافع نے اسے لکھ کر محفوظ کر لیا۔

پھر فرمایا کہ وہ کس بیماری کے سبب فوت ہوا؟

اس نے مرض کا نام بتایا۔

فرمایا کس جگہ فوت ہوا؟

اس نے جگہ کا بتایا۔ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے غسل و کفن کس نے دیا؟ اس نے کہا، فلاں نے اسے غسل و کفن دیا۔

فرمایا! کس چیز کا کفن دیا گیا؟ اس نے کفن کو تعین کیا۔

فرمایا! اس پر نماز جنازہ کس نے پڑھی؟

کہا! فلاں نے نماز جنازہ پڑھی۔

فرمایا! کس نے اسے قبر میں اتارا؟ اس نے اسے قبر میں اتارنے والے شخص کا نام بتایا۔

عبید اللہ ابن ابی رافع نے ان سب کو قلمبند کرلیا۔

جب اس شخص نے دفن کا اقرار کیا تو حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے بلند آواز سے تکبیر کہی کہ جسے تمام اہل مسجد نے سنا۔

پھر حکم دیا کہ اس شخص کو اس کی جگہ پر لے جائیں اور ان میں سے دوسرے شخص کو بلایا۔ پھر حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے اس سے بھی وہی سوال کئے کہ جو حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے پہلے شخص سے پوچھے تھے۔ لیکن اس کے جواب مکمل طور پر پہلے کے جوابات سے مختلف تھے۔ عبید اللہ ابن ابی رافع نے اس کے بھی تمام جوابات کو لکھ لیا۔

اس سے بھی تمام سوالات پوچھنے کے بعد حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے پھر بلند آواز میں تکبیر کہی کہ جسے تمام اہل مسجد نے سنا۔

پھر فرمایا کہ ان دونوں کو مسجد سے زندان میں لے جاؤ اور زندان کے دروازے پر رکھو۔

پھر تیسرے شخص کو بلایا اور پہلے والے دو افراد سے پوچھے گئے سوالات اس سے بھی پوچھے۔ اس نے ان دونوں کے برخلاف جواب دیے۔ اس کے جوابات کو بھی تحریر کرلیا گیا۔ حضرت امیر المؤمنینؑ نے تکبیر کی صدا بلند کی اور فرمایا کہ اسے بھی اس کے دونوں دوستوں کے پاس لے جاؤ۔ پھر چوتھے فرد کو بلایا گیا۔

وہ بات کرتے وقت بہت مضطرب تھا اور اس کی زبان پر لکنت طاری ہو رہی تھی۔

حضرت علی علیہ السلام نے اسے نصیحت فرمائی اور ڈرایا تو اس شخص نے اعتراف کرلیا کہ اس نے اور

اس کے دوستوں نے مل کر اس جوان کے باپ کو مال کی خاطر قتل کیا ہے اور اسے کوفہ کے نزدیک فلاں مقام پر دفن کیا ہے۔

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ اسے زندان کی طرف لے جاؤ اور پھر پانچویں فرد کو بلایا اور اس سے فرمایا! کیا تم گمان کرتے ہو کہ وہ شخص خود ہی مر گیا، حالانکہ یقیناً تم نے اسے قتل کیا ہے؟ تم نے اس کے ساتھ جو کچھ کیا، وہ صحیح صحیح بتاؤ ورنہ تمہیں سخت قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی ہوں گی۔

اس نے بھی اس شخص کو قتل کرنے کا اعتراف کیا۔ جس طرح اس کے دوست نے اعتراف کیا تھا پھر بقیہ افراد کو بلایا گیا تو انہوں نے بھی قتل کا اعتراف کیا اور انہوں نے جو کچھ کیا، اس پر انہوں نے ندامت و پشیمانی کا اظہار کیا۔ پھر سب نے اس شخص کو قتل کرنے اور اس کا مال لینے کا اعتراف کیا۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے حکم دیا کہ کوئی ان کے ساتھ اس جگہ جائے، جہاں انہوں نے وہ مال دفن کیا ہوا ہے۔ انہوں نے وہ مال لا کر مقتول کے فرزند کو دے دیا۔

پھر حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے اس جوان سے فرمایا! تمہارا ان کے بارے میں کیا ارادہ ہے؟ اب تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے تمہارے باپ کے ساتھ کیا کیا؟

نوجوان نے کہا! میں چاہتا ہوں کہ میرے اور ان کے درمیان قضاوت خداوند متعال کے نزدیک ہو۔ میں اس دنیا میں ان کے خون سے ہاتھ اٹھاتا ہوں۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان پر قتل کی حد جاری نہ کی۔ لیکن انہیں سخت سزا دی۔

شریح نے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے کہا کہ آپ نے کس طرح یہ حکم صادر فرمایا؟

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

حضرت داؤدؑ کچھ بچوں کے پاس سے گزر رہے تھے کہ جو کھیل کود میں مصروف تھے۔ ان بچوں نے ایک بچے کو ''مات الدین'' کے نام سے آواز دی اور اس نے بھی دوسرے بچوں کو جواب دیا۔

داؤد علیہ السلام اس بچے کے پاس گئے اور کہا کہ تمہارا نام کیا ہے؟

بچے نے کہا! میرا نام ''مات الدین'' ہے۔

داؤد علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ کس نے تمہارا یہ نام رکھا ہے؟

اس نے کہا کہ میری ماں نے۔

داؤد علیہ السلام نے کہا تمہاری ماں کہاں ہے؟

اس نے کہا گھر میں۔

پھر داؤد علیہ السلام نے کہا میرے ساتھ اپنی ماں کے پاس چلو۔ جب داؤد علیہ السلام بچے کے ساتھ گھر پہنچے تو بچے نے ماں کو بلایا۔

داؤد علیہ السلام نے بچے کی ماں سے پوچھا، اے کنیز خدا تمہارے اس بچے کا کیا نام ہے؟

عورت نے کہا کہ اس کا نام ''مات الدین'' ہے۔

داؤد علیہ السلام نے عورت سے کہا کہ اس کا یہ نام کس نے رکھا ہے؟

عورت نے جواب دیا کہ اس کے باپ نے۔

داؤد علیہ السلام نے کہا کہ اس کا یہ نام کیوں رکھا گیا؟

عورت نے کہا! وہ سفر کے لئے گھر سے نکلا اور اس کے ہمراہ کچھ لوگ تھے اور میں حاملہ تھی۔ میرے شکم میں یہ بیٹا تھا۔ وہ سب لوگ تو سفر سے واپس آ گئے لیکن میرا شوہر واپس نہیں آیا۔ میں نے ان سے اپنے شوہر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ مر گیا ہے۔ جب میں نے اس کے مال کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے کہا کہ اس نے کوئی مال نہیں چھوڑا۔

انہوں نے کہا کہ تمہارا شوہر کہہ رہا تھا کہ تم حاملہ ہو۔ چاہے بیٹا پیدا ہو یا بیٹی، اس کا نام ''مات الدین'' رکھنا۔ پس میں نے اس کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اپنے بیٹے کا نام ''مات الدین'' رکھ دیا۔

داؤد علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم ان لوگوں کو جانتی ہو؟

عورت نے کہا! جی ہاں۔

داؤد علیہ السلام نے کہا، ان کے گھر جاؤ اور انہیں یہاں لے آؤ۔

وہ داؤد علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو داؤد علیہ السلام نے ایسا فیصلہ کیا کہ جس سے ان پر مرد کا خون ثابت ہوگیا اور ان سے مال لے لیا۔ پھر عورت سے فرمایا! اے کنیز خدا، اپنے فرزند کا نام ''عاش الدین'' رکھو۔[1]

اس روایات سے یہ استفادہ کیا جا سکتا ہے کہ شریح کا منکرین کی قسم پر تکیہ کرنا اشتباہ تھا۔ ان کی جھوٹی قسم ناحق قضاوت کا سبب بنی۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام

عدل الٰہی کی حکومت کے زمانے میں قضاوت میں غیبی امداد بھی کارفرما ہوگی تا کہ کوئی جھوٹی قسم اور جھوٹے گواہوں کے ذریعے حقیقت کے چہرے کو مسخ کر کے کسی پر ظلم وستم نہ کرے۔

اسی وجہ سے حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کو قضاوت میں کسی گواہ اور قسم کی ضرورت نہیں ہوگی۔ حضرت ولی عصر علیہ السلام بھی حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح اپنے علم کے مطابق عمل کریں گے۔

ہم اس بارے میں روایت نقل کرنے سے پہلے، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں خدا کے پیغمبروں میں سے بعض ممتاز صفات کے مالک تھے جیسے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمان علیہ السلام۔ اس حقیقت کو قرآن نے بھی بیان فرمایا ہے۔ اس بارے میں قرآن کی سورۂ نمل میں سے ایک نکتہ بیان کرنا چاہیں گے۔

۱۔ بحار الانوار: ۴۰/۲۵۹

ارشادِ خداوندی ہے:

" وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ عِلْماً وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ "[1]

اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا کیا تو دونوں نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں بہت سے بندوں پر فضیلت عطا کی ہے۔

سورہ انبیاء میں ان دو پیغمبروں کے بارے میں ارشاد ہے:

" وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْماً وَعِلْما "[2]

اور ہم نے سب کو قوّت فیصلہ اور علم عطا کیا تھا۔

سورۂ "ص" میں حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

" يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ "[3]

اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں اپنا جانشین بنا دیا ہے، لہٰذا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام خدا کے فضل و عنایت سے ایسے واقعات سے آگاہ ہوتے تھے کہ جن کے بارے میں دوسروں کو علم نہیں ہوتا تھا۔ لہٰذا ان کی حکومت و قضاوت میں کچھ خاص خصوصیات تھیں کہ جن کی وجہ سے انہیں قضاوت کرنے کے لئے گواہوں اور قسموں کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

۱۔ سورہ نمل: آیت ۱۵

۲۔ سورہ انبیاء: آیت ۷۹

۳۔ سورہ ص آیت ۲۶

بحث روائی

بعض معتقد ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا بینہ وشاہد کے بغیر قضاوت کرنا صرف چند موارد میں واقع ہوا ہے۔ان روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا حقیقت کے مطابق گواہوں کے بغیر قضاوت کرنا صرف ایک مورد میں منحصر نہیں ہے۔کیونکہ لوگوں میں اختلاف کا باعث بننے والی ایک چیز نہیں تھی کہ جس میں انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف رجوع کیا۔اس مطلب کی وضاحت کے لئے ان روایات پر غور فرمائیں۔

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

حضرت داؤد علیہ السلام نے خدا سے عرض کیا۔خدایا! میرے نزدیک حق کو اس طرح سے نمایاں و آشکار کردے، جیسے وہ تمہارے سامنے آشکار ہے تا کہ میں اس کے مطابق قضاوت کروں۔

خداوندِ کریم نے ان پر وحی کی اور فرمایا کہ تم میں اس کام کی طاقت نہیں۔حضرت داؤد علیہ السلام نے پھر اس بارے میں اصرار کیا۔ایک مرد ان کے پاس مدد مانگنے آیا کہ جو دوسرے شخص کی شکایت کر رہا تھا کہ اس شخص نے میرا مال لے لیا ہے۔

خداوند نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی کی کہ جو شخص مدد مانگنے آیا ہے، اس نے دوسرے شخص کے باپ کو قتل کر کے اس کا مال لے لیا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے مدد مانگنے والے شخص کو قتل کرنے اور اس کا مال دوسرے شخص کو دینے کا حکم دیا لوگ آپس میں اس حیرت انگیز واقعہ پر چہ میگوئیاں کرنے لگے۔حضرت داؤد علیہ السلام کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے خدا سے چاہا کہ وہ ان سے امور کے حقائق کا علم واپس لے لے۔خداوند کریم نے ایسا ہی کیا اور پھر وحی کی!

لوگوں میں بیّنہ اور گواہوں کے ذریعہ حکم کرو اور اس کے علاوہ انہیں میرے نام کی قسم کھانے کو کہو۔

اس روایت کو علامہ مجلسیؒ محمد بن یحییٰ سے، اس نے احمد بن محمد سے، اس نے حسین بن سعید سے، اس نے فضالہ ابن ایوب سے، اس نے ابان بن عثمان سے، اور ابان نے اس سے روایت کی ہے کہ جس نے اسے خبر دی ہے۔

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ابان بن عثمان نے روایت کی سند کو نامکمل نقل کیا ہے۔ علاوہ از این وہ خود بھی بعض بزرگان جیسے علامہ حلیؒ کے نزدیک موردِ قبول نہیں ہے۔

اس روایت میں موردِ اختلاف مال وثروت بیان ہوا ہے۔ دوسری روایت میں جس شخص کے بارے میں شکایت کی جاتی ہے، وہ شکایت کرنے والے کے ادّعا کو قبول کرتا ہے۔ شکایت کرنے والا معتقد ہوتا ہے کہ ایک جوان، اس کی اجازت کے بغیر باغ میں داخل ہوا اور اس نے انگور کے درختوں کو خراب کیا۔ جوان نے بھی یہ شکایت قبول کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے حکمِ واقع کی بناء پر جوان کے حق میں حکم کیا اور باغ جوان کی تحویل دے دیا۔

ایک دیگر روایت ہے کہ جس میں تصریح ہوئی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک بار بیّنہ کی بنیاد پر نہیں بلکہ حقیقت کی بناء پر قضاوت کی۔ اختلاف ایک گائے کی مالکیت کے بارے میں تھا کہ طرفین میں سے ہر ایک نے اپنے لئے گواہ پیش کئے تھے۔

قضاوتِ اہلبیت علیہم السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام

ہم نے کچھ روایات بیان کیں، جن میں حضرت داؤد علیہ السلام کی حکومت کا تذکرہ کیا گیا۔ جو اس

۱۔ بحار الانوار: ج ۱۰۴ ص ۱۰، وسائل الشیعہ: ج ۱۸ ص ۱۶۷

۲۔ بحار الانوار: ج ۱۰۴ ص ۶

۳۔ بحار الانوار: ج ۱۰۴ ص ۷، مستدرک الوسائل: ج ۱۷ ص ۳۶۱

بات کی دلیل ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی قضاوت میں بعض ایسی خصوصیات تھیں کہ جن میں سے ایک گواہوں سے بے نیازی تھی۔

یہ روایات کس طرح آئمہ اطہار علیہم السلام کی قضاوت کو بھی بیان کرتی ہیں۔

اس روایت توجہ کریں:

" عن الساباطی قال، قلت لابی عبداللّٰہ :بما تحکمون اذا حکمتم ؟ فقال :بحکم اللّٰہ و حکم داؤد ،فاذا ورد علینا شیء لیس عندنا تلقّانا بہ روح القدس؟ "[1]

ساباطی کہتا ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کی! قضاوت کرتے وقت آپ کس چیز سے حکم کرتے ہیں؟

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا! حکم خدا اور حکم داؤد سے۔ جب بھی ہم تک کوئی ایسی چیز پہنچے کہ جس کے بارے میں ہمارے پاس کوئی چیز نہ ہو تو روح القدس اسے ہم پر القاء کرتے ہیں۔

اس روایت پر بھی غور فرمائیں:

" عن جعید الھمدانی (و کان جعید ممن خرج الحسینؑ بکربلا) قال: فقلت للحسینؑ جعلت فداک: بای شیء تحکمون؟ قال :یا جعید نحکم بحکم آل داؤد، فاذا عیینا عن شیء تلقّانا بہ روح القدس؟ "[2]

جعید ہمدانی (جو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا گیا تھا) کہتا ہے کہ میں نے امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا! میں آپ قربان جاؤں، آپ کس چیز سے حکم کرتے ہیں؟ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے جعید ہم آل داؤد کے حکم سے حکم کرتے ہیں، اور جب بھی کسی چیز سے رہ جائیں تو روح القدس اسے ہم پر القاء کر دیتے ہیں۔

۱۔ بحار الانوار: ج ۵۲ ص ۵۶

۲۔ بحار الانوار: ۲۵/ ۵۷

اس روایت کو مرحوم مجلسیؒ نے جعید اور انہوں نے امام سجاد علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔[۱]

اس نکتہ کی طرف توجہ کرنا لازم ہے کہ ایسے جوابات اہل مجلس کی ذہنی ظرفیت کے مطابق ہوتے ہیں ورنہ روح القدس مکتب اہلبیتؑ کا طفل مکتب ہے۔جیسا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرمان ہے:

روح القدس نے ہاتھ نہ لگے ہوئے ہمارے باغ سے علم سیکھا۔[۲]

امام صادق علیہ السلام سے ایک روایت میں نقل ہوا ہے:

''عن حمران بن اعین قال :قلت لابی عبداللّٰہ علیہ السلام انبیاء انتم؟قال:لا،قلت فقد حدّثنی من لا اتھم انک قلت :انکم انبیاء؟قال من ھو ابو الخطاب؟قال :قلت:نعم قال:کنت اذا اھجر؟قال قلت بما تحکمون؟ قال نحکم بحکم آل داؤد؟ ''[۳]

حمران ابن اعین کہتا ہے کہ: میں نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا: کیا آپ انبیاء ہیں؟ انہوں نے فرمایا! نہیں۔

میں نے کہا! جس کی طرف کوئی جھوٹ کی نسبت نہیں دیتا،اس نے مجھ سے کہا ہے کہ آپ سب انبیاء ہیں۔

امامؑ نے فرمایا! کون ہے،کیا وہ ابوالخطاب ہے؟

میں نے کہا! جی ہاں۔

آنحضرتؑ نے فرمایا! اس بناء پر کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟

میں نے کہا! آپ کس چیز سے حکم کرتے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا! ہم حکمِ آل داؤد سے فیصلہ کرتے ہیں۔

ایک روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

۱۔بحارالانوار:ج۲۵ص۵۶

۲۔بحارالانوار:ج۲۶ص۲۶۵

۳۔بحارالانوار:ج۲۵ص۳۲۰

"انہ اتھم زوجتہ بغیرہ فنقر رأسھا و اراد ان یلا عنھا عندی، فقال لھا: بینی وبینک من یحکم بحکم داؤد و آل داؤد و یعرف منطق الطیر و لا یحتاج الی الشھود. فاخبرتہ ان الذی ظنّ بھا لم یکن کما ظنّ، فانصرفا علی صلح"[1]

اس نے اپنی زوجہ پر الزام لگایا تھا کہ وہ کسی اور کے ساتھ بھی ملوث ہے۔پس وہ اس پر ٹوٹ پڑا، وہ اسے میرے سامنے لعان کرنا چاہتا تھا۔اس کی زوجہ نے کہا! میرے اور تمہارے درمیان وہ فیصلہ کرے کہ جو حکم داؤد اور آل داؤد سے فیصلہ کرتا ہو جو پرندوں کی باتوں کو سمجھتا ہو اور جو کسی شاہد و گواہ کا محتاج نہ ہو۔پس میں نے اس سے کہا! تم اپنی زوجہ کے بارے میں جیسا سوچتے ہو ویسا نہیں ہے۔لہٰذا وہ دونوں صلح کے ساتھ واپس چلے گئے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قضاوت کیلئے آئمہ اطہار علیہم السلام بھی حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح دلیل و گواہ کے محتاج نہیں تھے۔اس بناء پر ان تمام روایات سے یہ استفادہ کیا جاتا ہے کہ حضرت داؤدؑ اپنے علم کی بنیاد پر عمل کرتے اور بینہ کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔کبھی آئمہ اطہار علیہم السلام بھی ایسی ہی قضاوت کرتے تھے۔

حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) بھی اپنے علم کی بنیاد پر قضاوت فرمائیں گے اور انہیں بھی گواہوں کی ضرورت نہیں ہوگی۔

امام مہدی علیہ السلام کے فیصلے

اب ہم امام عصر علیہ السلام کی قضاوت پر دلالت کرنے والی روایت کو نقل کریں گے کہ قضاوت کے لئے امام عصر علیہ السلام کو دلیل و گواہوں کی ضرورت نہیں ہوگی۔جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام بھی گواہوں کے محتاج نہیں ہوتے تھے۔اب اس روایت پر توجہ کریں۔

حسن بن ظریف نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا، جس میں اس نے امام عصر علیہ السلام کی

---

[1] بحار الانوار: ج ۴۶ ص ۲۵۶

کیفیت قضاوت کے بارے میں سوال کیا اور کہتا ہے:

" اختلج فی صدری مسألتان و اردتُ الکتاب بهما الی ابی محمدؑ، کتبت اسأله عن القائم بمّ یقضی؟ فجاء الجواب: سألت عن القائم ،اذا قام یقضی بین الناس بعلمه کقضاء داؤدؑ، ولا یسأل البیّنة "[1]

میرے سینے میں دو مسئلے پیدا ہوئے تو میں نے ارادہ کیا کہ دونوں مسئلے امام حسن عسکری علیہ السلام کو لکھوں، پس میں نے انہیں خط لکھا جس میں ان سے سوال کیا۔

قائم آل محمد علیہ السلام کس چیز سے قضاوت کریں گے؟

امامؑ کی طرف سے جواب آیا! تم نے قائم علیہ السلام سے سوال کیا۔ جب وہ قیام کریں گے تو وہ لوگوں کے درمیان اپنے علم سے قضاوت کریں گے۔ جس طرح داؤد علیہ السلام کی قضاوت کہ جو گواہ طلب نہیں کرتے تھے۔

امام صادق علیہ السلام نے ایک روایت میں ابوعبیدہ سے فرمایا:

" یاابا عبیده ؛انه اذا قام قائم آل محمدؑ، حکم بحکم داؤد و سلیمان لایسأل الناس بیّنة "[2]

وسائل الشیعہ میں یہ روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے۔

اے ابا عبیدہ؛ جب بھی قائم آل محمدؑ قیام کریں گے تو وہ حکم داؤد و سلیمان سے حکم کریں گے اور لوگوں سے گواہ طلب نہیں کریں گے۔ ابان کہتا ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ انہوں نے فرمایا:

" لا یذهب الدنیا حتی یخرج رجل منّی یحکم بحکومة آل داؤد لا یسأل عن بیّنة، یعطی کل نفس حکمها "[3]

۱۔ بحار الانوار: ۵/۲۶۴، ۵۲/۳۲۰، ۳۱/۹۵، مستدرک الوسائل: ۱۷/۳۶۴

۲۔ بحار الانوار: ۲۳/۸۶، ۲۶/۱۷۷، ۵۲/۳۲۰، مستدرک الوسائل: ۱۷/۳۶۴

۳۔ بحار الانوار: ۵۲/۳۲۰، وسائل الشیعہ: ۱۸/۱۶۸، مستدرک الوسائل: ۱۷/۳۶۴

دنیا تب تک تمام نہیں ہوگی، جب تک ہم میں سے ایک مرد حکومت آل داؤد کی مانند حکومت نہ کرے، وہ گواہ کا سوال نہیں کرے گا بلکہ ہر شخص پر واقعی حکم جاری ہوگا۔

یہ روایت ابان ابن تغلب سے یوں بھی نقل ہوئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"سیأتی فی مسجد کم ثلاث مأة و ثلاثة عشر رجلا. یعنی مسجد مکة. یعلم اهل مکة انه لم یلد(هم) آبائهم و لا اجدادهم، علیهم السیوف، مکتوب علی کل سیف کلمة تفتح الف کلمة، فیبعث اللّٰه تبارک و تعالی ریحاً فتنادی بکل وادٍ: هذا المهدی یقضی بقضاءِ داؤدَ و سلیمانَ، لا یرید علیه بینة"[1]

آپ کی مسجد (مسجد مکہ) میں تین سو تیرہ افراد آئیں گے کہ مکہ کے لوگوں کو معلوم ہوگا کہ وہ اہل مکہ کے آباء و اجداد کی نسل سے نہیں ہیں۔ ان پر کچھ تلواریں ہوں گی کہ ہر تلوار پر کلمہ لکھا ہوگا، جس سے ہزار کلمہ نکلیں گے۔ خداوند تبارک وتعالی کے حکم سے ایسی ہوا چلے گی کہ جو ہر وادی میں ندا دے گی! یہ مہدی علیہ السلام ہیں، جو داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی قضاوت سے قضاوت کریں گے اور بیّنہ و گواہوں کو طلب نہیں کریں گے۔

اسی طرح حریز کہتا ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ انہوں نے فرمایا:

"لن تذهب الدنیا حتی یخرج رجل منا اهل البیت یحکم بحکم داؤد و آل داؤد، لا یسأل الناس بینة"[2]

دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی کہ جب تک ہم اہلبیت علیہم السلام میں سے ایک مرد خروج نہ کرے گا، وہ حکم داؤد و آل داؤد سے حکم کرے گا اور وہ لوگوں سے گواہ طلب نہیں کرے گا۔

عبداللہ ابن عجلان نے روایت کی ہے کہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) جو نہ صرف مقام حکومت

۱۔ بحار الانوار: ۵۲/۲۸۶ اور ۳۶۹

۲۔ بحار الانوار: ۵۲/۳۱۹

میں گواہوں کی ضرورت نہیں ہوگی، بلکہ وہ دیگر پنہاں ومخفی امور سے آگاہ ہوں گے وہ ہر قوم کو ان کے دل میں پوشیدہ بات کی خبر دیں گے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اذا قام قائم آل محمد حکم بین الناس بحکم داؤد لا یحتاج الی بیّنة یلهمه اللّٰه تعالی فیحکم بعلمه، و یخبر کلّ قوم بما استبطنوه، و یعرف ولیّه من عدوّه باالتّوسم قال اللّٰه سبحانه" اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ، وَاِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ'' [۱][۲]

جب قائم آل محمد علیہ السلام قیام کریں گے تو وہ حکم داؤد سے لوگوں کے درمیان حکومت کریں گے انہیں گواہوں کی ضرورت نہ ہوگی۔خداوند کریم ان پر الہام کرے گا اور وہ اپنے علم سے فیصلہ کریں گے۔ہر قوم نے اپنے دل میں جو کچھ چھپایا ہو وہ اسے اس کی خبر دیں گے۔وہ دوست اور دشمن کو دیکھ کر ہی پہچان جائیں گے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

ان باتوں میں صاحبانِ بصیرت کے لئے بڑی نشانیاں پائی جاتی ہیں اور یہ بستی ایک مستقل چلنے والے راستہ پر ہے۔

ہم جو دوسری روایت نقل کرنے لگے ہیں کہ جس میں صراحت سے بیان ہوا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام قضاوت داؤد سے حکومت کریں گے۔لیکن اس میں گواہوں کی ضرورت ہونے یا نہ ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

" و یخرج اللّٰه من صلب الحسنؑ قائمنا اهل البیت علیهم السلام یملا ها قسطاً

۱۔سورہ حجر: آیت:۷۵،۷۶

۲۔بحار الانوار:۵۲/۳۳۹

وعدلاً کما ملئت جوراً و ظلماً. له هیبة موسی و حکم داؤد و بهاء عیسی،ثمّ تلا:

" ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ وَاللّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ "[۱][۲]

خداوند عالم حسن علیہ السلام کے صلب سے ہم اہلبیت علیہم السلام کے قائم کو خارج کرے گا، جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا، جس طرح وہ ظلم وجور سے پر ہو چکی ہوگی۔ وہ ہیبت موسیٰ، حکم داؤد اور بہاء عیسیٰ کا مالک ہوگا۔ پھر رسول اکرمؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ سب کو سننے اور جاننے والا ہے۔

ہم ایک اور روایت نقل کرتے ہیں۔ لیکن اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی کیفیت قضاوت کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا۔ لیکن اس میں تصریح ہوئی ہے کہ امام عصر علیہ السلام اپنی قضاوت کے دوران گواہ کے بارے میں سوال نہیں کریں گے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"دمان فی الاسلام حلال من اللّه عزوجل لا یقضی فیهما احد بحکم اللّه حتی یبعث اللّه عزوجل القائم من اهل البیت علیهم السلام،فیحکم فیهما ،بحکم اللّه عزوجل لا یرید علی ذالک بیّنة. الزانی المحصن یرجمه و مانع الزکاة یضرب رقبته "[۳]

اسلام میں خدا کی طرف سے دو خون مباح ہیں۔ ان میں کوئی ایک بھی حکم الٰہی سے فیصلہ نہیں کرتا، یہاں تک کہ خداوند عالم ہم اہلبیت علیہم السلام میں قائم کو بھیجے گا۔ وہ ان دو خون میں حکم الٰہی سے فیصلہ کرے گا اور وہ اس کام کے لئے گواہ طلب نہیں کرے گا۔

۱۔ سورہ آل عمران، آیت: ۳۴

۲۔ بحار الانوار: ۳۶/ ۳۱۳

۳۔ کمال الدین: ۶۷۱

۱۔ وہ شادی شدہ زانی کو سنگسار کرے گا۔

۲۔ جو زکات نہ دے وہ اس کی گردن مار دے گا۔

ہم نے جو روایت ذکر کی، وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام قضاوت کے دوران دلیل اور گواہ کے محتاج نہیں ہوں گے اور وہ اپنے علم کے مطابق عمل کریں گے۔ جیسا کہ حضرتؑ قضاوت میں گواہ طلب نہیں کرتے تھے۔

مرحوم علامہ مجلسیؒ بھی اسی عقیدہ کو قبول کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب حضرت قائم علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو وہ واقعیت کے مطابق اپنے علم کے ذریعے فیصلہ کریں گے نہ کہ گواہوں کے ذریعہ۔ لیکن دوسرے آئمہ اطہار علیہم السلام ظاہر سے فیصلہ کرتے تھے اور کبھی وہ اس کے باطن کو کسی وسیلہ کے ذریعے بیان کرتے۔ جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے بہت سے موارد میں یہ کام انجام دیا ہے۔

شیخ مفیدؒ کتاب ''المسائل'' میں فرماتے ہیں کہ امامؑ اپنے علم سے فیصلہ کر سکتے ہیں۔ جس طرح وہ گواہوں کے ذریعے فیصلہ کرتے ہیں۔ لیکن جب انہیں معلوم ہو کہ گواہی واقعیت وحقیقت کے خلاف ہے تو وہ گواہ کی گواہی کے باطل ہونے کا حکم کرتے ہیں اور خداوند متعال کے دیئے ہوئے علم کے ذریعے فیصلہ کرتے ہیں[۱]۔

زمانِ ظہور میں امام عصر علیہ السلام کے قاضیوں کے فیصلے

دنیا میں عدالت کا رواج اور ظلم وستم کا خاتمہ صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب ظہور کے پرنور زمانے میں قاضیوں کی قضاوت بھی حقیقت اور واقعیت کی بناء پر ہو نہ کہ ظاہر کی بناء پر۔ یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب حقیقت وواقعیت کو درک کرنے کے لئے قاضیوں کے پاس دلیل وگواہ

۱۔ بحار الانوار: ۲۶/۱۷۷

کے علاوہ اور راستہ بھی ہو۔

روایات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کی حکومت میں نہ صرف امام زمانہ علیہ السلام کو گواہوں اور دلائل کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ ان کی طرف سے بنائے گئے اور معین قاضیوں کو بھی غیبی امداد حاصل ہوگی۔ وہ بھی دلیل و گواہ سے بڑھ کر دوسرے امور سے سرشار ہوں گے۔ جو کبھی بھی جھوٹی قسم اور جھوٹے گواہوں کی چال بازیوں اور مکاریوں میں گرفتار نہیں ہوں گے۔ کیونکہ وہ پوری دنیا میں عدل و انصاف کے قیام اور ظلم و جور کا قلع قمع کرنے پر مأمور ہوں گے۔

روایات میں اس حقیقت کی تصریح ہوئی ہے کہ ظہور کے درخشاں زمانے میں قاضیوں کی کیفیت قضاوت کیا ہوگی؟ اس بارے میں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

" اذا قام القائم بعث فی اقالیم الارض فی کل اقلیم رجلاً یقول: عهدک فی کفک ، فاذا ورد علیک امر لا تفهمه ولا تعرف القضاء فیه فانظر الی کفّک واعمل بما فیهما "

" قال او یبعث جندا الی القسطنطینیّة، فاذا بلغوا الخلیج کتبوا علی اقدامهم شیئاً ومشوا علی الماء فاذا نظر الیهم الرّوم یمشون علی الماء قال: هؤلاء اصحابه یمشون علی الماء فکیف هو؟ فعند ذلک یفتحون لهم ابواب المدینة فیدخلونها، فیحکمون فیها مایشاؤون"[1]

جس زمانے میں قائم قیام کریں گے تو زمین کے ہر خطے میں ایک مرد بھیجیں گے اور اس سے فرمائیں گے کہ تمہارا عہد و پیمان (یعنی جو تمہارا وظیفہ ہے اسے انجام دو) تمہارے ہاتھ کی ہتھیلیوں میں ہے۔ پس جب بھی کوئی ایسا واقعہ پیش آئے کہ جسے تم نہ سمجھ سکو کہ اس کے بارے میں کس طرح قضاوت و فیصلہ کرو تو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھو اور جو کچھ اس میں موجود ہو، اس کی بناء پر فیصلہ کرو۔

۱۔ الغیبۃ مرحوم نعمانی: ۳۱۹

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

وہ اپنی فوج کے ایک لشکر کو قسطنطنیہ کی طرف بھیجیں گے۔ جب وہ خلیج میں پہنچے گے تو ان کے پاؤں پر کچھ لکھا جائے گا۔ جس کی وجہ سے وہ پانی پر چلتے ہوئے دیکھیں گے تو کہیں گے۔ یہ پانی پر چلنے والے اس کے یاور وانصار ہیں تو پھر وہ کس طرح ہوگا؟

پھر ان کے لئے شہر کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور شہر میں داخل ہو جائیں گے اور وہاں وہ جس چیز کا چاہیں، حکم کریں گے۔

اگر چہ بعض مؤلفین اس روایت میں ایک دوسرے معنی کا بھی احتمال دیتے ہیں کہ جو ظاہر روایت کے خلاف ہے۔ کیونکہ ظاہر روایت یہ ہے کہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) جس شخص کو دنیا کے کسی خطے میں قضاوت کے لئے بھیجیں گے، اسے غیبی امداد بھی حاصل ہوگی۔ اس کے علاوہ امام زمانہ علیہ السلام کی فوج میں شامل ہر سپاہی میں بھی ایسی خصوصیات ہوں گی۔ جیسا کہ روایت کے آخر میں اس کی وضاحت ہوئی ہے کہ وہ کسی ظاہری وسیلہ کے بغیر پاؤں پر کچھ لکھنے سے پانی پر چلیں گے۔

اس بیان کے رو سے ہم کیوں غیبی امداد کی موبائل جیسی چیز سے توجیہ کریں۔

قابلِ توجہ امر یہ ہے کہ روایت میں بیان ہوا ہے کہ ظہور کے درخشاں زمانے میں قاضیوں کو غیبی امداد حاصل ہوگی۔ اسی طرح وہ اپنے علم وفہم کے ذریعہ دوسروں کے فہم وبصیرت سے بھی فائدہ حاصل کریں گے۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

" ثم یرجع الی الکوفة فیبعث الثلاث مأئة والبضعة عشر رجلاً الی الآفاق کلها فیمسح بین اکتافهم و علی صدورهم ،فلا یتعایون فی قضاء....."[1]

پھر کوفہ لوٹ جائیں گے اور تین سو تیرہ افراد کو آفاق کی طرف بھیج دیں گے۔ وہ ان کے کندھوں اور سینوں پر ہاتھ پھیریں گے کہ جس کی وجہ سے وہ فیصلہ کرنے میں غلطیاں نہیں کریں گے۔

۱۔ بحار الانوار: ۵۲/۳۴۵

اس روایت سے کچھ نکات حاصل ہوتے ہیں:

۱۔امام عصر علیہ السلام کے تین سو تیرہ افراد دنیا کے حاکم ہوں گے اور دنیا کے تمام خطے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے یاور وانصار کے ہاتھ میں ہوں گے۔

۲۔حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) (جو یداللہ ہیں) ان کے سینوں اور کندھوں پر ہاتھ پھیریں گے۔ جس کی وجہ سے انہیں غیبی امداد حاصل ہوگی اور وہ کبھی بھی قضاوت اور حق کا حکم صادر کرنے میں عاجز وکمزور نہیں ہوں گے۔

۳۔دنیا کے مختلف خطوں میں بھیجے جانے والے تین سو تیرہ افراد مرد ہوں گے۔جیسا کہ اس روایت میں بھی اس کی وضاحت ہوئی ہے[۱]۔

بحث کے اہم نکات

اب چند نکات پر توجہ کریں۔

۱۔متعدد روایات میں تصریح ہوئی ہے کہ امام عصرؑ کو قضاوت کرنے کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں ہوگی۔

۲۔بعض دوسری روایات کے ظاہر سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو گواہوں کی ضرورت ہوگی۔

لیکن ان روایات میں دوسری روایات سے تعارض کی توانائی نہیں ہے۔

۳۔اگر فرض کریں کہ یہ روایات دوسری روایات کے متعارض ہیں تو پھر روایات کے مابین طریقہ جمع سے استفادہ کرنا ہوگا جس میں مخالف روایات کو حکومت امام زمانہؑ کے ابتدائی دور پر

۱۔بعض کا نظریہ یہ ہے کہ امامؑ کے اصحاب وانصار میں مرد اور خواتین کی مجموعی تعداد تین سو تیرہ ہوگی لیکن یہ نظریہ صحیح نہیں ہے۔کیونکہ اصحاب و یاوران امام مہدیؑ میں چند عورتیں بھی ہوں گی لیکن وہ ان تین سو تیرہ افراد میں سے نہیں ہوں گی کہ جو دنیا میں عدل الٰہی کی حکومت کو قائم کرنے کے لئے دنیا کے مختلف حصوں میں بھیجے جائیں گے۔اس نظریہ کی وجہ یہ ہے کہ تین سو تیرہ افراد کے بارے میں وارد ہونے والی اکثر روایات لفظ ''رجالا'' سے تعبیر نہیں ہوئیں۔لیکن دوسری روایات پر توجہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تین سو تیرہ افراد سب مرد ہوں گے۔اگر چہ معنوی شان ومرتبت کے لحاظ سے کچھ خواتین بھی ان تین سو تیرہ افراد کی طرح ہوں گی۔

حمل کر سکتے کہ جب حکومت پوری طرح مستقر نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ حکومت کے استقرار کے بعد روئے زمین پر امام عصر علیہ السلام کے یاور وانصار میں تین سو تیرہ افراد کو غیبی امداد حاصل ہوگی۔ جس کی وجہ سے وہ جھوٹے گواہوں کی گواہی سے غلطی میں مبتلا نہیں ہوں گے اور دوسری قسم کی روایات کو امام کی مستقر حکومت سے منسلک کر سکتے ہیں۔

۴۔ جن کا یہ کہنا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فقط ایک بار حقیقت کی بناء پر قضاوت کی، ہم ان سے کہیں گے کہ: کیا یہ معقول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فقط ایک بار واقع کی بناء پر قضاوت کی ہو اور ان کی قضاوت اتنی مشہور ہو جائے؟

۵۔ اگر فرض کریں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک ہی بار علمِ واقعی کے مطابق عمل کیا اور ان کی قضاوت اس قدر شہرت کی حامل بن گئی، تو امام مہدی علیہ السلام کی قضاوت کو حضرت داؤد علیہ السلام کی قضاوت سے تشبیہ دینا، فقط اسی قضاوت کی وجہ سے ہے کہ جو مشہور ہوگئی۔

۶۔ اگر ہم یہ قبول بھی کر لیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک بار اپنے علم واقعی کے مطابق قضاوت کی تو پھر ان روایات کا کیا جواب دیں گے کہ جن میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور آل داؤد گواہ کا سوال کئے بغیر قضاوت کرتے تھے۔

۷۔ جیسا کہ ہم نے رسول اکرمؐ کے فرمان سے نقل کیا کہ گواہوں کی بنیاد پر قضاوت کا خلافِ واقع ہونا ممکن ہے کہ جو ایک قسم کا ظلم ہے۔ اگر ایسا ہو تو پھر یہ کس طرح حضرت مہدی علیہ السلام کی حکومت سے سازگار ہو سکتا ہے؟

۸۔ ان سب کے علاوہ بھی اس روایت کے مطابق کہ جس میں حضرت داؤد علیہ السلام نے خدا سے گواہی کی بنیاد پر عمل کرنے کا مطالبہ کیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پیروکار حکم واقعی کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں تھے۔ لیکن ظہور امام زمانہ علیہ السلام کے وقت لوگوں کی عقلی اعتبار سے تکامل کی منزل پر فائز ہوں گی۔ لہٰذا اس وقت واقع کے مطابق قضاوت سے دستبردار ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔

تیسرا باب:

اقتصادی ترقی

تیسرا باب:

اقتصادی ترقی

ظہور کے زمانے میں اقتصادی ترقی

ظہور کے زمانے میں اقتصادی ترقی و پیشرفت کو بیان کرنے سے پہلے غربت اور تنگدستی کے بارے میں ایک اہم نکتہ بیان کرتے ہیں کہ جو اقتصادی نظام کی ناکامی کی دلیل ہے۔غیبت کے زمانے میں پوری دنیا میں بہت سے جرائم مالی پریشانی،غربت اور اقتصادی فقر کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں اور آئندہ بھی رونما ہوتے رہیں گے۔یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو قتل و غارت،خونریزی،چوری اور راہزنی کے بہت سے واقعات کی بنیاد ہے۔

جو اپنے عقیدے کے مطابق قتل،خونریزی،چوری اور دوسرے جرائم کے خلاف مبارزہ آرائی کررہے ہیں اور معاشرے کو ان جرائم سے پاک کرنا چاہتے ہیں۔انہیں ان جرائم کے علل و اسباب (جس میں سے ایک مہم علت غربت اور فقر ہے) کو ختم کرنا چاہیئے تا کہ معاشرے میں کسی حد تک جرائم کو ختم کیا جا سکے۔

جرائم کے وقوع کا دوسرا اہم سبب زیادہ مال کی ہوس اور لالچ ہے۔پہلے سبب کی بنسبت یہ دوسرا سبب زیادہ اہم ہے۔کیونکہ اگر کوئی فقیر اور غریب غربت کی وجہ سے کسی گھر میں چوری کرتا ہے یا کسی کو قتل کرتا ہے تو قدرت منداور حریص مال و دولت میں اضافے کی غرض سے معاشرے کو غارت کرتا ہے اور قوم و ملت کا خون بہاتا ہے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جس طرح امیر، ثروتمند اور صاحبِ قدرت شخص کے پاس فقیر وضعیف انسان کی بہ نسبت خدمت کے زیادہ وسائل ہوتے ہیں۔اسی طرح اس کے پاس خیانت کے وسائل بھی فقیر ومحتاج سے زیادہ ہوتے ہیں۔

اس بنا پر غریبوں اور ضرورتمندوں کی غربت اور اس سے بڑھ کر دولت مندوں اور قدرت مندوں کے مال و دولت میں اضافے کی خواہش غیبت کے زمانے میں جرائم کے رونما ہونے کی دو اہم وجوہات ہیں۔

ظہور کے پرنور زمانے میں نہ صرف یہ دو عامل بلکہ جنایت وخیانت اور جرائم کے تمام عوامل نابود ہو جائیں گے اور نجات وسعادت کے عوامل فساد وتباہی کے عوامل کی جگہ لے لیں گے۔

قدرتمندوں اور دولت مندوں کی ایک اہم ذمہ داری فقیر اور ضعیف افراد کی مدد کرنا ہے تا کہ ان کے اقتصادی فقر کا جبران ہو سکے اور خود ان کی سرکشی اور ظلم کے لئے بھی مانع ہو جس کے نتیجہ میں تباہی اور فساد کے دو اہم عوامل برطرف ہو جائیں گے۔لیکن افسوس کہ ہم یہ اہم ترین ذمہ داری بہت سی دوسری ذمہ داریوں کی طرح بھول چکے ہیں۔لیکن ظہور کے درخشاں زمانے میں اگر کوئی شخص کسی کی دستگیری اور مدد کرنا چاہے تو اسے ڈھونڈنے سے بھی کوئی فقیر نہیں ملے گا۔

ہم نے جو قابل توجہ نکتہ ذکر کیا ہے، وہ یہ ہے کہ دنیا میں جرائم کے عوامل میں سے فقر سے بڑا عامل ثروتمندوں اور قدرتمندوں کی اپنے مال میں اضافہ کی حرص وطمع ہے۔

کیونکہ مال دار افراد مال کو بڑھانے اور قدرت مند اپنی قوت و طاقت کو بڑھانے کے لئے جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

حقیقت میں دوسرا سبب، پہلے سے زیادہ وسیع ہے اور یہ پہلے سبب کے ساتھ شریک بھی

ہے۔کیونکہ معاشرے میں فقر کے اہم اسباب میں ایک سبب ایسے صاحبِ ثروت افراد ہیں کہ جو اپنے سرمائے کو زیادہ کرنے کے لئے انتہائی پست قسم کے حربے آزماتے ہیں۔ذخیرہ اندوزی اور قیمتوں میں بے تحاشا اضافہ فقر وتنگدستی کا باعث بنتے ہیں۔خاندانِ وحی وعصمت وطہارت علیہم السلام کے کلمات میں بھی اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔

اس امر پر بھی توجہ کریں کہ زمین کا کاروبار کرنے والے خود تو بنگلوں اور محلوں میں زندگی گزارتے ہیں اور ہزاروں ایکڑ اراضی پر قبضہ کر کے زمین کی قیمتوں میں اضافہ کرتے ہیں۔جس کے نتیجے میں ضرورتمند زمین کا چھوٹا سا ٹکڑا خریدنے سے بھی قاصر ہوتے ہیں۔

اس بنا پر بہت سے دولت مند اموال کو ذخیرہ کر کے نہ صرف فقر ایجاد کرتے ہیں بلکہ فقر میں اضافہ کا باعث بھی بنتے ہیں، جو بعض ضرورت مند افراد کے لئے جرم وفساد کے ارتکاب کا مقدمہ بنتا ہے۔اسی طرح مال میں اضافے کی خواہش،اور ہوس ان کے ارتکاب جرم اور شرعی وعقلی اخلاقیات کو ترک کرنے کا بھی باعث ہے۔اب اس واقعہ پر توجہ کریں:

''خان مرد'' تہران کے امیر ترین افراد میں سے تھا۔جس نے شہر میں مسجد ومدرسہ بھی تعمیر کروایا۔جو اب تک اسی کے نام سے مشہور ہے۔کہتے ہیں کہ خان مرد کے پرانے دوستوں میں سے ایک ہر روز اس کے گھر کے سامنے لگے ہوئے چنار کے درخت کے ساتھ کھڑا خان کے گھر سے نکلنے کا انتظار کرتا کہ شاید گھر سے نکلتے وقت وہ اس کی طرف دیکھے اور اس پر کچھ لطف ومہربانی کرے۔لیکن خان نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔جب خان اپنے منصب سے معزول ہو کر خانہ نشین ہو گیا تو اس کا یہ دوست اس سے ملاقات کرنے گیا۔

خان نے اس سے گلہ وشکوہ کیا کہ تم نے مجھے اتنی مدت تک یاد ہی نہیں کیا اور تم مجھ سے ملنے نہیں آئے۔اس شخص نے ہر دن اس کے گھر کے سامنے آنے کا واقعہ بیان کیا تو خان نے کہا! میں اس وقت اپنے گھر کے سامنے لگے ہوئے چنار کے درخت کو نہیں دیکھتا تھا تو پھر تمہیں کیسے دیکھتا کہ جو اس

درخت کے نیچے کھڑے ہوتے تھے[۱]۔

جی ہاں! امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور سے پہلے ایسے بہت سے ثروتمند ہیں کہ جو دائرہ انسانیت سے ہی نکل چکے ہیں۔ جو شرعی و عقلی اخلاقیات کے ذریعہ بھی اپنے سرکشی و گمراہی کو کنٹرول نہیں کر سکے۔

اس نکتے کو مدنظر رکھتے ہوئے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ظہور کے زمانے میں بے تحاشا دولت کس طرح سے ان کی سرکشی و گمراہی کا باعث نہیں بنے گی۔ حالانکہ اس وقت دنیا بھر کے تمام افراد بے نیاز اور صاحبِ ثروت ہوں گے؟

یعنی اگر یہ تمام منحوس اور برے آثار زیادہ دولت کی وجہ سے ہیں تو پھر ظہور کے زمانے میں لوگ کیوں اتنے سرمائے اور دولت کے مالک ہوں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حلال طریقے سے حاصل ہونے والی ثروت میں کبھی بھی نحوست اور منفی اثرات نہیں ہوتے۔ بلکہ ممکن ہے کہ وہ خیرات کا وسیلہ ہو۔ لیکن یہ دولتمند اپنی دولت کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر دولت خود بری ہوتی تو پھر سب دولتمندوں کو ایسا ہونا چاہیئے تھا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ بعض ثروتمند افراد نے معاشرے کی قابل قدر خدمت کی ہے۔ جنہوں نے بہت سے مستضعف اور غریب افراد کی مدد کی ہے۔ خاندانِ عصمت وطہارت علیہم السلام کے فرامین میں ایسے افراد کی مدح کی گئی ہے (اگرچہ دورِ حاضر میں ایسے افراد بہت کم ہیں) اور یہ ایسے ثروتمندوں کی کم عقلی کی دلیل ہے کہ جو ہمیشہ اپنی دولت میں اضافہ اور اپنے ورثاء کے لئے مال و دولت چھوڑ جانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ ورنہ خود مال و دولت ایسا ذریعہ ہے کہ جس سے انسان دشمن کو بھی اپنے قریب لا سکتا ہے اور بے گناہ افراد کا خون بھی بہا سکتا ہے۔

علاوہ ازاین! ظہور کے پرنور زمانے میں انسان معنوی تکامل اور فکری و عقلی رشد اور سعادت کی وجہ سے ہلاکت و گمراہی سے محفوظ رہیں گے۔

۱۔ دوازدہ ہزار مثل فارسی: ۴۳۲

اس مبارک اور پرنور زمانے میں مال و دولت کی کثرت ہوگی۔لیکن اسے ذخیرہ کرنے اور اس میں اضافے کی خواہش نہیں ہوگی۔اس وقت مال و دولت،سرمایہ اور کثیر نعمتیں ہوں گی۔لیکن ہلاکت اور گمراہی اور دین کی حدود کی پامالی نہیں ہوگی۔

اس زمانے میں دنیا میں موجود تمام دولت (چاہے وہ زمین کے اندر چھپی ہوئی ہو یا روئے زمین پر) آنحضرتؑ کے پاس جمع ہوگی۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ زمین کے سینے میں قیمتی پتھر،سونے چاندی اور دوسری بہت سی قیمتی اشیاء کے خزانے پوشیدہ ہیں؟

کیا آپ جانتے ہیں کہ زمین نے اپنے اندر سونے کے پہاڑ چھپا رکھے ہیں؟

کیا آپ جانتے ہیں کہ قدیم بادشاہ اور دولت مند حضرات اپنا بیش بہا سرمایہ زمین میں چھپاتے تھے؟

کیا آپ جانتے ہیں کہ زلزلوں کی وجہ سے بہت بڑا سرمایہ زمین کے سینہ میں پنہاں ہے؟

ظہور کا زمانہ،مخفی و پنہاں امور کے آشکار ہونے اور آگاہی کا زمانہ ہے۔اس وقت زمین میں مخفی ثروت و سرمایہ آشکار ہو جائے گا،جس سے ظہور کے زمانے کے افراد استفادہ کریں گے۔

کنٹرول کی قدرت

ہم نے جو کچھ ذکر کیا،خاندانِ عصمت وطہارت علیہم السلام میں اس کی تصریح ہوئی ہے۔ہماری اس بات کی شاہد حضرت باقر العلوم علیہ السلام کی یہ روایت ہے:

"یقاتلون واللّٰہ حتی یوحّد اللّٰہ ولا یشرک بہ شیء و حتی یخرج العجوز الضعیفة من المشرق تریدالمغرب ولا ینهاها احد و یخرج اللّٰہ من الارض بذرها، وینزل من السّماء قطرها،و یخرج الناس خراجهم علی رقابهم الی المهدی ویوسع اللّٰہ

علی شیعتنا و لو لا ما یدرکھم من السعادۃ لبغوا''[1]

خدا کی قسم وہ جنگ کریں گے حتی کہ سب خدا کو یک و یکتا سمجھیں، اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ جانیں۔ حتی کہ ایک کمزور بوڑھی عورت مشرق سے مغرب کے قصد سے نکلے اور کوئی اسے اس کام سے نہ روکے۔

خداوند زمین سے بیج کو خارج کرے گا اور آسمان سے بارش برسائے گا۔ لوگ اپنے مال سے خراج نکال کر حضرت مہدی علیہ السلام طرف لے کر جائیں گے۔ خدا ہمارے شیعوں میں اضافہ کرے گا۔ اگر انہیں یہ سعادت حاصل نہ ہوتی تو وہ یقیناً گمراہی و ہلاکت میں مبتلا ہو جاتے۔

جس طرح ثروت و فقر انسان کی سعادت کا سبب واقع ہو سکتے ہیں اسی طرح یہ ظلم و خیانت کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔ یعنی فقر اور مال دونوں جرائم کی زیادتی میں بنیادی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ یہ دونوں انسان کی سعادت کا وسیلہ بھی بن سکتے ہیں۔

مال میں اضافہ کی طمع و حرص سے بھی جرائم وجود میں آتے ہیں اور اس کی اہم وجہ غیبت کے زمانے میں طمع و حرص کو کنٹرول کرنے کی قدرت کا نہ ہونا ہے۔

معاشرے کا مقامِ ولایت سے آشنا نہ ہونا اور انسان کا خاندانِ وحی علیہم السلام کے عظیم مرتبہ کی طرف توجہ نہ کرنا، اس سے سعادت کے چھن جانے کا باعث بنتا ہے۔ جو اسے مقامِ ولایت سے دور کر دیتا ہے جو کہ قدرت و طاقت کو کنٹرول کرنے والا ہے۔

لیکن ظہور کے پرنور اور مبارک زمانے میں بشریت ولایت کی پناہ میں ہوگی اور پوری دنیا کے لوگوں کے سروں پر رحمت الٰہی کا سایہ ہوگا۔ جو انہیں حضرت مہدی علیہ السلام کی الوہی ولایت کی قدرت سے محفوظ و کنٹرول کرے گا۔ اسی عظیم سعادت کی وجہ سے ظہور کے پرمسرّت زمانہ میں لوگوں کے مال میں چاہے کتنا بھی اضافہ ہو جائے، مگر وہ ان کی گمراہی و سرکشی کا باعث نہیں بنے گا۔

۱۔ بحار الانوار: ۲۵/۳۴۵

جی ہاں! دنیا کے تمام لوگوں پر قدرتِ ولایت کا سایہ ہونے کی وجہ سے وہ تمام قوّت وطاقت، قدرت وتوان اور تمام امکانات ووسائل کو اس کے زیر سایہ قرار دے کر خود کو کنٹرول کریں گے اور ظلم وزیادتی اور گمراہی وضلالت سے دور رہیں گے۔

یہ وہی سعادت وخوش بختی ہے جس کی امام باقر علیہ السلام نے روایت کے آخر میں تصریح فرمائی ہے:

"و لو لا ما یدرکهم من السعادة لبغوا"

زمانہ ظہور کی خصوصیات میں سے ایک سب کے لئے کنٹرول کا ہونا ہے۔ عصرِ ظہور میں مال و ثروت، قدرت وطاقت جتنی بھی زیادہ ہو جائے پھر بھی سب کو ظہورِ ولایت کی وجہ سے سعادت ونیک بختی حاصل ہوگی۔ سب میں حرص وطمع کو کنٹرول کرنے کی قدرت ہوگی۔ کیونکہ نعمتوں سے سرشار زندگی کے ساتھ ساتھ عقلی تکامل بھی ہوگا۔

اب امام صادق علیہ السلام کی اس بہترین روایت پر توجہ کرتے ہیں۔

''تواصلوا تبارّوا و تراحموا، فوالذی فلق الحبّة و برأ النسمة لیاتینّ علیکم وقت لا یجد احدکم لدیناره و درهمه موضعاً، یعنی لا یجد عند ظهور القائم موضعاً یصرفه فیه لاستغناء الناس جمیعاً بفضل اللّٰه و فضل ولیه''

فقلت: و انّی یکون ذالک؟

''فقال: عند فقدکم امامکم فلا تزالون کذالک حتی یطلع علیکم کما تطلع الشمس، آیس ما تکونون، فایّاکم والشک والارتیاب، وانفوا عن انفسکم الشکوک و قد حذّرتکم فاحذروا، اسأل اللّٰه و ارشادکم''[1]

ایک دوسرے کے ساتھ مرتبط رہو اور آپس میں نیکی اور مہربانی کرو، اس کی قسم کہ جو دانے کو اگاتا ہے اور اس میں روح ڈالتا ہے۔ یقیناً تم لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ تم میں سے کسی کو دینا ریا درہم کے

۱۔ الغیبۃ مرحوم نعمانی: ۱۵۰

مصرف کرنے کی جگہ نہیں ملے گی یعنی حضرت قائم علیہ السلام کے ظہور کے زمانے میں کوئی ایسی جگہ نہیں ملے گی کہ جہاں اپنا پیسہ خرچ کیا جائے۔ کیونکہ خداوند اور اس کے ولی کے فضل سے سب لوگ بے نیاز ہو جائیں گے۔

میں نے عرض کیا یہ کون سا زمانہ ہے؟

امامؑ نے فرمایا! جب تمہیں تمہارے امامؑ نہیں ملیں گے تو ایسا ہوگا کہ تم پر ایسا زمانہ ظاہر ہوگا کہ جس طرح سورج طلوع کرتا ہے، یہ اس زمانے میں ہوگا کہ جس میں آنحضرتؑ کے ظہور کے زمانے سے زیادہ ناامیدی ہوگی۔

پس شک کرنے یا خود کو شک میں مبتلا کرنے سے پرہیز کرو، خود سے شک کو دور کرو۔ یقیناً میں نے تمہیں ڈرایا، پس تم اس سے ڈرو اور آگاہ ہو جاؤ۔ میں خدا سے تمہارے لئے توفیق و ہدایت کی دعا کرتا ہوں۔

اس روایت میں دلوں کو یأس و ناامیدی اور شک سے دور رہنے کے بارے میں بہترین نکتہ بیان ہوا ہے کہ جس کی تشریح کیلئے مفصل بحث کی ضرورت ہے۔

اس روایت کا مورد استدلال حصہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا وہ نورانی اور مبارک زمانہ ہے کہ جس کے بارے میں امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اس زمانے میں سب لوگوں کے بے نیاز ہونے کی وجہ سے کوئی ایسا نیازمند نہیں ملے گا کہ ثروت مند اپنے مال سے جس کی مدد کر سکیں۔

دنیا میں ۸۰۰ ملین سے زائد بھوکے

اگر ہم اپنے زمانے کو ظہور کے درخشاں و منوّر زمانے سے مقائسہ کریں (کہ جب چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی کوئی نیازمند اور ضرورتمند نہیں ملے گا) تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہمارے موجودہ دور میں

پوری دنیا میں کروڑوں بھوکے افراد موجود ہیں جن کی فلاح ونجات کے لئے کوئی بھی مؤثر اقدام نہیں کیا گیا اس بارے میں آپ اس رپورٹ پر توجہ کریں۔

عالمی بینک کے سربراہ کا کہنا ہے کہ دنیا کے ایک ارب افراد دنیا کے اقتصاد کو چلا رہے ہیں۔دنیا کی ۸۰%آمدنی ان سے مختص ہے۔حالانکہ دنیا کی بقیہ آبادی پانچ ارب ہے۔جو دنیا کی ۲۰% آمدنی پر زندگی گزار رہے ہیں۔

اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ برائے خوراک وزراعت کی رپورٹ کے مطابق دنیا میں بھوکے افراد کی تعداد ۱۸ملین سے بڑھ کر ۸۴۲ملین تک پہنچ چکی ہے۔

اب پیرس کے ایک اخبار ''ونت مینوت'' ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۲ء بروز بدھ کی رپورٹ ملاحظہ کریں:

دنیا میں ہر چار سیکنڈ میں بھوک کی وجہ سے ایک انسان ہلاک ہوتا ہے۔دنیا میں ۸۴۰ملین افراد غذا کی وجہ سے پریشان حال ہیں اوران میں سے ۷۹۹ملین افراد ترقی پذیر ممالک میں زندگی گزار رہے ہیں۔

دنیا کے ۳۰ ممالک میں اضطراری حالت کا اعلان ہو چکا ہے اور صرف افریقا میں ۲۷ ملین افراد کو فوری اور اضطراری مدد کی ضرورت ہے۔ایشیا میں ۲۰% (۴۹۶ملین) آبادی بھوک کی وجہ سے پریشان ہے۔

اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ برائے خوراک وزراعت کے مطابق روزانہ ۲۴ ہزار افراد بھوک کی وجہ سے لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔بھوک کی وجہ سے ہر سال پانچ سال سے کم عمر کے ساٹھ لاکھ بچے ہلاک ہوجاتے ہیں۔

یہ تمام پریشانیاں، بھوک، تنگدستی، بے روزگاری دنیا کے ممالک کی ناقص مدیریّت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اگر دنیا کی سیاسی شخصیات ان نقائص کے اسباب کو جان کر مخلصانہ طریقے سے انہیں ختم کرنے کی کوشش کریں تو دنیا میں اتنی زیادہ تعداد میں بھوکے افراد نہ ہوں۔

بھوک کی ایک بنیادی وجہ کمر توڑ مہنگائی اور قیمتوں میں بے تحاشا اضافہ ہے۔بھوک کے خلاف جنگ میں کامیابی کے لئے نرخوں میں اضافے کی روک تھام کے لئے مناسب اور فوری اقدام کرنا انتہائی ضروری ہے۔لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اب تک اس بارے میں کوئی قابل ذکر پیشرفت نہیں ہوئی۔

اب ذرا ایران میں مختلف اشیاء کی قیمتوں میں اضافے کی یہ رپورٹ ملاحظہ کریں۔

سال	۵۷	۶۲	۶۷	۸۲
ملکی آبادی	۳۵،۰۰۰،۰۰۰	۴۰،۰۰۰،۰۰۰	۴۶،۰۰۰،۰۰۰	۸۶،۰۰۰،۰۰۰

نرخوں میں اضافہ

سال	یونجہ	جو	جوکر	کھلی/ کھل	دودھ	بچھڑا زندہ	گائے زندہ
۵۷	۸	۷	۳	۹	۲۷	۲۱۰	۱۵۰
۸۲	۱۲۰۰	۱۲۰۰	۶۲۰	۱۸۰	۲۰۰۰	۱۴۰۰۰	۱۰۰۰۰
شرح اضافہ	۱۵۰گنا	۱۷۲گنا	۲۰۶گنا	۲۰۶گنا	۷۲گنا	۶۷گنا	۶۷گنا
۸۳	۱۶۰۰	۱۵۵۰					

یہ دنیا کے ایک حصے میں اجناس کی قیمتوں کا چھوٹا سا نمونہ ہے۔جیسا کہ آپ نے مشاہدہ کیا کہ ۲۵ سال میں ایران کی آبادی میں تقریباً دوگنا اضافہ ہوا ہے اور بعض اجناس کی قیمتوں میں تقریباً دوسو گنا اضافہ ہوا ہے۔اب اس تفاوت سے کم از کم یہ تو معلوم ہوگیا کہ آبادی نرخوں میں اضافے کا باعث نہیں ہے۔

قیمتوں میں بے تحاشا اضافہ صرف ایران یا کسی ایک ملک کا مسئلہ نہیں ہے۔بلکہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک جیسے امریکہ، جاپان، کوریا بھی اس مسئلہ سے پریشان ہیں۔دنیا کے ہر ملک میں مہنگائی نے

غریب عوام کی کمر توڑ رکھی ہے۔

اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ اس چیز کی دلیل ہے کہ ان کی اقتصادی سیاست نرخوں کو کنٹرول کرنے اور انہیں معتدل رکھنے میں ناکام ہو چکی ہے۔دنیا کے اقتصاد پر قابض ثروت مند افراد کو اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کرنے سے نہ تو کسی قسم کا دکھ ہوتا ہے اور نہ ہی غریب عوام پر رحم آتا ہے۔بلکہ وہ جان بوجھ کر اشیاء کے نرخوں میں اضافہ کر کے اپنے سرمائے میں کئی گنا اضافہ کرتے ہیں۔اب اس رپورٹ پر غور کریں۔

عالمی بینک کی رپورٹ کے مطابق تین ارب سے زائد افراد دن بھر میں ایک ڈالر سے بھی کم پر زندگی گزار رہے ہیں اور ایک ارب افراد کی روزانہ کی آمدنی ایک ڈالر سے بھی کم ہے۔دنیا کی نصف آبادی غربت سے بھی نچلی سطح پر زندگی گزار رہی ہے۔اور تین ارب انسانوں کی روزانہ کی آمدنی تین ڈالر سے بھی کم ہے۔

اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ دھائی میں دنیا کے ۴۵ ممالک اور زیادہ غریب ہوگئے۔۱/۶ ۱۴ارب انسان یعنی تقریباً ۸۰۰ملین افراد کو زندگی گزارنے کے لئے مکمل خوراک میسر نہیں ہے۔

یہ دنیا کے پریشان حال افراد کی وضع زندگی کا چھوٹا سا نمونہ تھا۔جسے ہم نے زمانِ غیبت کے مسائل سے آشنائی کے لئے ذکر کیا اب ہم اس ذکر کو یہیں ترک کر کے اور ان پریشانیوں اور غموں کو بھلا کر اس درخشاں زمانے کی توصیف کرتے ہیں کہ جس میں نہ تو کوئی ضرورت ہوگی اور نہ ضرورتمند۔

ایسا دن کہ جو بے تحاشا نعمتوں اور بے انتہا دولت سے سرشار ہو۔جس سے دنیا کے تمام نیازمند، بے نیاز ہو جائیں گے۔اس وقت دنیا میں ۸۰۰ملین بھوکے افراد نہیں ہوں گے۔اس وقت کو اقتصادی بُحران نہیں ہوگا۔

عصرِ ظہور میں غربت اور تنگدستی کا نام ونشاں نہیں ہوگا۔حضرت بقیۃ اللہ الاعظم علیہ السلام کی حکومت دنیا کو جنت بنا دے گی۔پوری روئے زمین پر مسرت وشادمانی اور خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی۔

فراوان نعمتیں، مہنگائی اور غربت کو ختم کر دیں گی۔

نعمتوں سے سرشار دنیا

اب جب کہ نعمتوں سے بھرپور اور سرشار اس بے مثال زمانے کا تذکرہ ہوا ہے تو بہتر ہے کہ ہم اس بارے میں رسول اکرمؐ کی روایت کو نقل کریں:

" تنعّم امتی فی زمن المهدی نعمة لم ینعموا مثلها قطّ ،ترسل السماء علیهم مدراراً، و لا تدع الارض شیئا من النّبات اّلا اخرجته،والمال کدوس،یقوم الرجل یقول :یامهدی اعطنی فیقول: خُذ"[1]

میری امت کو مہدی علیہ السلام کے زمانے میں اتنی نعمتیں میسر آئیں گی کہ جو اسے پہلے کبھی نہیں ملی ہوں گی۔ آسمان سے ان کے لئے مفید بارش برسے گی، زمین اپنے اندر چھپی ہر نباتات کو خارج کرے گی اس زمانے میں مال و دولت فروان ہوگی۔ ایک شخص کھڑا ہوگا اور مہدی علیہ السلام سے کہے گا: مجھے عطا کرو۔ تو کہیں گے: لے لو۔

یہ واضح ہے کہ روزِ نجات، دنیا کے تمام مکاتب گمراہی سے نجات پالیں گے۔ پوری دنیا میں اسلام کا پرچم لہرائے گا۔ جس کی وجہ سے اس زمانے کے تمام افراد رسول اکرمؐ کی امت شمار ہوں گی۔ اسی لئے رسول اکرمؐ نے اس زمانے کے لوگوں کو "امتی" یعنی میری امت سے تعبیر کیا ہے۔ رسول اکرمؐ کی امت یعنی ہماری دنیا کے لوگ اس روز خوشحال ہوں گے اور ان میں دو عمومی خصوصیات ہوں گی۔ تقوی و ایمان کہ جو اس زمانے سے پہلے کبھی موجود نہیں تھی۔ سب ان دو خصوصیات کے مالک ہوں گے۔ جس سے آسمان کے دروازے کھل جائیں گے اور لوگوں پر رحمتِ الٰہی کی بارش برسے گی۔

۱۔ التشریف بالمنن: ۱۴۹

اس زمانے میں یہ دو عظیم معنوی خصلتیں کسی خاص گروہ سے مخصوص نہیں ہوں گی بلکہ سب ان سے بہرہ مند ہوں گے۔ان دو خصلتوں کے عام ہونے کی وجہ سے دنیا سے غضبِ الٰہی اٹھالیا جائے گا اور لوگوں پر نعمتوں اور برکات کا نزول ہوگا۔

اس مطلب کے اثبات کے لئے ہم قرآن وسنت کا رخ کرتے ہیں۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''و لینزلنّ البرکة من السماء الی الارض حتی ان الشجرة لتقصف بما یرید اللّٰه فیها منا الثمرة، ولتأکلن ثمرة الشتاء فی الصیف و ثمرة الصیف فی الشتاء، وذلک قوله تعالی''وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُواْ وَاتَّقَواْ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ وَلَـكِن كَذَّبُواْ فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُواْ يَكْسِبُونَ''[1]

یقیناً آسمان سے زمین کی طرف برکت نازل ہوگی۔حتی کہ خدا درخت سے جو پھل چاہے، پیدا کرے گا۔گرمیوں کا پھل سردیوں اور سردیوں کا پھل گرمیوں میں کھائیں گے۔اسی لئے ارشاد پروردگار ہے:

اور اگر اہل قریہ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان کے لئے زمین وآسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے،لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کو ان کے اعمال کی گرفت میں لے لیا۔

اس آیت اور روایت میں بہترین نکات موجود ہیں کہ جن میں سے ہم بعض کو بیان کرتے ہیں:

۱۔آیت کے اس جملے''فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُواْ يَكْسِبُونَ'' میں فاء تفریعیہ دلالت کرتا ہے کہ حقائق الٰہی کی تکذیب،رسول اکرمؐ کے احکام پر عمل نہ کرنا اور انہیں ردّ کرنا،لوگوں کے لئے مؤاخذہ کا سبب بنا۔ان کے عمل کی وجہ سے لوگوں پر آسمانی برکات کا نزول بند ہوجاتا ہے اور بدبختی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

۱۔سورہ اعراف،آیت ۹۶۔بحار الانوار:۵۳/۶۳

اس بناء پر ہمیں یہ جان لینا چاہیئے کہ تمام جنایت وجرائم قتل وغارت، فساد اور بدامنی رسول خدا کے فرامین سے روگردانی ان پر ایمان نہ لانے اور تقویٰ نہ ہونے کا نتیجہ ہیں۔

اگر لوگ ابتداء ہی سے خدا کے پیغمبروں کی تکذیب نہ کرتے، ان پر ایمان لے آتے اور ایمان کی بنیاد پر تقویٰ اختیار کر لیتے تو وہ کبھی بھی مصیبتوں، غموں اور بلاؤں کے گرداب میں مبتلا نہ ہوتے۔

زمانۂ ظہور میں برکت

۲۔ظہور کے زمانے میں ایمان وتقویٰ کی وجہ سے ان پر زمین وآسمان سے خدا کی برکات برسیں گی۔خدا کسی بھی درخت سے جس پھل کا بھی ارادہ کرے وہ اسی درخت سے پیدا ہوگا۔اسی طرح کوئی بھی پھل کسی خاص موسم سے مختص نہیں ہوگا۔گرمیوں میں درخت سردیوں کے پھلوں اور سردیوں میں گرمیوں کے پھلوں سے لدے ہوں گے۔

برکت کا مسئلہ ایک ایسی بڑی حقیقت ہے کہ جس کی وجہ سے ظہور کے بابرکت زمانے میں دنیا کا چہرہ ہی بدل جائے گا اور زمانِ ظہور میں برکتوں کے نزول کی وجہ سے لوگ غیبت کے زمانے کے سخت مصائب بھول جائیں گے۔

جیسا کہ ہم نے کہا کہ اس وقت دنیا کا نیا روپ سامنے آئے گا۔پوری روئے زمین قدرت، طاقت، ثروت اور نعمتوں سے بھری ہوگی۔فقر وتنگدستی کا نام ونشان باقی نہیں رہے گا۔

اس منوّر زمانے میں ضعف، ناتوانی اور شکستگی کو شکست ہو جائے گی ان کی جگہ قدرت، توانائی اور خوشیاں آجائیں گی۔

اس پُرمسرّت زمانے میں لبوں پر مسکراہٹیں اور دل شادی اور شادمانی سے لبریز ہوں گے۔

ملائکہ کے توسط سے برکت وجود میں آئے گی۔مادّی لحاظ سے گندم کی پیداوار کے لئے اسے زمین میں بونے اور پھر اسے ہوا وپانی کی ضرورت ہوتی ہے۔لیکن جو غیر محسوس امور سے آشنائی رکھتے

ہوں، ان کے لئے اشیاء کو ایجاد کرنا فقط عادی وطبیعی وسائل میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ وہ غیر طبیعی طریقوں سے بھی طبیعی محصول کو ایجاد کر سکتے ہیں۔

یہ درست ہے کہ خداوند متعال نے مختلف کاموں کو وسائل واسباب کی بنا پر قرار دیا ہے۔ لیکن اس وجہ سے ہمیں وسائل واسباب میں اتنا مشغول نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم مسبب الاسباب کو ہی فراموش کر دیں اور یہ گمان کریں کہ خداوند کریم نے ایجاد امور کے لئے جو اسباب قرار دیئے ہیں، وہ صرف مادّی یا ایسے امور میں منحصر ہیں کہ جن سے ہم آگاہ ہیں۔

۳۔ ظہور کے زمانہ میں لوگ گمراہی وضلالت سے نکل کر ہدایت پالیں گے۔ یہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کی عالمی حکومت اور اسلام کے عالمی دین ہونے کی دلیل ہے۔

دورِ حاضر کے برخلاف عصرِ ظہور میں دنیا کے سب لوگ رسولِ اکرمؐ کے دستورات اور اسلام کے آئین پر ایمان لائیں گے اور تقویٰ اختیار کریں گے۔

یہ بدیہی وواضح ہے کہ رسول اکرمؐ کے دستورات، مکتب اہلبیت علیہم السلام اور قرآن کی پیروی کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے اور آنحضرتؐ کا اجرِ رسالت فقط مودّت ذوی القربیٰ ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

" قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبیٰ"[۱]

آپ کہہ دیجیئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا، علاوہ اس کے کہ میرے اقربا سے محبت کرو۔

دنیا کے تمام لوگوں کے عقلی تکامل کی وجہ سے زمانِ نجات میں سب لوگ رسولِ اکرمؐ کے فرامین کو قبول کریں گے اور خاندانِ وحی علیہم السلام کی مودّت کو ادا کریں گے۔ مودّت اہلبیت علیہم السلام سے ایسی محبت مراد ہے کہ جو ان کے نزدیک انسان کے تقرّب کا باعث بنے۔

۱۔ سورۂ شوریٰ: آیت ۲۳

"**المودة ،قرابة مستفادة**"[۱]

مودّت سے قرب ونزدیکی حاصل ہوتی ہے۔

اس روایت کی بناء پر معاشرے میں ایمان وتقویٰ آسمانی دروازوں کے کھلنے اور برکاتِ الٰہی کے نزول کا سبب ہے۔پس اگر آغاز بعثت سے لوگ پیغمبر اکرمؐ کے احکامات کو قبول کرے اور خاندانِ عصمت وطہارت علیہم السلام کی ولایت سے ہاتھ نہ اٹھاتے تو آج دنیا گرانی وضلالت اور تباہی وبربادی کا منظر پیش نہ کررہی ہوتی اور خداوند کریم آسمانی برکات اور عطائے نعمت سے دریغ نہ کرتا۔

لیکن افسوس کہ جہالت وگمراہی کی آستین سے ستمگروں کے ہاتھ باہر نکلے اور سقیفہ میں خلافت کا ایسا بیج بویا کہ جو بعد میں تن آور درخت کی صورت اختیار کرگیا۔جس کے نتیجہ میں ظلم وستم اور اختلافات کی آگ بھڑک اٹھی کہ جس کے شعلے آج بھی بلند ہورہے ہیں اور جب تک آستینِ عدالت سے امام عصرؑ کا ظہور نہ ہوجائے ،تب تک یہ آگ روشن رہے گی۔امام مہدی علیہ السلام اپنے عدل اور رحمت سے اس آگ کو بجھائیں گے۔

دنیا کے روشن مستقبل کے بارے میں رسول اکرمؐ کی بشارت

پیغمبر اکرمؐ اس زمانے میں آئندہ کے واقعات سے آگاہ تھے اور انہوں نے لوگوں کو فتنہ وفساد اور تباہی وبربادی سے آگاہ کیا تھا اور حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور تک اس کے تداوم کی خبر دی تھی۔جیسا کہ انہوں نے اس زمانے میں نعمتوں کی فراوانی اور دنیا کے بہتر اقتصاد کو بھی بیان کیا تھا۔ہم یہاں ظہور قائم آل محمد علیہ السلام اور اس زمانے کے مستحکم اقتصاد کے بارے میں رسول اکرمؐ کی بشارتوں کے کچھ نمونے پیش کرتے ہیں۔

۱۔بحار الانوار:۴۷/۱۶۵

پیغمبر مقبول اسلامؐ نے فرمایا:

''ابشّرکم بالمهدی یبعث فی امّتی علٰی اختلاف من الناس وزلازل فیملأ الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً یرضٰی به ساکن السماء یقسّم المال صحاحاً''

قلنا: وما الصحاح؟

" قال بالسویّة بین الناس ،فیملأ اللّه قلوب اُمّة محمد غنیٰ و یسعهم عدله حتّیٰ یأمر منادیاً فینادی: من له فی مال حاجة؟ ''

" قال: فلا یقوم من الناس الا رجل،فیقول :انا ،فیقول له،انت السادن. یعنی الخازن. فقل له ،ان المهدی یأمرک ان یعطینی مالاً "

" فیقول له: احث. یعنی خذ. حتّی اذا جعله فی حجره و ابرزه (ندم) فیقول: کنت اجشع امّة محمد نفساً او عجز عنّی ما وسعهم؟ ''

" قال فیردّه فلا یقبل منه،فیقال له،انا لا نأخذ شیئاً اعطیناه "

میں تمہیں مہدی علیہ السلام کے بارے میں بشارت دیتا ہوں، جو میری امت میں بھیجا جائے گا کہ جب لوگوں میں اختلاف ہوگا اور زلزلے رونما ہو رہے ہوں۔

پس وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا کہ جس طرح وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی اس کام سے آسمان میں رہنے والے راضی ہوں گے۔

مال کو صحیح طور پر تقسیم کرے گا۔

ہم نے کہا صحاح سے کیا مراد ہے؟

فرمایا: لوگوں کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کرے گا۔ پس خداوند متعال رسول اکرمؐ کی امت کے دلوں کو بے نیازی سے سرشار فرمائے گا۔ اس کی عدالت سب کو احاطہ کرے گی۔ یہاں تک کہ وہ منادی کو ندا کا حکم دے گا اور منادی ندا دے گا کہ ہے کوئی جسے مال کی احتیاج وضرورت ہو؟

پس لوگوں میں سے کوئی کھڑا نہیں ہوگا مگر ایک شخص اور وہ کہے گا! مجھے ضرورت ہے۔ وہ اسے کہے گا کہ خزانہ دار کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ مہدی علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ مجھے مال دو خزانہ دار اسے کہے گا کہ لے لو۔ جب وہ اپنے لباس میں مال ڈالے گا تو وہ پشیمان ہو کر کہے گا۔ میرا نفس امت رسول میں حریص ترین ہے اور کیا جس نے ان کو عطا کیا وہ مجھ کو عطا کرنے سے عاجز تھا۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ شخص خزانہ دار کو مال واپس دے دے گا۔ لیکن وہ اس سے مال واپس نہیں لے گا اور کہے گا! ہم جو چیز دے دیں وہ واپس نہیں لیتے۔

اس روایت میں اختلاف، زلزلے، پوری دنیا میں ظلم وستم، فقر وتنگدستی اور ضرورت مندی کو امام عصر علیہ السلام کے ظہور کی نشانیوں کے طور پر شمار کیا گیا ہے۔ حضرت ولی عصر علیہ السلام کے ظہور کے بعد ان سب کا خاتمہ ہو جائے گا اور روئے زمین پر عدل کا بول بالا ہوگا۔ سب لوگ بے نیاز ہوں گے۔

دوسری روایت میں رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

"یحثی المال حثیاً لایعده عداً یملأ الارض عدلا کما ملئت جوراً و ظلماً"[1]

وہ لوگوں کے سامنے مال ڈال دے گا اور اسے شمار نہیں کرے گا۔ زمین کو عدالت سے بھر دے گا۔ جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

دنیا میں خوشیاں ہی خوشیاں

اسی طرح رسول اکرمؐ اس حیات بخش زمانے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب دنیا میں ہر طرف خوشیاں ہوں گی۔

"یرضی عنه ساکن السماء و ساکن الارض ،ولا ندع السّماء من قطرها شیئاً اّلا صبّته،ولا الارض من نباتها شیئاً اّلا اخرجته حتیٰ یتمنّی الاحیاء الاموات"[2]

۱۔ التشریف بالمنن: ۱۴۷

۲۔ التشریف بالمنن: ۱۶۴

زمین وآسمان کے رہنے والے اس راضی ہوں گے۔آسمان بارش کے آخری قطرے تک کو برسا دے گا اور زمین آخری دانہ تک کو باہر کر دے گی یہاں تک کہ اس وقت زندہ افراد آرزو کریں گے کہ کاش ان کے مردے بھی زندہ ہوتے۔

اس بناء پر مسرت وخوشحالی صرف کرہ زمین پر بسنے ولاوں سے مخصوص نہیں ہے۔بلکہ ساکنینِ آسمان بھی آنحضرتؑ سے راضی وخوشنود ہوں گے یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت ولی عصر علیہ السلام کی حکومت ایک عالمی حکومت ہوگی کہ جو آسمان وزمین پر بسنے والے تمام افراد کی رضائیت کو جلب کرے گی۔

قابلِ توجہ امر یہ ہے کہ رسول اکرمؐ ایک دوسری روایت میں زمانِ ظہور کے بارے میں شادمانی و خوشحالی فقط انسانوں سے مخصوص نہیں سمجھتے۔بلکہ فرماتے ہیں:

فرحت ومسرّت میں اس وقت کے حیوانات بھی شامل ہوں گے۔

رسول مقبول اسلامؐ فرماتے ہیں:

" ھو رجل من ولد الحسینؑ کانه من رجال شنسوة،علیه عباء تان قطوا نیّتان اسمه اسمی،فعند ذلک تفرح الطیور فی اوکارھا،والحیتان فی بحارھا،و تمد الانھار،و تفیض العیون و تنبت الارض ضعف اکلھا،تم یسیر مقدمته جبرئیل وساقته اسرافیل فیملأ الارض عدلاً و قسطاً کما ملئت جورا و ظلماً "[1]

وہ حسین علیہ السلام کے فرزندوں میں سے ایک مرد ہے۔گویا وہ شنسوۃ مردان میں سے ہے۔اس پر روئی سے بنی ہوئی دو عبائیں ہوں گی۔اس کا اسم میرا اسم ہے۔اس وقت پرندے اپنے آشیانوں میں اور مچھلیاں دریاؤں میں خوش ہو جائیں گی۔نہریں بڑھ جائیں گی اور چشمے جاری ہو جائیں گے۔زمین سے بہت زیادہ پھل اور نباتات پیدا ہوں گی۔پھر جبرئیل ان کے لشکر کی ابتداء اور اسرافیل درمیان میں سیر کرے گا۔وہ زمین کو عدل وانصاف سے پُر کر دے گا کہ جس طرح وہ ظلم وجور سے پُر ہو چکی ہوگی۔

۱۔بحار الانوار:۵۲/۳۰۴

جی ہاں! جس لشکر میں جبرئیل واسرافیل جیسے حاملین عرش شامل ہوں، وہ اہل زمین کی نجات کا ذریعہ ہوگا۔دوسری مخلوقات وموجودات کے لئے بھی خوشیوں کا باعث ہوگا۔وہ غاصبوں سے لوگوں کے حقوق لے گا اور مقروضین کے قرض ادا کرے گا۔چاہے وہ کوہ کی مانند بہت زیادہ ہو یا پھر کاہ یعنی تنکے کی مانند بہت کم ہے۔

مفضل نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کی:

" یا مولای، من مات من شیعتکم و علیه دین لاخوانه ولاضداده کیف یکون؟

قال الصادقؑ: اوّل ما یبتدی المهدیؑ ان ینادی فیجمیع العالم؛ الا من له عند احد من شیعتنا دین فلیذکره، حتی یردّ التومة والخردلة فضلاً عن القناطیر المقنطرة من الذّهب والفضة والاملاک فیوفّیه ایّاه "[1]

اے میرے آقا ومولی! اگر آپ کے شیعوں میں سے کوئی مرجائے گا کہ جس پر برادرانِ مؤمن اور مخالفین کا قرض ہو تو کیا ہوگا؟

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: مہدی علیہ السلام سب سے پہلے جو کام شروع کریں گے، وہ یہ ہوگا کہ پوری دنیا میں منادی ندا دے گا:

آگاہ ہو جاؤ کہ جس نے بھی میرے شیعوں میں کسی کو قرض دیا ہو تو بتائے تا کہ سونا چاندی کے قناطیر مقنطرہ سے بھی زیادہ اس کے مالک کو دے دیا جائے۔

شرمساری

اب تک ہم نے زمانِ ظہور کو مختلف عناوین سے یاد کیا۔عصرِ حیات وزندگی، نجات کا دن، فلاح کا دن، ظہور کا درخشاں زمانہ، ظہور کا پُر نور اور پُر مسرّت زمانہ، منوّر زمانہ، عقلوں کے تکامل کا زمانہ

---

[1] بحار الانوار: ۵۳/۳۴

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہم نے اس حیات بخش اور نجات زمانے کے لئے کیا کام انجام دیئے ہیں۔ہم نے عالمی عادلانہ حکومت کے نزدیک ہونے کے لئے کون سا اقدام کیا ہے، اس راہ میں ہم نے اپنی کتنی ثروت و دولت خرچ کی ہے؟

جس طرح ہم اپنے اور اپنے اہل خانہ اور فرزندوں کی زندگی کو پُر آسائش بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے آئندہ کے بارے میں فکرمند رہتے ہیں۔کیا ہم نے کبھی آئندہ آنے والی دنیا اور اس کے متعلق اپنے وظیفہ وذمہ داری کے بارے میں بھی سوچا ہے؟

یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی ظہور کا منتظر ہو لیکن اس راہ میں کوئی قدم نہ اٹھائے۔کیا دولت کے حصول اور اموال کے جمع کرنے میں کے لئے تمام کوششیں اور دنیا کی نجات کے لئے اپنے دینی اور انسانی فریضہ کو بھلا دینا انتظار امام زمانؑ سے مناسبت رکھتا ہے؟

کیا یہ صحیح ہے کوئی ظہور کا معتقد بھی ہو اور منتظر بھی، لیکن اس کے باوجود صبح سے شام تک اپنا سارا دن مادّی ترقی کی جستجو میں صرف کرے اور شرعی وظیفہ بالکل فراموش کردے۔

بعض دولتمندوں کو اس وقت انتہائی شرم کا سامنا پڑے گا کہ جب عصرِ ظہور میں امام عصر علیہ السلام ان کی مذمت کریں گے اور آنحضرتؑ دنیا پرستی اور دنیا کا مال جمع کرنے کی وجہ سے لوگوں کی تنقید کریں گے۔

ایک روایت میں حضرت باقر العلوم علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یجمع الیه اموال الدنیا من بطن الارض و ظهرها،فیقول للناس تعالوا الی ماقطعتم فیه الارحام،و سفکتم فیه الدّماء الحرام و رکبتم فیه ما حرّم اللّه عزّوجلّ، فیعطی شیئاً لم یعطه احد کان قبله و یملأ الارض عدلاً و قسطاً و نوراً کما ملئت ظلماً و جوراً و شرّاً"[1]

زیر زمین ثروت اور روئے زمین پر موجود تمام ثروت اور دنیا کا مال و دولت اس کے پاس جمع

۱۔نوادر الاخبار:۲۷۵، بحار الانوار:۲۹/۵۱، الغیبۃ مرحوم نعمانی:۲۳۷باب ۱۳ ح ۲۶

ہوگا۔پھر وہ لوگوں سے کہے گا:

آؤ اس چیز کی طرف کہ جس کی وجہ سے تم لوگوں نے قطع رحم کیا، ناجائز خون بہایا اور خدا کی حرام کردہ چیزوں کے مرتکب ہو گئے۔

پس وہ اس قدر مال و دولت عطا کرے گا کہ جو اس سے پہلے کسی نے دوسرے کو عطا نہیں کی ہوگی۔وہ زمین کو عدل وانصاف اور نور سے بھر دے گا۔جس طرح وہ ظلم وجور وشر سے پُر ہو چکی تھی۔

جی ہاں! وہ شرمساری اور شرمندگی کا زمانہ بھی ہے۔ایسے لوگوں کے لئے شرمندگی کہ جن کو تمام مادّی وسائل مہیا تھے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے کبھی بھی انسانوں کی نجات اور ان کی مشکلات کو رفع کرنے کی کوشش نہیں کی۔اس سے بھی زیادہ شرمسار وہ ہوں گے کہ جنہوں نے نہ صرف انسانوں کی فلاح وبہبود کے لئے اپنا مال خرچ نہیں کیا۔بلکہ امام زمانہ علیہ السلام کے مال پر بھی قبضہ جما کر بیٹھ گئے اور انہوں نے وہ مال ایسے موارد میں بھی صرف نہیں کیا کہ جن میں حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کی رضائیت شامل تھی۔

کیا ایسے افراد کو اپنے گفتار وکردار پر نظر ثانی کرنے کی اشد ضرورت نہیں ہے؟

چوتھا باب:

بیماریوں کا خاتمہ

چوتھا باب

بیماریوں کا خاتمہ

بیماریوں کا خاتمہ

جس روز دنیا خوشیوں کا گہوارہ بن جائے گی اور پوری کائنات بہشتِ بریں کی طرح شادمان ہوگی۔لیکن بیمار،نابینا اوردوسرے امراض میں مبتلا کس طرح ان خوشیوں میں شریک ہوسکتے ہیں؟

یہ کس طرح ممکن ہے کہ ولایت کے نور کی شعائیں ہر جگہ اور ہر شخص کو اپنے احصار میں لے لیں لیکن مشکلات اور بیماری میں گرفتار اس سے محروم اور اسی طرح غمگین اور اداس رہیں؟

پوری دنیا کے تمام افراد ان عالمی خوشیوں میں شریک ہوں گے۔ولایت اہلبیت علیہم السلام کی قدرت سے سب مشکلات اور مصائب کا خاتمہ ہوجائے گا اور امراض کسی بھی انسان کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، کیونکہ ایسی حکومت کہ جس میں فقط خداوند عالم حکومت کرے،اس کا لازمہ یہ ہے تمام اہل دنیا قدرتِ ولایت کی پناہ میں ہوں۔اس وقت شیطان اور ستمگر شیطان پرستوں کا کوئی نشان نہیں رہ جائے گا۔سب کو پُر آسائش زندگی میسر ہوگی۔

اب ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ یأس و ناامیدی کی زندگی بسر کرنے والوں کے لئے خاندانِ اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام سے یہ عظیم بشارت نقل کریں تا کہ ناامیدی کے سائے تلے زندگی گزارنے والوں کے لئے امید کی شمع روشن ہوجائے اور ان کے وجود میں ناامیدی ختم ہوجائے اور اس کی جگہ امید اور انتظار لے لے جو ان کے افکار سے شیطانی وسوسوں کو نکال باہر کرے۔

اب اس آسمانی بشارت پر توجہ کریں۔حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"من ادرک قائم اهل بیتی من ذی عاهة برأ، و من ذی ضعف قوی"[1]

جو بھی میرے قائمِ اہلبیت علیہم السلام کو درک کرے، اگر مریض ہو تو شفا پائے گا اور اگر ضعیف ہو تو قوی ہو جائے گا۔

اس روایت کی وضاحت ملاحظہ کریں:

ظہور کے پُرنور اور بابرکت زمانے میں نہ صرف جسمانی مرض میں مبتلا افراد شفایاب ہو جائیں گے بلکہ تمام افراد کی روحانی و نفسانی بیماریاں بھی برطرف ہو جائیں گی۔کیونکہ حضرت باقر العلوم علیہ السلام نے تمام ضعیف افراد کے توانا ہونے کا وعدہ کیا ہے اور یہ فقط جسمانی بیماریوں سے مخصوص نہیں ہے۔

بلکہ ہر قسم کی کمزوری و ناتوانی ختم ہو جائے گی، جیسے عزم و ارادے میں ضعف، پست ہمت، تمرکز فکر میں ناتوانی، اسی طرح صرف بیماریاں اور ضعف ہی برطرف نہیں ہوگا بلکہ اس کی جگہ انسان کو قدرت اور سلامتی حاصل ہوگی۔

پس امام باقر علیہ السلام کے فرمان (**و من ذی ضعف قوی** یعنی صاحبِ ضعف قوی ہو جائے گا) سے دو بنیادی و اساسی نکات استفادہ کئے جاتے ہیں۔

۱۔یہ فرمان مطلق ہے جو فقط جسمانی ضعف و ناتوانی سے مخصوص نہیں ہے۔بلکہ اگر کسی میں نفسیاتی لحاظ سے بھی کوئی کمی ہو تو وہ بھی برطرف ہو جائے گی۔

قابل توجہ یہ ہے کہ بہت سے جسمانی امراض، نفسانی مسائل کی وجہ سے جنم لیتے ہیں۔لیکن ظہور کے بابرکت زمانے میں ہر قسم کی روحانی و نفسانی کمزوری زائل ہو جائے گی جس کی وجہ سے جسمانی امراض کا خود بخود ہی خاتمہ ہو جائے گا۔

۱۔بحار الانوار:۵۲/۳۳۵

قوّت وطاقت کا دوبارہ ملنا

۲۔روایت سے حاصل ہونے والا دوسرا نکتہ پہلے سے بھی زیادہ اہم اور پسندیدہ ہے۔وجہ یہ ہے کہ اس روایت میں نہ فقط بیماریوں اور کمزوریوں کے برطرف ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔بلکہ ان کی جگہ پر قدرت وصحت کی بھی تصریح ہوئی ہے۔

کیونکہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے:

" و من ذی ضعف قوی "

جو بھی ضعف وکمزوری میں مبتلا ہو، وہ قوی ہو جائے گا۔

اس بناء پر روئے زمین پر نہ صرف ضعیف وناتوان افراد کا وجود نہیں ہوگا بلکہ سب کو صحت، قوّت اور توانائی حاصل ہوگی۔

امام صادق علیہ السلام نے امام باقر علیہ السلام اور انہوں نے امام سجاد علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے۔ جس میں اس مطلب کی تصریح فرمائی ہے۔آنحضرتؑ نے فرمایا:

" اذا قام القائم اُذهب اللّه عن كل مؤمن العاهة،و ردّ اليه قوّته "[1]

جب قائمؑ قیام کریں گے تو خداوند متعال ہر مؤمن کے مرض کا خاتمہ کردے گا اور اسے قوّت و طاقت عطا کرے گا۔

ظہور کے درخشاں زمانے میں دنیا کے تمام افراد صاحب ایمان اور مؤمن ہوں گے،اس حقیقت پر توجہ کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس زمانے میں کوئی مریض بھی موجود نہیں ہوگا۔بلکہ اسے قوّت وطاقت اور توانائی دے دی جائے گی۔

اب جبکہ پوری دنیا مریض،ضعیف اور ناتواں افراد سے بھری ہوئی ہے،کیا یہ ضروری نہیں ہے

۱۔الغیبۃ نعمانی: ۳۱۷

کہ ان تمام بیماریوں کے برطرف ہونے کے لئے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائیں اور اس دن کے آنے کی دعا کریں۔ جب انسان کو تمام مصائب اور مشکلات سے نجات حاصل ہو جائے گی؟

کیا لوگوں کے لئے یہ جاننا ضروری نہیں کہ ایک ایسا پُر مسرّت دن بھی آئے گا کہ جب پوری کائنات میں ایک مریض اور مشکلات میں گرفتار شخص نہیں ملے گا؟

کیا یہ جاننا بھی ضروری نہیں ہے کہ خلقت کائنات کے کروڑوں برسوں اور خلقتِ انسان کے ہزاروں سال گزرنے کے باوجود ابھی تک خدا کا انسان کو پیدا کرنے کا مقصد پورا نہیں ہوا؟ کیا آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ خدا نے دنیا کو اسی موجودہ قابلِ افسوس حالت کے لئے خلق کیا تھا؟

کیا خدا کی عظیم قدرت اور علم کو مدنظر رکھتے ہوئے ان تمام ضعیف، ناتوان، معلول، ناقص الخلقۃ اور مریض افراد کا ہونا، اس چیز کی دلیل نہیں ہے کہ ابھی تک دنیا کے نظم کو عدل الٰہی کی حکومت کا سایہ نصیب نہیں ہوا؟

کیا آپ نہیں جانتے کہ خداوند کریم خاندانِ عصمت وطہارت علیہم السلام کی برکت سے مشکلات میں گرفتار تمام افراد کو غم واندوہ اور مشکلات ومصائب سے نجات دے دے گا۔

جی ہاں! جس دن پوری کائنات ولایت کے تابناک انوار سے منوّر ہوگی، اس روز خداوند بزرگ وبرتر، خاندانِ وحی علیہم السلام کے درخشاں انوار کی برکت سے انسانوں کو ہر قسم کی مصیبت ومشکل سے نجات عطا فرمائے گا۔ پھر پوری کائنات میں کہیں بھی کوئی پریشان حال اور بیمار شخص نہیں ملے گا۔

اب امام حسین علیہ السلام کے فرمانِ مبارک پر توجہ کریں:

''....ولا یبقیٰ علی وجه الارض اعمیٰ ولا مقعد ولا مبتلیٰ اِلّا کشف اللّٰه عنه بلاوّه بنا اهل بیت علیهم السلام''[1]

زمانِ ظہور میں روئے زمین پر کوئی نابینا[2] زمین گیر اور مشکلات میں مبتلا شخص باقی نہیں رہے گا،

۱۔ بحار الانوار: ۲/۵۳

۲۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق دور حاضر میں دنیا میں ۴۵ ملیون نابینا افراد زندگی گزار رہے ہیں۔

مگر یہ کہ خداوند کریم ہم اہلبیت علیہ السلام کے طفیل اس کی مصیبت کو برطرف کردے۔

اس کلام سے استفادہ کرتے ہیں کہ اس پُرمسرّت اور بابرکت دن اس زمانے کے لوگوں کے لئے کسی قسم کی کوئی مصیبت ومشکل نہیں ہوگی۔ ہر کسی سے ہر طرح کی بیماری، ناراحتی اور بلا برطرف ہوجائے گی۔ پوری دنیا خوش وخرم ہوگی۔ یہ اہلبیت اطہار علیہم السلام کی قدرت ولایت کی وجہ سے ہے کہ اس دن وہ پورے عالم میں خداوند مہربان کی مرضی وخوشنودی کے مطابق حکومت کریں گے۔

قابل توجہ امر یہ ہے کہ بقراط کے زمانے کے معروف یونانی ماہرین طب سے آج تک کے ماہرین طب کی بیماریوں کے بارے میں تحقیق کے مطابق انسان کو چالیس ہزار بیماریاں نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ انہوں نے ان بیماریوں کی علامات بھی مشخص کی ہیں اور اگر ان کی کوئی دوا ہے تو اسے بھی مشخص ومعین کیا ہے[۱]۔

البتہ یاد رکھیں کہ زیادہ گناہوں کی وجہ سے جدید بیماریاں رونما ہوتی ہیں۔ کیونکہ روایات میں وارد ہوا ہے کہ کثرتِ گناہ نئی بیماریوں کو جنم دینے کا سبب ہیں۔

انسان بیماریوں کا خاتمہ کرنے سے عاجز

تمام ترقی یافتہ ممالک علمی ترقی وپیشرفت کے بڑے بڑے دعوے تو کرتے ہیں۔ لیکن ابھی تک وہ بیماریوں کا خاتمہ کرنے سے عاجز ہیں۔ بلکہ وہ ان میں کمی کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ گناہوں کے علاوہ، علمی ناتوانی، ضعیف انتظام، اقتصادی بحران، حفظانِ صحت کے وسائل کا نہ ہونا، ہوا کی آلودگی، ناقص علاج اور ناقص ادویات نے پوری دنیا کے انسانوں کو ہزاروں بیماریوں میں مبتلا کردیا ہے[۲]۔

۱۔ مغز متفکر جہانِ شیعہ: ۳۸۷

۲۔ صرف ایران میں دورانِ علاج ڈاکٹروں سے سالانہ ۵۵،۰۰۰ غلطیاں سرزد ہوتی ہیں، جن میں سے ۱۰،۵۰۰ اموت اور ۲۳۰۰۰ اعضاءِ بدن میں نقص کا باعث بنتی ہیں۔

اب بھی لاکھوں افراد بیماری کے بستر پر پڑے رنج والم کی زندگی گزار رہے ہیں اور علمی ترقی اور تمدن کا نعرہ لگانے والے ممالک ان بیماریوں کے جراثیم اور اصلی عوامل کو بھی ختم نہیں کر سکے۔ بیمار کو تیمار کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن حفظانِ صحت اور میڈیکل سائنس میں ترقی و کامیابی کے دعوے کرنے والے ابھی تک کیوں ان بیماریوں کا علاج تلاش نہیں کر سکے؟ مگر کیا ایسا نہیں ہے کہ ہر درد کا مداوا بھی ہے، بلکہ ہزاروں درمان ہیں، بقول سنایی:

درد در عالم از فراوان است

هر یکی را هزار درمان است

دنیا کی رہبری وقیادت کا ادعا کرنے والے ہر مرض کا ایک علاج (نہ ہزار) تو لے آئیں ورنہ صائب کے بقول:

﴿دکّان بی متاع چرا و اکند کسی﴾

یہ تمام زمانہ غیبت کی تلخیاں ہیں اور دنیا والوں کا حضرت بقیۃ اللہ الاعظم علیہ السلام کی عالمی عادلانہ حکومت سے دوری کا نتیجہ ہے۔

اگر وہ مقتدر اور آگاہ رہبر لوگوں پر حکومت کرتا تو دنیا والوں پر ایسی نادانی و ناتوانی کا سایہ نہ پڑتا۔ کیونکہ ظہور کا زمانہ تمام قیمتی، بیش بہا اور مثبت عوامل ظاہر کرنے اور زندگی کے تمام شعبوں کے منفی اور مضر عوامل کو نابود کرنے کا زمانہ ہے۔

جی ہاں! جب خدا کی احکامات سب پر حاکم ہوں اور دنیا والوں پر حکومت الٰہی قائم ہو تو پھر جہل و ناتوانی و نادانی کا نام ونشان باقی نہیں رہے گا۔ کیونکہ تمام فاسد اور منفی عوامل و اسباب کو آشکار کر کے نابود کر دیا جائے گا۔

لیکن عصرِ غیبت میں حق اور ناحق آپس میں مل چکے ہیں۔ مثبت اور منفی عوامل میں تشخیص امکان پذیر نہیں ہے۔ اسی وجہ سے بہت سے امراض کے اصلی عوامل ابھی تک معلوم نہیں ہو سکے۔

ہم یہاں ان میں سے ایک نمونہ بیان کرتے ہیں:

مردوں میں موبائل فون کی وجہ سے اسپرم کی مقدار میں کمی کی بیماری کو ابھی تک ٹھیک طرح سے تشخیص نہیں دیا جا سکا۔

مجارستانی دانشوروں کا کہنا ہے کہ موبائل فون کا استعمال مردوں کی جنسی قوت پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے ''زگد'' یونیورسٹی کے محققین مجارستان میں کہتے ہیں ''موبائل فون سے نکلنے والی لہریں مردوں میں ۳/۱ حد تک اسپرم کو کم کر سکتی ہیں۔

اس مطالعہ سے معلوم ہوا کہ جو مرد سارا دن موبائل کو روشن رکھ کے اپنے پاس رکھیں، ان میں اسپرم کی مقدار ۳/۱ حد تک کم ہو جاتی ہے۔ حتی کہ بقیہ اسپرم کی حرکت بھی غیر عادی ہو جاتی ہے۔ اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ موبائل فون مردوں کی جنسی قوّت اور اسپرم پر منفی اثرات پڑتے ہیں۔

یورپ میں انجمن تولید انسانی کے سابقہ سربراہ پروفیسر ''ہانس ایورس'' نے بیان کیا کہ اس تحقیق میں مردوں کی جنسی قوّت پر اثر انداز ہونے والے دیگر عوامل پر تحقیق نہیں کی گئی۔ اسی وجہ سے موبائل فون کے اسپرم پر مرتب ہونے والے آثار پر دقیق تحقیقات کی جائیں[1]۔

بعض بیانات وتحقیقات کے مطابق موجودہ صنعتی وسائل بہت سی بیماریوں کے عوامل ہیں:

۱۔ ایک بیان میں ذکر ہوا ہے: موبائل فون سے نکلنے والی الیکٹرومقناطیسی شعاعوں کا انسان کی سلامتی پر اثر انداز ہونے کا خوف موجود ہے۔ بالخصوص یہ بدن کے سیلز، مغز اور قوّت مدافعہ پر منفی اثرات چھوڑ سکتی ہیں۔ جس سے مختلف بیماریوں مثلاً کینسر یا آلزایمر وغیرہ میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

یورپ کی لیبارٹریز کی تازہ ترین تحقیقات کے مطابق موبائل فون کی ریڈیو لہریں دائمی طور پر انسان اور حیوان کے DNA میں داخل ہو کر ان کے سیلز میں تغییر پیدا کرتی ہیں۔ یہ تغییرات کینسر کا باعث بن سکتی ہیں۔ اس بارے میں اس سے آگے تحقیق نہیں ہو سکی اور یہ کہ کیا سیلز کی تغییر کسی خاص

---

[1] مجلّہ دانشمند مہر ماہ ۱۳۸۳، شمارہ ۲۹۶، صفحہ ۲۵

بیماری تک پہنچتی ہے یا نہیں۔اس بارے میں انہوں نے اپنے نظریے بیان نہیں کئے۔

دیگر تحقیقات میں بھی بیالوجیکل تبدیلیوں کو بیان کیا گیا ہے۔جس میں چوہوں پر تجربات سے معلوم ہوا کہ موبائل فون سے نکلنے والی لہریں ان چوہوں کی سلامتی کے لئے نقصان دہ ہیں۔لیکن یہ واضح نہیں ہے کہ کیا یہ تحقیقات مستقیم طور پر انسانوں سے بھی مربوط ہیں یا نہیں۔

فن لینڈ کے دانشوروں کی تحقیقات سے ۲۰۰۲ء میں معلوم ہوا کہ یہ لہریں انسان کے ذہن و دماغ کی طاقت پر اثر انداز ہوتی ہیں۔لیکن انہوں نے کہا کہ اس بارے میں مزید تحقیقات کی ضرورت ہے تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ کیا یہ لہریں زندہ انسانوں پر بھی اسی طرح اثر انداز ہوتی ہیں یا نہیں؟

بعض سوئیس دانشوروں نے بھی ۲۰۰۲ء میں دعوی کیا کہ موبائل فونز کے درمیان رابطہ پیدا کرنے والی لہریں دماغ پر اثر انداز ہوتی ہیں۔تحقیقات کے مطابق سب سے پہلے بننے والے موبائل فون استعمال کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کے درمیان مقائسہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ موبائل فون استعمال کرنے والوں میں سے تیس فیصد ذہنی امراض کے شکار ہیں۔

اسی طرح بعض تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ بعض افراد موبائل فون استعمال کرنے کے بعد سر درد یا تھکاوٹ کا احساس کرتے ہیں یا وہ کسی چیز پر توجہ مرکوز نہیں کر پاتے۔

۲۔موبائل فون سے خارج ہونے والی لہریں بدن کے سیل اور انسان کے DNA کو نقصان پہنچاتی ہیں۔لمبے عرصے تک الیکٹرک مقناطیسی لہروں کا خارج ہونا DNA سیلز کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے کہ جو پھر قابلِ ترمیم نہیں ہے۔

موبائل کو دریافت ہوئے برسوں گزر گئے لیکن ابھی تک انسانوں کے ذہن اور اعصاب پر اس کے منفی اثرات سے بہت سے محققین نا آشنا ہیں۔

لیکن جس دن سب لوگ مکتب اہلبیت علیہم السلام کی تعلیمات کے آب شیریں سے سیراب ہوں گے تو اس وقت کوئی مبہم اور نا شناختہ نکتہ باقی نہیں رہے گا۔اس زمانے میں نہ صرف مختلف بیماریوں

کے اسباب وعلل سے آگاہی حاصل ہوجائے گی بلکہ بیماریوں کے تمام عوامل بھی برطرف ہوجائیں گے۔

کیا ہم سب کو ایسے بابرکت اور پرمسرت دن کی آمد کے لئے خدا کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھانے چاہئیں کہ جب سب لوگ سلامتی، تندرستی اور قدرت وطاقت سے سرشار ہوں گے؟

پانچواں باب

عقلی تکامل

پانچواں باب

عقلی تکامل

عقلی تکامل

انسان کے وجود کی تخلیق بہت حیرت انگیز اور مبہم ہے۔یعنی اگر انسان خود پہچان لے تو وہ بہت سے غیر معمولی اور اہم کام انجام دے سکتا ہے۔لیکن اگر وہ اپنے اندر پوشیدہ قوتوں سے آگاہ نہ ہو تو وہ صرف اپنی زندگی بسر کر کے بہت بڑے عظیم سرمائے کو ضائع کر دیتا ہے۔

حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے اپنے ارشادات میں بارہا انسانوں کو اس حقیقت سے آگاہ فرمایا ہے اور انہیں ہوشیار کیا ہے کہ وہ کہیں یہ گمان نہ کریں کہ وہ ایک چھوٹی سی مخلوق اور کم قیمت جزء ہے۔بلکہ جان لو کہ انسان کے وجود میں اسرار کی ایک دنیا موجود ہے۔

افسوس کہ اس وقت کے معاشرے میں ایسے عظیم رہبر کی قیادت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں تھی۔انہوں نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے اس بارے میں کوئی سوال نہ کیا۔جب مولائے کائنات امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے سب کو بتایا کہ میں زمین سے زیادہ آسمان کے اسرار و رموز سے آگاہ ہوں، مجھ سے سوال کرو تا کہ تمہیں اس کا جواب دوں، تو اتنے بڑے مجمع میں سے صرف ایک شخص اٹھا اور اس نے سوال پوچھا کہ مولا میرے سر پر بالوں کی تعداد کتنی ہے؟ تاریخ میں یہ ثبت نہیں ہوا کہ وہاں موجود لوگوں کی اتنی بڑی تعداد میں سے کسی نے اس احمقانہ سوال پر اس کی سرزنش کی ہو۔

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے انسانوں کو دماغ کی حیرت انگیز قدرت سے آگاہ فرمایا اور انہیں ایسی پوشیدہ قوتوں کے بارے میں خبر دی کہ جنہیں انسان بیدار کر کے بروئے کار لائے۔لیکن آنحضرتؑ کے چند خاص اصحاب کے علاوہ کسی نے دماغ کی ناشناختہ قدرت کے بارے میں کچھ نہ سیکھا۔

اس دن سے آج تک صدیاں گزر گئیں۔لیکن ابھی تک بہت سے لوگوں کو دماغ کی عجیب اور حیرت انگیز قدرت سے آگاہی حاصل نہیں ہے اور جنہوں نے اسے درک کرلیا،ان کے لئے بھی ابھی دماغ کی بہت سی مخفی قدرتوں کو پہچاننا باقی ہے۔

وجود انسان میں بدلاؤ ضروری ہے

حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) حکومت کے دوران دنیا اور دنیا والوں کو نظم اور پُر آسائش زندگی دینے کے لئے غیر معمولی معنوی قدرت یعنی اپنی ولایت کے عظیم مقام سے استفادہ کرتے ہوئے دنیا میں تغییر اور دنیا والوں میں عقلی تکامل ایجاد کریں گے۔

انسان کس طرح سے خلقت کے عظیم اسرار اور ولایت کے اعلی مقام سے واقفیت حاصل کرسکتا ہے،حالانکہ انسان کے دماغ کے وسیع پہلو ابھی تک فعّال نہیں ہوئے اور اب بھی سوچ وفکر اور آلودہ دلوں پر دھندلکا چھایا ہوا ہے؟

اسی وجہ سے حضرت ولی عصر (عج) لوگوں کو حقائق معارف الٰہی کی تعلیم دینے سے پہلے،انسان کے وجود میں بدلاؤ اور ذہن بشر میں تبدیلی ایجاد کریں گے۔

علم ودانش اور دین کے مسائل میں عجیب پیشرفت اور انسان کا نیک وبزرگ افکار کو قبول کرنے کی آمادگی کے لئے انسان کے وجود میں یہ تبدیلی ایک لازمی ضرورت ہے۔

اہلبیت اطہار علیہ السلام کے عالی علوم ومعارف کو درک کرنے اور انسان کی استعداد وصلاحیت میں اضافہ کے لئے یہ بدلاؤ ایک واقعی ضرورت ہے۔لہٰذا دنیا والوں میں یہ بدلاؤ ایجاد ہونا چاہیئے۔اہل

دنیا میں تبدیلی پیدا ہونے سے خود دنیا میں بھی بہت سی مثبت تبدیلیاں جنم لیں گی۔

زمین کے طبیعی نظام میں تبدیلی دنیااوراہل دنیامیں اساسی تغیر آئندہ دنیا میں تکامل کی شرط ہے۔

جس طرح کام، روزگاراوراجتماعی امور کے لئے بچوں کاسنِ جوانی تک پہنچا ضروری ہے، جیسا کہ انسان میں جب تک بعض غرائز پیدا نہ ہوں، وہ بعض امورکودرک نہیں کرتا۔

اسی طرح جب تک انسان کے دل ودماغ میں پوشیدہ عظیم قدرت فعال نہ ہوجائے، تب تک اس کے لئے ترقی یافتہ امور اور عالی معارف کی معرفت ممکن نہیں اس دلیل کے رو سے انہیں درک کرنے کے لئے دنیااوراہل دنیامیں تحوّل وتغیّر اور بدلاؤایجادہونا ضروری ہے۔

کیا بچپن میں (جب ابھی تک چلنانہیں سیکھا تھااسے چاہ چالہ (فارسی محاورہ) کےخطرے کی خبر نہ تھی) انسان سیاہ چالہ (BLACK HOLE) کی عظمت وسختی کے بارے میں بات کرسکتا تھا[1]۔

کیاانسان بچپن میں دنیا کی وسعت کوبیان کرسکتا تھا کہ جب وہ چاہ وراہ کے درمیان فرق پیدا نہیں کرسکتا تھا؟

بچپن کے عالم میں انسان کواپنی انگلیوں کی تعداد کاعلم نہیں تھاتو وہ فضا کی وسعت اور بادلوں کی تعدادکوکس طرح سے بیان کرسکتا تھا؟

یہ بالکل واضح ہے کہ ان مطالب کو درک کرنے کے لئے بچے کورشدوتکامل کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ان علمی مطالب کودرک کرنے کی آمادگی کے بعد اسے ان کی تعلیم دی جائے۔

اسی لئے انسانوں میں انتہائی مہم اورعظیم مسائل کوقبول کرنے کے لئے حیاتِ قلبی اور دماغی سیلز کے فعّال ہونے کی ضرورت ہے تاکہ انسان میں عقلی تکامل اورحیاتِ قلب سے مہم امورکودرک کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے اورانہیں دل وجان سے قبول کرے۔

---

[1] سیاہ چالہ Black hole فضا میں ایک ایسا جسم ہے کہ جس میں شدید جاذبہ ہے، جس سے کوئی چیز حتی کہ نور بھی گزر کر فضا میں داخل نہیں ہوسکتا۔

امام مہدی علیہ السلام اور عقلی تکامل

کون انسان کے وجود میں بدلاؤ پیدا کرسکتا ہے؟

کس قدرت میں یہ توانائی ہے کہ وہ انسان کے دماغ میں مخفی عظیم قوّتوں کو فعّال کر کے بروئے کار لائے تا کہ سب آسانی سے اخلاقی فضیلتوں کے مالک اور احکامات الٰہی پر عمل کرنے والے بن جائیں؟

کیا اس دنیا کی اصلاح کرنے والے مصلح عالم کے سوا کوئی اور تمام انسانوں میں ایسی قوت و انرجی پیدا کرسکتا ہے کہ جو سب کو جود انسان میں مخفی قدرت وقوّت واسرار سے آشنا کرے؟

اس سلسلہ میں حضرت باقر العلوم علیہ السلام کی روایت میں دنیا کے تکامل کے راز سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ تکامل حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کے دستِ مبارک سے انجام پائے گا۔ آنحضرتؑ فرماتے ہیں:

"اذا قام قائمنا وضع یدہ علی رؤوس العباد ،فجمع بہ عقولھم و اکمل بہ اخلاقھم "[1]

جب ہمارا قائم قیام کرے گا تو وہ بندگانِ خدا کے سروں پر اپنا دستِ مبارک رکھے گا اس طرح سے ان کی عقلوں کو متمرکز اور ان کے اخلاق کی تکمیل کرے گا۔

اس روایت میں کچھ شفاف، پاک اور مہم نکات موجود ہیں، کیونکہ یہ واضح ہے کہ کوئی بھی خاندانِ اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام کے فرامین وکلمات میں موجود اسرار و رموز سے مکمل طور پر آگاہ نہیں ہوسکتا۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے زید ذرّاد ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ جس میں معارف اہلبیت علیہ السلام کے مہم نکات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۱۔ بحار الانوار: ۳۳۶/۵۲

"قلت لابی عبداللّٰہؑ :نخشی ان لا یکون مؤمنین"

"قال:و لم ذلک؟فقلت وذلک أنّالا نجد فینا من یکون أخوہ عندہ آثر من درھمہ و دینارہ،و نجد الدینار والدرھم آثر عندنامن أخ قد جمع بیننا و بینہ موالاۃ امیرالمؤمنینؑ"

" قال کلاّأنّکم مؤمنون ،ولکن لاتکلمون ایمانکم حتی یخرج قائمنا،فعندنا یجمع اللّہ احلامکم،فتکونون مؤمنین کاملین ولو لم یکن فی الارض مؤمنون کاملون،اذا لرفعنا اللّہ الیہ و انکرتم الارض و انکرتم السّماء...."[1]

میں نے امام صادق علیہ السلام سے کہا: ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہم مؤمن نہیں ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: کس لئے ڈرتے ہو۔

میں نے عرض کیا: کیونکہ ہم میں ایسا کوئی نہیں ہے کہ جس کے نزدیک اس کا بھائی درہم و دینار سے زیادہ عزیز و پیارا ہو۔ہم درہم و دینار کو ایسے بھائی سے زیادہ عزیز و پیارا سمجھتے ہیں کہ جو ہمارے اور اس کے درمیان امیر المؤمنین علیہ السلام کی دوستی کو جمع کرتا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا:تم لوگ یقیناً مؤمن ہو۔لیکن تم اپنے ایمان کو کامل نہیں کرتے کہ جب تک ہمارا قائم علیہ السلام قیام کرے گا تو اس وقت خداوند کریم تمہاری عقلوں کو جمع و متمرکز فرمائے گا۔پس مؤمنین کامل ہو جائیں گے اور اگر زمین میں کامل مؤمن افراد نہ ہوئے تو خداوند کریم ہمیں تم میں سے اٹھالے گا اور تم زمین و آسمان کے منکر ہو جاؤ گے۔

اس روایت سے بہت سے نکات حاصل ہوتے ہیں۔ہم ان میں سے بعض نکات بیان کرتے ہیں:

۱۔جب تک حضرت بقیۃ اللہ الاعظم علیہ السلام قیام نہ فرمائیں تب تک لوگ کامل ایمان نہیں رکھتے ہیں۔

۲۔اپنے دینی بھائیوں سے زیادہ مال و دولت کی اہمیت کے قائل ہیں۔

۱۔بحار الانوار:۶۷/۳۵۰

۳۔امام مہدی علیہ السلام کی حکومت کے زمانے میں لوگوں کی عقلیں کامل ومتمرکز ہوجائیں گی۔

۴۔عقل کامل ہونے کے نتیجے میں لوگوں کا ایمان بھی کامل ہوجائے گا۔

۵۔ظہور سے پہلے کامل ایمان رکھنے والے افراد بہت کم ہوں گے۔

۶۔زمین پر ان کا وجود، اہلبیت علیہم السلام کے مقدس وجود کا باعث ہوگا۔

۷۔اگر اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام زمین پر نہ ہوں تو لوگوں میں اس قدر بھی ایمان نہ ہو۔

۸۔روایت سے ایک دوسرا نکتہ بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے کہ ظہور کے مقدس زمانے میں عقلوں کے تکامل کی وجہ سے لوگوں میں ایسا خلوص اور جذبہ ایجاد ہوگا کہ وہ ایمان کو مال وثروت پر مقدم سمجھیں گے اور ایک دوسرے سے ایسا برتاؤ کریں گے جیسے وہ مال میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہوں۔

اتحاد و یگانگت سے سرشار دنیا

مرحوم علامہ مجلسیؒ ''بحارالانوار'' میں روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا گیا:

''انّ اصحابنا بالکوفة جماعة کثیرة فلو أمرتهم لأطاعوک واتّبعوک فقال: یجیئ احدهم الی کیس اخیه فیأخذ منه حاجته؟''

''فقال: لا.

''قال: فهم بدمائهم أبخل''

''ثم قال: انّ النّاس فی هدنة ننا کحهم و نوراثهم و نقیم علیهم الحدود ونؤدّی اماناتهم حتی اذا قام القائم جائت المزاملة و یأتی الرجل الی کیس اخیه فیاخذ حاجته لا یمنعه''[1]

کوفہ میں ہمارے بہت سے اصحاب ہیں۔اگر انہیں حکم کریں تو وہ آپ کی اطاعت کریں گے

۱۔بحارالانوار:۵۲/۳۳۷

اور آپ کی پیروی کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: کیا ان میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کی جیب سے ضرورت کے مطابق لیتا ہے؟ میں نے کہا! نہیں۔

امامؑ نے فرمایا: (جب وہ اپنے مال کے لئے اتنے بخیل ہیں) وہ اپنوں کی بہ نسبت بہت زیادہ بخیل ہوں گے۔

پھر امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: اب لوگ میل وملاپ اور امن وامان میں ہیں ان سے نکاح کرتے ہیں، ارث لیتے ہیں، ان پر حد جاری کرتے ہیں اور ان کی امانتیں انہیں لوٹا دیتے ہیں کہ جب قائم علیہ السلام قیام کریں گے تو لوگوں کے مابین مخلصانہ وصادقانہ رفاقت پیدا ہوگی اور مرد اپنے بھائی کی جیب کی طرف بڑھے گا اور اس میں سے ضرورت کے مطابق لے لے گا اور صاحبِ مال بھی اسے اس کام سے نہیں روکے گا۔

عقل کے تکامل سے معاشرے میں خلوص ومحبت کی ایسی فضا قائم ہوجائے گی کہ سب عقل کامل ہونے کی وجہ سے پیار، محبت، یگانگت اور اتحاد ایجاد کرنے کی کوشش کریں گے۔

اس زمانے میں اجتماعی زندگی میں مہر ومحبت ہوگی کہ سب اپنے مال میں دوسروں اور دوسروں کے مال میں خود کو شریک سمجھ کر اس سے استفادہ کریں گے اور یہ سب امام عصر علیہ السلام کے عادلانہ نظام اور حکومت الٰہی کے حاکم ہونے کی وجہ سے ہوگا۔ پھر انسان تکامل عقل سے بہرہ مند ہوکر پیار، محبت، اخوت اور بھائی چارے کی دنیا کی طرف گامزن ہوجائیں گے۔

اب ہم جو روایت پیش کررہے ہیں۔ اس پر توجہ کریں:

امام محمد باقر علیہ السلام نے سعید بن حسن سے فرمایا:

" أيجيء احدكم الى اخيه فيدخل يده فى كيسه ،فيأخذ حاجتة فلا يدفعه؟ فقلت :ما أعرف ذلك فينا"

فقال ابو جعفرؑ: فلا شیء اذاً

قلت: فالهلاک اذاً، فقال: ان القوم لم یعطوا احلامهم بعد"[1]

کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اپنے دینی بھائی کی جیب میں ہاتھ ڈال کر اس سے حسبِ ضرورت لے لے اور صاحبِ مال بھی اسے منع نہ کرے؟

میں نے جواب میں کہا! ہم نے اپنوں میں ایسا نہیں دیکھا۔

امامؑ نے فرمایا: اس بناء پر ایسی کوئی چیز وجود نہیں رکھتی۔

میں نے کہا! پس کیا اب ہم ہلاک و گمراہ ہو جائیں گے؟

امامؑ نے اس احتمال کی نفی کرتے ہوئے فرمایا! ابھی تک لوگوں کو ان کی عقلیں عطا نہیں ہوئیں۔

اس روایت کی بناء پر جب تک معاشرہ ایسی اعلیٰ صفات کا مالک نہ بن جائے جب تک وہ کامل عقل سے بہرہ مند نہیں ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام کے فرمان کے مطابق ابھی تک ان کو عقلیں نہیں دی گئی ہیں۔

گویا معاشرے کے لئے تمام عقلی قوّتوں سے استفادہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ جس طرح لوگ سونے کے خزانوں کو خاک تلے پنہاں کر دیتے ہیں، اسی طرح لوگوں نے اپنی فکری قدرت و طاقت کو بھی زیرِ خاک دفن کر رکھا ہے۔

لیکن اس وقت انسان کی عقلیں کامل ہو جائیں گی۔ جس کے نتیجے میں نہ صرف بخل بلکہ تمام صفات رذیلہ بھی زائل ہو جائیں گی، بری اور ناپسندیدہ عادات ختم ہو جائیں گی۔ پھر سب اعلیٰ انسانی خصوصیات و صفات سے سرشار ہوں گے۔ کیونکہ یہ کامل عقل کا لازمہ ہے۔

عصرِ ظہور میں تکامل عقل کی وجہ سے ناپسندیدہ صفات پر غلبہ

خاندانِ عصمت و طہارت علیہم السلام کے خاص اصحاب اور اولیاء خدا نے ایسے اعمال انجام دیئے کہ جن

---

[1] اصول کافی: ۱/۱۷۳، بحار الانوار: ۴۰/۲۵۴

کے نتیجہ میں وہ ناپسندیدہ صفات وعادات پر غالب آ گئے اورانہوں نے اپنی عقلائی قوت سے طبائع سوء کومغلوب ومقہور کر کے کمال کے درجہ تک رسائی حاصل کی۔

یہ ایک فطری وطبیعی موضوع ہے کہ جب عقل کامل ہوجائے تو وہ نہ صرف برے اعمال وکردار بلکہ بری عادتوں پر بھی غالب آجاتی ہے۔جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

"**والعقل الكامل قاهر الطبع السوء**"[1]

عقلِ کامل، بری طبیعت پر غالب آجاتی ہے۔

اس بناء پر کامل عاقل اپنی تمام بری صفات حتی کہ ایسی صفات پر بھی قاہر وغالب آجاتا ہے کہ جو اس کی ذات کا حصہ بن چکی ہوں۔پھر وہ انہیں عقلی قوت کے ذریعے مقہور ومغلوب کرے گا۔

حضرت مولا امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے فرمان سے یہ اہم نکتہ حاصل ہوتا ہے کہ اولیاء خدا اور صاحبانِ عقل کامل میں اعلیٰ وبلند مقامات پر فائز ہونے سے پہلے بری عادتوں کا ہونا ممکن ہے۔

یہ ایسے لوگوں کے لئے بشارت ہے کہ جو خود کو طبیعت وصفات بد کا مالک سمجھتے ہیں۔وہ ناامید نہ ہوں بلکہ خود کو دعا وکوشش کے ذریعے کمال تک پہنچائیں۔

حتی حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے اسی روایت میں کمال تک رسائی حاصل کرنے کے خواہاں افراد کو عملی راہ بھی دکھادی اور ایک وظیفہ کے عنوان سے فرمایا۔

"**وعلى العاقل ان يحصي على نفسه مساويها في الدين والرأى والاخلاق والادب فيجمع ذلك في صدره او في كتاب و يعمل في ازالتها**"[2]

عاقل کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اپنے نفس کی تمام برائیوں کو دین، رائے اوراخلاق وادب میں شمار کرے اورانہیں اپنے حافظے میں یا لکھ کر جمع کرے اورانہیں ختم کرنے کے لئے کوشش کرے۔

۱۔بحار الانوار:۶/۷۸

۲۔بحار الانوار:۶/۷۸

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے تمام عقل مندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ غلطیوں کو یاد کر کے انہیں زائل و برطرف کرنے کی کوشش کریں۔ یہ ایک ایسا بہترین آئین واصول ہے کہ اگر اس کے مطابق عمل کریں تو یہ آپ کو اعلیٰ مقامات تک پہنچا کر معنویت کے طولانی راستے کو نزدیک کر دے گا۔

کیونکہ اس کام سے آپ کے تجربات میں اضافہ ہوگا اور جس کا تجربہ زیادہ ہو، اس کی عقل زیادہ ہوتی ہے جس کی عقل زیادہ ہو وہ سو سالہ راستہ جلد ہی طے کر لیتا ہے۔

تجربہ کی وجہ سے عقل کی زیادتی، ایسا نکتہ ہے کہ جس کی حضرت امیر المؤمنینؑ نے اسی روایت کے آغاز میں تصریح فرمائی ہے:

"**العقل عقلان: عقل الطبع و عقل التجربة و کلاهما یؤدی الی المنفعة**"[1]

عقل دو طرح کی ہے۔ عقل طبیعی اور عقل تجربی۔ یہ دونوں انسان کو منفعت تک پہنچاتی ہیں۔

اس بناء پر افراد کی ذاتی و فطری عقل کے علاوہ تجربی عقل بھی وجود رکھتی ہے۔ جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا کہ دونوں عقلیں منافع پر منتہی ہوتی ہیں۔

ان تمام مطالب سے درج ذیل نکات حاصل ہوتے ہیں۔

۱: عقل دو طرح کی ہے، ذاتی و تجربی

۲: جس طرح ذاتی عقل انسان کو منافع اور خوبیوں تک پہنچاتی ہے تجربی عقل بھی اسی طرح ہے۔

۳: عاقل پر واجب ہے کہ وہ اپنی اخلاقی و دینی برائیوں کو یاد کر کے انہیں ختم کرنے کی کوشش کرے۔

۴: انسان کو ماضی میں سرزد ہونے والی غلطیوں کی وجہ عالی و بلند مقامات تک پہنچنے سے ناامید اور مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ اسے حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے فرمان سے درس لے کر اپنے مستقبل کے لئے پُرامید ہونا چاہئے۔

۵: خاندان عصمت و طہارت علیہم السلام کے خاص اصحاب اور تمام اولیاء خدا ابتداء ہی سے

---

[1] بحار الانوار: ۶/۷۸

عظیم ذات اور نیک طبیعت کے مالک نہیں تھے۔ بلکہ انہوں نے زحمت وکوشش سے وہ مقام حاصل کیا۔

۶: کامل عقل یا اولیاء خدا اپنی بری صفات پر قوّہ عقل کے ذریعہ غلبہ حاصل کرتے ہیں۔

۷: ہر کامل عقل کا مالک اعلی مقامات کا مالک ہوتا ہے کیونکہ جو عقلِ کامل اور سالم طبیعت رکھتا ہو وہ عالمِ ملکوت کے ساتھ ارتباط پیدا کر کے ملکوتی ہو جاتا ہے۔

ایسے افراد شرح صدر پیدا کرتے ہوئے نورالٰہی کے مالک بن جاتے ہیں اور اسی نورالٰہی کی وجہ سے حقائق کو دیکھتے ہیں۔

خداوند متعال کا قرآن میں ارشاد ہے:

"أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّن رَّبِّهِ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِن ذِكْرِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ"[1]

کیا وہ شخص جس کے سینے کو خدا نے اسلام کے لئے کشادہ کر دیا ہے تو وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نورانیت کا حامل ہے، گمراہوں جیسا ہو سکتا ہے! افسوس ان لوگوں کے حال پر جن کے دل ذکر خدا کے لئے سخت ہو گئے ہیں تو وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

جی ہاں! کمال عقل کے ذریعہ راستہ پانے والے افراد ایسے ہیں کہ جن کے قلب بینا ہیں اور جنہوں نے دل کے اندھے پن سے نجات حاصل کر لی جو کہ بدترین اندھاپن ہے۔

حضرت محمد مصطفیؐ نے فرمایا:

" شرّ العمی عمی القلب " [2]

بدترین اندھاپن، دل کا اندھاپن ہے۔

۱۔ سورہ زمر۔ آیت: ۲۲

۲۔ بحار الانوار: ۵۱/۷۰

عالم غیب سے ارتباط

یہ واضح ہے کہ جب کوئی دل کے اندھے پن سے نجات حاصل کرے اور اس کا دل روشن ہوجائے تو وہ درخشاں انوار کا واضح مشاہدہ کرسکتا ہے۔ایسا دل حضرت امام آخرالزمان (عج) کے مبارک نور سے منور رہو جائے گا۔جس طرح حضرت ''ھالو''[۱] امام عصر علیہ السلام کی آواز سن کر سمجھ جاتے تھے کہ امام آخرالزمان (عج) انہیں دنیا کے کس حصے سے آواز دے رہے ہیں۔وہ آواز سن کر خود کو امام کے محضر میں پہنچاتے،وہ بھی دل کی آنکھوں سے آنحضرتؑ کو دیکھتے تھے۔حضرت امام سجاد علیہ السلام ایک طولانی روایت میں ارشاد فرماتے ہیں:

'' اَلا انّ للعبد اربع أعين: عينان يبصربهماامر دينه و دنياه و عينان يبصربهما امر آخرته،فاذاارادالله بعبد خيراً فتح له العينين الّتين في قلبه فابصر بهما الغيب وامر آخرته و اذا اراد به غير ذالک ترک القلب بما فيه''[۲]

آگاہ ہوجاؤ! بندے کی چار آنکھیں ہیں۔دو آنکھیں ایسی ہیں کہ جن سے اپنے دین و دنیا کے امر دیکھتا ہے اور دو ایسی آنکھیں ہیں کہ جن سے اپنی آخرت کے معاملات کو دیکھتا ہے۔جب بھی خدا کسی بندے کے لئے خیر کا ارادہ کرے تو اس کے دل میں پنہاں اس کی دو آنکھیں کھول دیتا ہے۔پس وہ ان کے ذریعہ غیب اور اپنی آخرت کے معاملات کو دیکھے گا۔اگر کوئی اپنے بندے سے اس کے غیر کا ارادہ کرے تو وہ اس کے دل کو جیسا ہے ویسا چھوڑ دیتا ہے۔

۱۔ حضرت ھالو ظاہراً ایک عادی فرد تھے وہ اصفہان میں کام کرتے تھے لیکن حقیقت میں امام عصرؑ کے مأمورین میں سے ایک تھے۔آنحضرت بعض کام انجام دینے کے لئے انہیں مأمور فرماتے تھے۔

۲۔بحار الانوار ۵۳/۷۰

غیب کا مظہر کامل

غیب کے امور میں سے ایک بلکہ اس کا اہم ترین مورد حضرت امام مہدی علیہ السلام کا مقدس وجود ہے۔ کچھ مومنین باطنی آنکھوں سے آنحضرت کو دیکھیں گے۔ قرآن مجید کی اس آیہ شریفہ ''الذین یؤمنون بالغیب ،،[۱] میں آنحضرتؑ کو غیب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اہلبیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی تفاسیر میں اس موضوع کی تصریح ہوئی ہے۔

گزشتہ روایت کو قرآن کی آیت سے ضمیمہ کرنے سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ خداوند متعال نے جن کی باطنی آنکھوں کو کھول دیا ہے۔ وہ یقیناً زمانہ غیبت میں حضرت ولی عصر (عج) سے ارتباط پیدا کر کے دل کی آنکھوں سے ان کی زیارت سے شرفیاب ہوں گے۔ حالانکہ آنحضرت غیب کے کامل مظہر ہیں۔

مرحوم سید بحرالعلومؒ کی زندگی کے کچھ اہم واقعات

مرحوم سید بحرالعلوم ایسے افراد میں سے تھے کہ جن کے دل کی آنکھیں روشن ہونے کی وجہ سے وہ ایسے امور دیکھتے کہ جنہیں دیکھنے سے دوسرے عاجز تھے۔ اس بحث کو ثابت کرنے کے لئے اس بزرگ کی زندگی کے کچھ اہم واقعات نقل کرتے ہیں۔ مرحوم محدث نوری کتاب دارالسلام میں مرحوم شیخ تقی ملاّ سے حکایت کرتے ہیں کہ جو مرحوم آیت اللہ سید بحرالعلومؒ کے شاگردوں میں سے بھی ہیں۔

میں ایک سفر میں مرحوم سید بحرالعلومؒ کے ہمراہ تھا میں اور سید جس قافلہ میں تھے اس میں ہم منزل بہ منزل سفر کر رہے تھے۔ سفر میں ایک ایسا شخص بھی تھا، جو کسی اور منزل کی طرف سفر کر رہا تھا لیکن وہ بھی قافلہ کے ہمراہ تھا۔ ایک بار راستہ میں سید نے اسے دیکھا اور اس کی طرف اشارہ کر کے اسے اپنی طرف بلایا۔

۱۔ سورہ بقرہ آیت: ۳

وہ سید کے قریب آیا اور اس نے سید کی دست بوسی کی۔ پھر سید نے اس سے تمام افراد کی خیریت دریافت کی کہ جن میں بہت سے مرد اور خواتین شامل تھے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ سب خیریت سے ہیں۔ جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے سیّد سے پوچھا کہ اس مرد کے لباس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق عراق سے نہیں ہے۔ سیّد نے فرمایا؛ ہاں وہ یمن کا باشندہ تھا۔

میں نے کہا؛ آپ تو یمن تشریف نہیں لے گئے، لیکن آپ کو اس گروہ کا نام کیسے معلوم ہوا کہ جن کے بارے میں آپ نے سوال کیا اور آپ جن کے مرد و خواتین سے بھی آگاہ ہیں؟

سیّد نے جواب میں کچھ تأمل فرمایا اور کہا؛ سبحان اللہ، اس میں تعجب کی کیا بات ہے، اگر مجھ سے تمام روئے زمین میں سے چپے چپے کے بارے میں سوال کرو تو میں سب کو جانتا اور پہچانتا ہوں۔

محدث نوریؒ کہتے ہیں کہ اس بزرگ کے اس فرمان کا مؤید یہ ہے کہ نجف اشرف میں تمام مقامات مقدسہ جیسے مسجد کوفہ، مسجد حنانہ، قبر مطہر کمیل بن زیادؓ، حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا گھر، حضرت ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کی قبر مبارک کو مرحوم سید بحر العلومؒ نے معین کیا اور تعمیر کروایا ورنہ اسے زمانے سے مرحوم سیّد کے زمانے تک ان کے آثار باقی نہ تھے۔ مرحوم سید بحر العلومؒ کے زمانے کے تمام علماء مرحوم سید کے فرمودات کو اپنا فریضہ سمجھتے اور انہیں قبول کرتے اور کوئی بھی ان پر اعتراض نہ کرتا۔ حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کی قبریں وادی السلام میں باقی ہیں۔ لیکن سید نے فرمایا کہ یہاں ان کی قبریں نہیں ہیں۔ پھر انہوں نے دوسری جگہ کو معین فرمایا کہ جو اب ان بزرگ ہستیوں کا مزار اور لوگوں کے لئے زیارت گاہ ہیں[1]۔

کتاب تاریخ کوفی میں لکھتے ہیں: بزرگ علاّمہ سید محمد مہدی خبّازؒ کہ جو بحر العلومؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے جاویدانی آثار ہیں۔ ان میں سے ایک مقدس مقام مسجد کوفہ ہے کہ جسے گزشتہ زمانے میں زیادہ لوگ نہیں جانتے تھے اور دین میں بصیرت رکھنے والے بہت کم افراد کے

---

[1] گلزار اکبری: ۳۵۸

علاوہ کوئی انہیں نہیں جانتا تھا۔اس رو سے مرحوم سید بحرالعلومؒ نے ان مقدس مقامات کو معین کرنے کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لی۔اس میں کچھ نشانات اور محراب تعمیر کئے اور محراب النبی میں قبلہ کو تعیین کرنے کے لئے پتھروں کا ایک ستون بنایا۔یہ ایک ایسا شاخص ہے کہ جو آج بھی ،،رخامہ،، کے نام سے جانا جاتا ہے[1]۔

مرحوم سید بحرالعلومؒ کے آثار میں سے ایک یہ ہے کہ مسجد سہلہ میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کے لئے ایک مقام موجود تھا۔لیکن لوگ اس مقام کو نہیں جانتے تھے۔ سید بحرالعلومؒ نے حکم دیا کہ فلاں مقام پر ایک گنبد تعمیر کیا جائے تا کہ وہ مقام مشخص ہو جائے[2]۔

بزرگ علاّمہ شیخ عراقین (کوفہ وبصرہ) شیخ عبدالحسین تہرانی جب مقامات عالیہ کی زیارت کے قصد سے عراق گئے تو انہوں نے ان مقامات کو دوبارہ تعمیر کروانے کا اقدام کیا۔مسجد کوفہ کے گوشہ میں جناب مختارؒ کی آرامگاہ کے بارے میں جستجو کی تا کہ اس کو بھی دوبارہ سے تعمیر کیا جا سکے۔ان کے پاس قبر کی فقط ایک نشانی تھی کہ وہ جامع مسجد سے متصل صحن مسلم بن عقیل میں ہانی بن عروہ کے حرم کے سامنے واقع ہے۔

لہذا انہوں نے اسے کھودا تو وہاں حمام کے آثار ملے جس سے واضح تھا کہ یہاں مختار کی قبر نہیں ہے اور اس کے آثار ختم ہو چکے ہیں۔لیکن ابھی تک شیخ اس کی جستجو میں تھے کہ آیت اللہ بحرالعلوم طباطبائیؒ کے فرزند علاّمہ شیخ سید رضا نے ان سے کہا؛ جب بھی ان کے والد بزرگوار مسجد کوفہ کے سامنے سے مشرقی دیوار کے ساتھ سے گزرتے کہ جو اب جناب مختارؒ کی زیارت گاہ ہے تو کہتے؛ جناب مختارؒ کے لئے سورہ فاتحہ پڑھ لیں اور پھر وہ سورہ فاتحہ پڑھتے۔شیخ نے حکم دیا کہ اس جگہ کو کھودا جائے۔حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس جگہ کو کھودا گیا تو وہاں سے پتھر نمودار ہوا جس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ مختار بن ابی عبیدہ

۱۔تاریخ کوفہ:۷۲

۲۔تاریخ کوفہ:۷۳

ثقفی کی قبر ہے۔لہذا مشخص ہوگیا کہ وہاں جناب مختارؒ کی آرامگاہ ہے[۱]۔

علامات ونشانیاں

خاندان وحی علیہم السلام کے فرمودات میں ظہور کے باعظمت زمانے کے بارے میں مہم نکات موجود ہیں کہ بعض لوگ انہیں برداشت کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔جیسا کہ انہوں نے دوسرے مسئلوں کے بارے میں فرمایا کہ جنہیں سب قبول کرنے کی قوّت نہیں رکھتے۔اسی وجہ سے خاندان عصمت وطہارت علیہم السلام نے اصحاب کو اپنے اسرار سے آگاہ کیا ہے۔جس طرح وہ نااہل لوگوں سے ایسی باتیں پوشیدہ رکھتے۔

انہوں نے اسرارآمیز نکات کے علاوہ دیگر نکات بھی ارشاد فرمائے کہ جنہیں وہ وجود خارجی کی وجہ سے قبول کرسکیں۔لہذا خدائے بزرگ وبرتر نے اتمام حجت اورلوگوں کے ذہنوں میں حقائق قریب کرنے کے لئے خارج میں ایسے واقعات کو وجود دیا کہ جس کے ذریعہ اہلبیت نبوت علیہم السلام کے فرمان لوگوں کے ذہنوں میں راسخ ہوجائیں۔

غیبت کے زمانے میں زندگی گزارنے والے کہ جنہوں نے ظہور کے زمانے کی نورانیّت کو دیکھا ہی نہیں ہے تو وہ کس طرح ایسے مبارک زمانے کا تصور کرسکتے ہیں؟

غیبت کے زمانے کی تلخیوں اور سختیوں میں زندگی گزارنے والے کہ جنہوں نے نجات کے زمانے کی آزادی کو دیکھا ہی نہیں وہ کس طرح ظہور کے زمانے کے لوگوں کی ترقی وکامیابی کا یقین کرسکتے ہیں؟ خودکو زمین کا مالک سمجھنے والے دنیا کے کوتاہ فکر سیاستدان اور کس طرح ناشناختہ ہاتھوں کے ذریعہ اپنے مال ودولت کی تباہی کا یقین کرسکتے ہیں؟ جولوگ کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھے بغیر قبول نہیں کرسکتے خداوند متعال کس طرح ان پر اپنی حجت تمام کرے گا؟

---

[۱] تاریخ کوفہ:۳۷۔

ایک عام انسان اور حیرت انگیز دماغ

تاریخ کے صفحات کی طرف رجوع کرنے سے اس سوال کا جواب دینا بہت آسان ہو جائے گا کہ غیبی امداد، طول تاریخ میں رونما ہونے والے حیرت انگیز اور غیر معمولی واقعات، ایسے لوگوں کے لئے محکم جواب ہیں۔

تاریخ کے ستمگروں کو حیرت زدہ کرنے والے تعجب خیز اور حیرت انگیز واقعات بہت زیادہ ہیں۔ لہذا ہم اصل بحث کی طرف واپس آتے ہیں کہ جو ظہور کے بابرکت زمانے میں انسانوں کے عقلی تکامل سے تعبیر کیا ہے۔

ہم اس بارے میں یہ کہیں گے انسان محدود دماغ کے ساتھ کس طرح اتنی حیرت انگیز قدرت کا مالک بن سکتا ہے؟

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ہم ایک مرد کے حیرت انگیز واقعہ کو نقل کرتے ہیں، جو اپنے دماغ میں تحولات کے ایجاد ہونے کی وجہ سے عجیب انجانی قدرت کا مالک بن گیا۔ البتہ ہمیں ایسے واقعات کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہم ایسے واقعات پر جاں نثار کرنے والے افراد کے تقریب ذہن کے لئے نقل کرتے ہیں۔

ہالینڈ کے ''پیٹر ہارکس'' کو دنیا کا عجیب ترین انسان کہا گیا ہے اور اسے ریڈار کا نام لقب دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں تمام انسانوں میں جو اس خمسہ کے علاوہ ایک چھٹی حس بھی تھی۔ وہ لوگوں کے افکار پڑھتا اور انہیں بتا دیتا کہ وہ کس چیز کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ اس شخص کے ساتھ دنیا کی بے زبان اور جامد مخلوق بھی گفتگو کرتیں اور وہ اپنی چھٹی حس کے ذریعہ گزرے واقعات اور اشخاص کی زندگی کے واقعات کو کشف کرتا۔ وہ دنیا اور اشخاص کے مستقبل کے بارے میں حیران کن پیشن گوئیاں کرتا کہ جو ہمیشہ صحیح ثابت ہوتیں۔

''پیٹر ہارکس'' کو مورد تجربہ قرار دینے والے تمام ڈاکٹروں اور ماہرین نفسیات نے اس کی

تصدیق بھی کی۔اب تک دنیا کے سولہ مختلف ممالک کی پولیس اس کی مدد سے جرائم کے مختلف واقعات کا پتہ لگا چکی ہے اور اب اس کے پاس بین الاقوامی پولیس کا قانونی کارڈ ہے۔

اسے یہ قدرت کیسے حاصل ہوئی؟

پیٹر کی زندگی میں سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ اسے یہ چھٹی حس (ریڈار) شکم مادر سے نہیں ملی۔وہ بتیس سال تک ایک عام اور معمولی انسان کی طرح ہی تھا۔جس کے پاس پانچ حسوں کے علاوہ کوئی حس نہیں تھی۔لیکن ۱۹۴۳ء میں ایک دن جب وہ آشیانہ ہوا پیما (ہوائی جال) سے دس میٹر کی بلندی سے زمین پر گرا اور بیہوش ہو گیا۔وہ خود کہتا ہے کہ زمین سے ٹکرانے سے پہلے میرے ذہن میں میری زندگی کے تمام واقعات آ گئے۔حتیٰ کہ مجھے یہ بھی یاد آ گیا کہ ایک بار کتے نے میرے پاؤں پر کاٹا تھا۔جب میں زمین اور آسمان کے درمیان تھا تو میں صرف ایک ہی چیز کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ میں مرنا نہیں چاہتا۔

اس واقعہ کے چار دن بعد جب اسے ہسپتال کے بستر پر ہوش آیا تو وہ سر میں شدید درد محسوس کر رہا تھا اور وہ شدّتِ درد سے چیخ رہا تھا۔نرس نے اسے بتایا کہ گرنے کی وجہ سے اس کا سر پھٹ گیا ہے اور اسے بہت گہری چوٹ آئی ہے۔جب پیٹر نے یہ پریشان کن خبر سنی تو وہ اس کا جواب نہ دے سکا۔وہ بہت تھکا ہوا تھا۔لیکن وہ خود کو ایک عجیب حالت میں محسوس کر رہا تھا۔جب نرس کمرے سے باہر نکل گئی تو پیٹر نے بیماری کی حالت میں ہی ساتھ والے بستر پر سوئے ہوئے مریض کی طرف بڑھا، یہ وہ لمحہ تھا کہ جب اس میں معجزانہ طور پر یہ قوّت پیدا ہو گئی۔

پیٹر میں الہام جیسی کیفیت پیدا ہوئی۔اس نے اپنے ساتھ دیگر مریضوں کو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔اور اس نے اس سے پہلے کبھی ان سے بات نہیں کی تھی۔لیکن ایک ہی لمحہ میں اس نے یہ محسوس کیا کہ وہ ان بیماروں کے ماضی اور مستقبل کو جانتا ہے۔یہ الہام اس قدر عجیب تھا کہ وہ اپنے

ذہن میں پیدا ہونے والے الہام کے اظہار سے پرہیز نہ کر سکا اور اس نے کہا کہ تم لوگ حق شناس انسان نہیں ہو۔ بیمار غصے میں بولا؛ جی ہاں، مگر تم یہ بات کیسے جانتے ہو؟

پیٹر نے کہا کہ اس لئے کہ تمہارا باپ ایک ہفتہ پہلے مر گیا تھا اور اس نے تمھیں یادگار کے طور پر ایک قیمتی گھڑی دی تھی۔ لیکن تم نے اپنے باپ کی یادگار گھڑی کو فروخت کر دیا۔ ساتھ بستر پر لیٹے ہوئے مریض نے حیرت میں کہا کہ تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا؟

اس دن کے بعد وہ شخص پیٹر کو شیطان یا جن بھوت سمجھتا تھا اور اس سے ڈرتا تھا۔ یوں پیٹر نے پہلی بار اپنی عجیب قوت کو استعمال کیا کہ جس نے اس کی زندگی کو یکسر بدل دیا۔

کسی انجان چیز کا اس کے دماغ میں بدلاؤ ایجاد کرنا

وہ خود کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ آخر کیا ہوا لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ایک بجلی کی طرح کی لہر نے میرے دماغ کو صاف کر دیا اور اس میں دیگر افکار ڈال دیئے۔ بعض اوقات سوچتا ہوں کہ میں پاگل ہو گیا ہوں کبھی دل سے یہ خواہش کرتا ہوں کہ کہ واقعاً پاگل ہو جاؤں تا کہ اس چھٹی حس سے نجات پا جاؤں کیونکہ جو کوئی بھی میرے کمرے میں داخل ہوتا، میں ایک ہی لمحہ میں اس کا چہرہ دیکھ کر اس کے ماضی کو جان جاتا۔ اس کی تمام خواہشات اور غموں کو بھی جان جاتا۔ ایک ہی لمحہ میں اپنے دل میں کہتا: یہ چور ہے، آج اس نے اپنی بیوی پر تشدد کیا ہے، اس نے آج فلاں کام کیا ہے .....

لیکن یہ سب کچھ جان کر مجھے دکھ ہوتا ہے۔ میں لوگوں کے راز کی باتیں نہیں جاننا چاہتا لیکن میرے پاس اور کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔ کسی سے اس بارے میں بات کرنے سے پہلے ہی میرا دماغ مجھے اس کے بارے میں سب کچھ بتا دیتا ہے۔ ہوش میں آنے کے چار یا پانچ دن کے بعد پیٹر نے ایک بیمار کو دیکھا کہ جو ہسپتال سے جا رہا تھا پیٹر اس سے ہاتھ ملا رہا تھا کہ یہ اسے الوداع کہتے ہوئے اچانک سے سمجھ گیا کہ شخص اپنے ادعا کے برخلاف ہالینڈ کا باشندہ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق انگلینڈ سے

ہے جوایک خفیہ انٹیلی جنٹ ایجنسی کا جاسوس ہےاور جاسوسی کی غرض سے ہالینڈ آیا ہے۔

پیٹر اسی وقت سمجھ گیا کہ گشتاپو (جاسوسی کے خلاف جرمنی کی بنائی جانے والی فورس) کو اس جاسوس کے بارے میں پتہ چل چکا ہےاور وہ جلد ہی اسے گرفتار کر کے قتل کر دیں گے۔وہ اپنے ذہن میں جاسوس کے ٹھہرنے کی جگہ سے بھی واقف ہوگیا کہ وہ کالوراسٹریٹ میں رہتا ہے۔وہ اس جاسوس کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا چاہتا تھا، لیکن وہ جلدی میں وہاں سے نکل چکا تھا۔

پیٹر نے یہ سارا ماجرا ڈاکٹر کو بتایا کہ وہ ہر قیمت میں جاسوس کو اس واقعہ سے آگاہ کر دے۔دو دن کے بعد جرمن اہل کاروں نے اس جاسوس کا کالوراسٹریٹ پر پیچھا کیا اور اسے قتل کر دیا۔پیٹر کی پیشن گوئی کا نہ صرف اس جاسوس کو کوئی فائدہ ہوا بلکہ اس کی وجہ سے ہالینڈ کے اہل کار اس پر بھی شک کرنے لگے اور اسے کہنے لگے کہ جب تمھیں پہلے ہی سے علم تھا وہ انگلینڈ کے جاسوس کا پیچھا کریں گے تو یقیناً تم بھی گشتاپو کے جاسوس ہو۔اس گمان میں اتنا اضافہ ہوگیا کہ دو دن کے بعد دو افراد تکیہ کے ذریعہ پیٹر کی سانس بند کر کے اسے مارنے کے لئے ہسپتال میں آئے۔لیکن اس بار بھی پیٹر کی چھٹی حس نے اس کی مدد کی اور اسے موت کے منہ سے بچالیا۔

دوسری زبان میں کلام

اسے قتل کرنے والوں میں سے ایک ہسپانوی تھا۔جب وہ شخص پیٹر کے منہ اور ناک پر تکیہ رکھ کر دبا رہا تھا تو پیٹر نے اسے ہسپانوی زبان میں کہا کہ،، کومو آبو دورو دا لاموئر نہ،، حالانکہ پیٹر ہسپانوی زبان کا ایک لفظ بھی نہیں جانتا تھا۔ہسپانوی شخص نے تکیہ ہٹا کر کہا کہ حیرت کی بات ہے کہ یہ مجھے کہہ رہا ہے کہ تم مجھے قتل کرنے سے ڈر رہے ہو اور میں اس وقت اسی بارے میں سوچ رہا تھا۔کچھ دیر سکوت کے بعد ہسپانوی شخص نے اس کے ہاتھ کو دبا کر کہا کہ میں تمہاری بات پر یقین کرتا ہوں لیکن تم مجھے برا بھلا مت کہنا۔آخر ایسی عجیب قوّت کو کس طرح قبول کیا جاسکتا ہے؟

اس مدت کے دوران پورے ہسپتال میں پیٹر کا واقعہ مشہور ہو گیا۔ اب وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ جلد ہی ایک استثنائی انسان بن جائے گا۔ اب وہ اپنی چھٹی حس سے خوفزدہ نہیں تھا۔ بلکہ وہ اس کے ذریعہ اپنی زندگی کے اخراجات مہیا کرنا چاہتا تھا۔ جب وہ اپنے گھر واپس گیا تو تقریباً سب گھر والوں نے اسے نہ پہچانا اس کی ماں کا کہنا تھا کہ میرا بیٹا خیالاتی ہو گیا ہے۔ پیٹر خود بھی کہتا تھا کہ میں پہلے جن مشکلات کا سامنا کر رہا تھا اب بھی انہیں مشکلات کا سامنا کر رہا ہوں۔ جب کوئی ہمسایہ میری چاپلوسی یا خوشامد کرتا تو میں اس کے دماغ کو پڑھ کر بتا دیتا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں یہ بھی سمجھ چکا تھا کہ میری ماں، بہنیں اور بھائی بھی مجھ سے بہت سی باتیں چھپاتے ہیں۔ لیکن اب کوئی مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ لیکن جب میں لوگوں کے جھوٹ کو جان جاتا تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے۔

کسی انجان قوّت کا اس کے دماغ کو مطلع کرنا

کیا یہ چھٹی حس کوئی ہدیہ و تحفہ تھی یا کوئی تکلیف؟

اس بارے میں پیٹر کا کہنا تھا کہ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ کوئی دوسری قوّت ذہنی اطلاعات اور پیشن گوئیاں میرے دماغ میں داخل کر دیتی ہے۔ اب میں سب انسان سے پہلے خدا سے نزدیک ہو جانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ خدا نے کروڑوں انسانوں میں سے فقط مجھے اس حس سے نوازا ہے۔ لہذا میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ اس ریڈار جیسی حس کو لوگوں کے فائدے کے لئے استعمال کروں۔ اب مجھے ایک نئی زندگی کا آغاز کرنا ہے کیونکہ اب میں اپنے سابقہ کام انجام نہیں دے سکتا تھا۔ اس نئی اور غیر معمولی حس کے آنے سے میں نے اپنی معمولی حس کھو دی ہے۔ میں کسی بھی موضوع کے بارے میں دس یا پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں سوچ سکتا تھا۔ کیونکہ ہر لحہ میرے دماغ میں ہزاروں مطالب گردش کرتے تھے۔ اگر میں خود کو کسی موضوع کے بارے میں مجبور کر کے فکر کروں مثلاً اگر ایک کیل ٹھونکنے کے لئے فکر کروں تو اچانک میرا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے میری

سانس بند ہونے لگتی اور میرے نیچے کرسی بھی لرزنے لگتی۔

بے زبانوں سے گفتگو:

جب بھی میرے کمرے میں کوئی داخل ہوتا تو میرا دماغ اس کے بارے میں فکر کرنا شروع کر دیتا اور مجھے اس کے گزشتہ اور آئندہ سے آگاہ کر دیتا۔ یہ صرف اشخاص کی حد تک محدود نہیں تھا بلکہ ان کے زیر استعمال اشیاء سے بھی آگاہ ہو جاتا۔ جیسے بیگ، کتاب، اشیاء، تصاویر، رومال وغیرہ۔ حتی کہ صحرا میں تنہائی کے دوران بھی مجھے راحت اور آرام نصیب نہیں تھا۔ پتھر، درخت بھی مجھے اپنی کہانی سناتے۔ اس آفت سے نجات کا راہ حل یہ تھا کہ میں کسی ایسے خالی کمرے میں بیٹھا رہوں کہ جہاں کوئی چیز بھی موجود نہ ہو اور اس کمرے سے بالکل باہر نہ نکلوں۔ لیکن میری طرح کا ۳۴ سالہ شخص بالکل راہبوں کی طرح زندگی نہیں گزار سکتا تھا۔

میرے پاس صرف ایک راستہ تھا کہ میں ایسی راہ کا انتخاب کرتا کہ جن میں ایسی چھٹی حس سے استفادہ کرتے ہوئے میں اپنی زندگی کی ضروریات کو مہیا کرتا۔ اب جب کہ مجھے اس حس سے ایک منٹ کی بھی چین وسکون نہیں تھا۔ لہذا میں اس کے اوامر کی اطاعت کرنے کے لئے مجبور تھا۔ اس دن سے پیٹر کی زندگی، اسی چھٹی حس کے ساتھ جڑ چکی تھی۔ میں نے ملّی جشن کے دوران لوگوں کے سامنے اپنی چھٹی حس کو ثابت کیا۔ میں نے ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے حالاتِ زندگی ایک یا دو گھنٹے تک مسلسل بیان کیے۔

ریڈار کے نام سے پروگرام

پیٹر بہت جلد ہی ہالینڈ، فرانس اور پورے یورپ میں مشہور ہو گیا۔ آج پیٹر امریکہ کا باشندہ ہے جو ٹیلی ویژن پر ریڈار کے نام سے ایک پروگرام کر رہا ہے۔

اس پروگرام میں وہ ٹی وی اسٹوڈیو میں بیٹھا ہوتا ہے اور دیکھنے والے سینکڑوں کلومیٹر کے فاصلے سے ٹیلی ویژن کے ذریعے اس سے سوال پوچھتے ہیں۔ وہ ان لوگوں کو دیکھے اور پہچانے بغیر سینکڑوں کلومیٹر کی دوری سے ان کے سوالات کے جواب دیتا ہے۔ اور ان کی موجودہ زندگی اور مستقبل سے آگاہ کرتا ہے۔

وہ خود بھی کہتا ہے کہ میرا حقیقی ہدف ایسے انسانوں کی مدد کرنا ہے کہ جنہیں میری ضرورت ہو۔ مثلاً میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کے کاموں میں ان کی مدد کروں یا گمشدہ بچوں کو تلاش کروں۔

پیٹر نے ہزاروں گمشدہ کو تلاش کیا۔ پولیس کو چوری کے سینکڑوں واقعات کی پیشگی اطلاع دی، سینکڑوں معدن کشف کئے۔ کئی بار مجرموں اور قاتلوں کو پہچاننے کے لئے پولیس کی مدد کی۔ لیکن وہ اپنے شخصی منافع اور جوئے میں اپنی چھٹی حس سے استفادہ نہیں کرتا کیونکہ کہ اگر وہ جوا کھیلے تو وہ ہر ایک سے دنیا کی ساری ثروت حاصل کر لے۔

وہ خود بھی کہتا ہے کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ خدا نے لوگوں کی مدد کے لئے مجھے چھٹی حس عطا کی ہے نہ کہ مال و دولت جمع کرنے کے لئے۔

ایک دن ونکوتن سٹی میں آتش زدگی کے واقعہ کے بعد ہالینڈ پولیس نے پیٹر سے اس واقعے کے اسباب کے بارے میں مدد طلب کی۔ کیونکہ پولیس چار مہینے کی تحقیق کے باوجود اس کے اسباب سے آگاہ نہ ہو سکی تھی۔

پیٹر نے فوراً انہیں بتایا کہ میں ایک عورت کو دیکھ رہا ہوں کہ جس نے اپنا ایک دستانہ حادثہ رونما ہونے والی جگہ پر رکھا ہے اور وہ افیون اور دوسری منشیات میں ملوث ہے۔

اس وقت تک پولیس نے وہاں کوئی دستانہ نہیں دیکھا تھا۔ لیکن جب وہ دوبارہ وہاں گئے تو انہیں دستانہ مل گیا۔ یہ دستانہ پیرس کی ایک دکان سے خریدا گیا تھا، اس کے مالک کو ڈھونڈنا بہت مشکل تھا۔ لیکن پیٹر نے اس عورت کے دوسرے مشخصات بھی بیان کئے کہ اس عورت کا شوہر نہیں ہے اور وہ افیونی بھی ہے۔

جب پیٹر کی اطلاعات کے ذریعے اس عورت کو گرفتار کیا گیا تو اس نے اعتراف کیا کہ افیونی ہے اور اس نے منشیات کے اڈے کے لئے ایک جگہ بھی کرائے پر لی ہے۔یوں پولیس نے پیٹر کی مدد سے منشیات کی اسمگلنگ کا منصوبہ بھی ناکام بنادیا۔اس واقعے کے بعد پولیس نے باقاعدہ طور پر پیٹر کا شکریہ ادا کیا۔

ہم سب چھٹی حس رکھتے ہیں۔امریکہ کے مشہور اور بزرگ استاد پروفیسر ''پوہارلیس'' ایک سال سے پیٹر کے بارے میں مطالعہ کررہے ہیں۔انہوں نے اعلان کیا کہ پیٹر کی چھٹی حس میں کوئی شک نہیں کہ جو ریڈار کی طرح ہر چیز کو دور سے تشخیص دیتی ہے۔لیکن علمی لحاظ سے میں ابھی تک اس مسئلہ کی توجیہ نہیں کرسکا۔میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس کی چھٹی حس دیگر حواس خمسہ کی بہ نسبت حسّاس ہے جب وہ مریض، تھکا ہوا یا غصے میں ہو تو اس کی چھٹی حس دیگر حواس سے جلد متاثر ہوجاتی ہے۔

طول تاریخ میں دو یا تین دیگر پوزیشن کوئی کرنے والے بھی تھے کہ جن کے پاس بھی یہی حس تھی۔ لیکن پیٹر وہ واحد شخص ہے کہ یہ حس پیدائشی طور پر نہیں بلکہ ۳۲ سال کی عمر میں حادثے کے بعد حاصل ہوئی۔وہ خود بھی کہتا ہے کہ سب لوگوں کے پاس کم وبیش چھٹی حس ہوتی ہے۔کبھی آپ کو بھی یہ اتفاق ہوا ہوگا کہ حادثہ سے پہلے اس کے بارے میں جان لیں۔مثلاً کبھی کسی دیہات میں داخل ہوں تو آپ کو ایسا محسوس ہو کہ آپ اسے ایک مرتبہ پہلے بھی کہیں دیکھ چکے ہوں۔میرے خیال میں انسان کے دماغ حواس خمسہ کی طرح چھٹی حس کی بھی ایک مخصوص جگہ ہے۔میرے ساتھ ہونے والے حادثے نے اس حس کو بیدار کردیا[1]۔

اس بناء پر حادثے میں گرنے اور دماغ پر چوٹ لگنے کی وجہ سے پیٹر میں مخفی قدرت بیدار ہوگئی۔اسے ایسی قدرت نصیب ہوئی کہ جو دوسروں کو حاصل نہیں تھی انسان عقل کے تکامل کی وجہ سے مخفی قوتوں کو حاصل کرسکتا ہے۔

---

[1] ہفت روز ہ خبر ۲۵ اردیبہشت سال ۱۳۷۶

عقل کی آزادی

جب انسان اپنے اندر پوشیدہ طاقتوں تک رسائی حاصل کر لے اور تکامل عقلی کی منزل تک پہنچ جائے تو اس کی عقل اسارت سے آزاد ہو جاتی ہے۔ یہ آزادی کی عظیم ترین اقسام میں سے ایک ہے۔ جو ظہور کے تکامل بخشیں زمانے میں تمام انسانوں کو حاصل ہوگی۔

عقل کے شیطانی و نفسانی قید سے آزاد ہونے کے بعد انسان آسانی سے اپنی عقلی قوت سے استفادہ کر سکتا ہے۔ ہر انسان کی عقل میں کچھ قوتیں اور طاقتیں کارفرما ہوتی ہیں کہ جو ایک سپاہ کی حکمِ عقل کے تابع ہوتی ہیں۔ خاندانِ عصمت وطہارت علیہم السلام کے فرامین میں اس کی وضاحت ہوئی ہے۔ جو کہ وجودِ بشر کے تمام پہلوؤں سے آگاہ ہیں۔ امام صادق علیہ السلام ایک عظیم روایت میں عقل و خرد کی سپاہ کے تمام افراد کو بیان فرماتے ہیں[۱]۔

اس روایت میں ستّر عالی و برجستہ صفات کو ''عقل کی فوج'' کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مقابل جہل کے لئے ستر رذیلہ صفات بھی بیان ہوئی ہیں[۲]۔

غیبت کے تاریک زمانے میں نفس کا بہت بڑا لشکر ہے۔ اکثر افراد سپاہ نفس کے ہاتھوں گرفتار ہیں۔ نفس ان سے جو کہے وہ وہی کرتے ہیں۔ لیکن ظہور کے پرمسرت اور بابرکت زمانے میں عقل کے تکامل کی وجہ سے انسانوں کا نفس بھی پاک و پاکیزہ ہو جائے گا، پھر وہ عقل و خرد کے حکم کا مطیع ہوگا۔

انسانوں میں عقلی تکامل سے مراد انسان میں سپاہ عقل کی قدرت کا کامل ہونا ہے۔ اس بناء پر انسانوں میں علم، قدرت، فہم اور ارادہ کامل ہو جائے گا۔ پھر نفس کے لشکر جیسے ضعف، جہل اور عجز کو شکست ہوگی۔

۱۔ اصول کافی: ۱/۲۰

۲۔ البتہ اس میں جہل سے مراد نفس ہے نہ کہ لاعلمی، کیونکہ جہل بمعنی لاعلمی، خود جہل بمعنی نفس کی فوج میں سے ایک ہے کہ جو اس روایت میں بیان ہوئی ہے۔

سالم فطرت کی طرف لوٹنا

یہ بات بالکل واضح ہے کہ نفس کے لشکر کی شکست اور عقل کی ستر قوتوں کے تکامل سے انسانوں کو ایک نئی زندگی ملے گی۔ پھر ہر انسان اپنی اصل فطرت کی طرف لوٹ آئے گا۔ فطرت اوّلیہ کے حصول کے معنی یہ ہیں کہ انسان کو ایسی قدرت حاصل ہو جائے کہ جیسے وہ پہلے جہل اور نفس و شیطان کی پیروی کی وجہ سے بروئے کار نہیں لا سکا۔ لیکن اب فطرت اولیہ کی وجہ سے ان سے فائدہ اٹھائے۔

اگر ہم اصول کافی کی عقل و جہل کے سپاہیوں کے بارے میں روایت ذکر کرتے اور پھر اس کا ترجمہ و تشریح بھی کرتے تو بحث بہت طولانی ہو جاتی۔ لہٰذا ہم نے اس روایت کو ذکر کرنے سے گریز کیا اور انہی مطالب کو بیان کرنے پر اکتفا کیا۔

مذکورہ روایت اور عقل و جہل (نفس) کے لشکر کے ستر ستر سپاہیوں پر دقت کرنے سے اس نتیجہ تک پہنچتے ہیں کہ انسانی معاشرہ ہوا و ہوس کے گرداب میں غرق اور نفس کے تابع ہے۔ بہت کم لوگوں کے علاوہ کسی کا عقل سے کوئی تعلق و واسطہ نہیں تھا۔ اس روایت کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ کامل عقل کا مالک وہ ہے کہ جو مکمل طور پر لشکرِ عقل سے منسلک ہوا اور جس نے لشکرِ جہل کو شکست دے کر نابود کر دیا ہو۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا قیام بشریت اور عقل کے سپاہیوں کو حیات بخشنے اور انہیں تکامل عطا کرنے کے لئے ہوگا۔ سپاہِ عقل کے تکامل سے سپاہِ جہل کی نابودی لازمی ہے کہ پھر جہل کا کوئی اثر بھی باقی نہیں رہے گا۔ لشکرِ جہل و نفس کی نابودی اور سپاہِ عقل کے تکامل سے بشریت میں حیرت انگیز تبدیلیاں ایجاد ہوں گی۔ ان تبدیلیوں سے کائنات کا نقشہ بدل جائے گا۔ برائیوں کی جگہ نیکیاں لے لیں گی۔ انسانیت و بشریت کے تکامل اور برائیوں کی جگہ نیکیوں کے آنے سے حیرت انگیز تبدیلیوں کا وجود میں آنا یقینی ہے۔ روایات کی رو سے اس وقت دوسری اشیاء بھی تکامل کی طرف گامزن ہوں گی۔

کیا ظہور سے پہلے عقلی تکامل کا حصول ممکن ہے؟

بعض لوگ معتقد ہیں کہ اہل دنیا عقلی رشد اور فکری تکامل پیدا کریں تا کہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ کا ظہور متحقق ہو اور جب تک ایسا تکامل حاصل نہ ہو تب تک ظہور بھی متحقق نہیں ہو گا۔

کیا یہ عقیدہ صحیح ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ اہل دنیا کے عقلی و فکری رشد و تکامل سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور اور حکومت کے لئے زمینہ فراہم ہو گا۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ حضرت ولی عصر (عج) کا ظہور تمام دنیا والوں کے عقلی رشد و تکامل سے وابستہ نہیں ہے۔ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم علیہ السلام کے ظہور کے متعلق کثیر روایات کی روشنی میں مذکورہ عقیدے کا بطلان واضح ہے۔

اگر حضرت ولی عصر (عج) کا ظہور تمام دنیا والوں کے عقلی رشد و تکامل کے بعد واقع ہو تو پھر ایسی بہت سی روایات کو نکال باہر پھینکنا ہو گا کہ جن میں امام زمانہ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی جنگوں کا تذکرہ ہے۔ مخالفین کا موجود ہونا اور ان کا حضرت امام مہدی علیہ السلام سے جنگ کرنا فکری رشد اور عقلی تکامل کے نہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ پس کس طرح یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ظہور سے پہلے سب لوگ عقلی تکامل کی منزل تک پہنچ چکے ہوں گے تا کہ ان میں امام زمانہ علیہ السلام کی حکومت کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

علاوہ ازیں اس مطلب پر بہت سی روایات دلالت کرتی ہیں کہ ظہور سے پہلے لوگوں کو عقلی و فکری تکامل حاصل نہیں ہو گا۔ روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح علم و دانش کے مراحل کی تکمیل امام عصر علیہ السلام کے ظہور سے وابستہ ہے اسی طرح معاشرے کا فکری رشد اور عقلی تکامل بھی حضرت ولی عصر (عج) کے ظہور سے وابستہ ہے۔

دماغ کی قوّت وطاقت

اب ہم دماغ کی عظیم قوّت وطاقت کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔لہذا ہم کہتے ہیں کہ ابھی تک انسان اپنے دماغ سے مکمل طور پر فائدہ حاصل نہیں کر سکا۔ بہت سے مصنفین نے دماغ کی قدرت سے فائدہ نہ اٹھانے اور اپنے عجز وناتوانی کا اعتراف کیا ہے یہاں ہم ایسے ہی اقوال کے کچھ نمونے پیش کرتے ہیں۔عام طور پر ہمارے دماغ کی قدرت کے بہت کم حصے سے کام لیا جاتا ہے۔حالانکہ اس کی قدرت ہر شخص کے اختیار میں قرار دی گئی ہے۔لیکن افسوس کہ ہم کبھی کبھار ہی اس قدرت سے کسی حد تک استفادہ کرتے ہیں[۱]۔

یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ انسان اپنی تمام تر استعداد اور صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے باوجود بھی اپنے دماغ کے کروڑویں حصہ سے بھی کم کو کام میں نہیں لاتا[۲]۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم ابھی تک نہیں جان سکے کہ خلاقیت وتفکر کے وقت ہمارا دماغ کیا کام کرتا ہے۔حالانکہ تحقیق میں تجرباتی روش سے استفادہ کرتے ہوئے بہت سے تجربات کے ذریعہ دماغ کی ساخت اور تفکّر کے عمل کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کی گئی ہیں[۳]۔

یہ مطلب انسان کے وجود میں فکر کی قدرت اور اس سے مکمل طور پر استفادہ نہ کئے جانے کو بیان کر رہا ہے۔لیکن جس روز دستِ الٰہی کا لوگوں کے سروں پر سایہ ہوگا اس روز انسان کے دماغ میں پوشیدہ قوّتیں ظاہر ہو جائیں گی اور انسان کی عقل کامل ہو جائے گی۔

انسان کے تمام افکار کی فعالیت اور تمام مرام وقیود کی پناہ گاہ دماغ کے پردے ہیں۔جو چھوٹے چھوٹے خلیوں سے تشکیل پاتے ہیں۔جس کی تعداد دس سے تیرہ ارب سے بھی زیادہ ہے۔ان میں

۱۔توانائی ھای خود را بشناسید:۱۴

۲۔توانائی ھای خود را بشناسید:۳۲

۳۔توانائی ھای خود را بشناسید:۱۷

سے ہر ایک درخت کے پتوں کی رگوں کی مانند ہوتی ہیں اور ایک دوسرے تک الیکٹرک پیغام منتقل کرتی ہیں۔عملی تجربات سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ انسانوں میں سے ذہین ترین فرد بھی ان ذخائر کے تھوڑے سے حصہ کو صرف میں لاتا ہے[۱]۔

انسان کا دماغ چودہ ارب عصبی خلیوں سے تشکیل پاتا ہے اور ہر خلیہ کے دوسرے خلیوں سے پانچ ہزار ارتباط ہیں۔اسی طرح ان میں دیگر مختلف قسم کے ارتباط بھی پائے جاتے ہیں۔دماغ میں خلیوں اور مختلف حالتوں کی بالقوۃ تعداد انسان کے تصور سے بھی زیادہ ہے۔

ایک عام اور اسی طرح ذہین انسان بھی اپنی تمام زندگی میں ایک ارب میں سے ایک حصے کو بھی استعمال میں نہیں لاتا۔اگر دماغ کی ظرفیت توانائی اور ارب میں سے ایک حصہ ہی استعمال میں لایا جائے تو ان کے درمیان دکھائی دینے والا تفاوت کیفی ہوگا نہ کہ کمی[۲]۔

اب جب کہ آپ نے یہ جان لیا کہ تمام افراد اپنے دماغ کی تھوڑی سی مقدار کو استعمال میں لاتے ہیں تو اب اس بیان پر غور کریں۔

آج کی دنیا میں ایک کمپیوٹر کا حافظہ ایک لاکھ اطلاعاتی ذرائع سے کام کرتا ہے کہ جسے کمپیوٹر کی زبان میں بائٹ کا نام دیا جاتا ہے۔انسان کا دماغ بھی اسی طرح کام کرتا ہے مالیکیول حافظہ اور عصبی اطلاعات کے بٹن کو ذخیرہ سازی کے لئے آمادہ کرتے ہیں۔گہوارے میں پڑا بچہ بھی یہی عمل انجام دیتا ہے۔اگر چہ یہ انجان طور پر یہ کام انجام دیتا ہے۔ہم پوری زندگی اطلاعات ومعلومات کو جمع کرتے ہیں تا کہ جس دن ہمیں ان کی ضرورت ہو،ہم ان سے استفادہ کرسکیں۔یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہمارا دماغ علم ودانش کو ذخیرہ کرنے کے لئے قابلِ اطمینان نہیں ہے۔کیونکہ انسانی دماغ پندرہ ارب بٹنوں سے کام کرتا ہے اور جدید ترین کمپیوٹر میں اس کی تعداد صرف ایک کروڑ ہے۔پس ایک کمپیوٹر پر

۱۔نسخہ عطار:۱۳۴

۲۔توانائی ھای خود را بشناسید:۳۴۷

انسان سے زیادہ اعتماد کیوں کیا جاتا ہے؟ حالانکہ دماغ کے نوحصوں سے کام نہیں لیا جاتا ۔لیکن کمپیوٹر کے تمام سسٹم فعّال ہوتے ہیں[۱]۔

آپ شاید اس بات کا یقین نہ کریں کہ دماغ کے پندرہ ارب بٹن ہیں اور شاید اس بات کا بھی یقین نہ کریں کہ انسانی دماغ زندگی کے آغاز سے موت تک ہونے والے تمام تر واقعات وسانحات اور حادثات کو اپنے اندر محفوظ کر لیتا ہے۔انسان کا دماغ ہر اس چیز کو ذخیرہ کر لیتا ہے کہ جو اس نے دیکھی، سنی یا انجام دی ہو[۲]۔

انسان اپنی زندگی میں جو کچھ انجام دیتا ہے وہ اس کی زندگی کے آخری لمحات میں اس کے سامنے جلوہ گر ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ہمیں خاندانِ وحی علیہم السلام نے سکھائی ہے کہ جو ہماری خلقت کے شاہد ہیں۔

اسی لئے ہمیں ظہور کے پرنور اور بابرکت زمانے میں دماغ کی ناشناختہ قوّتوں اور طاقتوں کے ظاہر ہونے میں ذرّہ برابر بھی شک نہیں ہے اور ہم معصومین علیہم السلام کے ہر فرمان کو کمی وبیشی کے بغیر قبول کرتے ہیں۔

غیر معمولی حافظہ دماغ کی عظیم قدرت کی دلیل

ہمارے پاس اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام کے فرامین وراعتقادی مسائل کا ایسا ذخیرہ موجود ہے کہ ہمیں دوسروں کے واقعات اور ان کی باتوں کو نقل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔لیکن اپنی بات سب پر ثابت کرنے کے لئے ایسے افراد کے واقعات کو ذکر کرنا بھی لازمی ہے کہ جو غیر معمولی حافظہ کے مالک تھے کہ جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ انسانی دماغ میں بہت سی مخفی طاقتیں موجود ہیں۔

۱۔ بازگشت بہ ستارگان:۷۶

۲۔ توانائی ھای خود را بشناسید:۱۲۱

اگاؤن نامی شخص نے اپنی زندگی میں ۲۵۰۰ کتب کا مطالعہ کیا اور اسے یہ تمام کتابیں حفظ تھیں۔اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہ ہے کہ وہ ایک لمحہ سوچے بغیر ان کتابوں کے کسی بھی حصے کو پڑھ سکتا تھا[۱]۔

حال ہی میں دنیا بھر کے خبر رساں ادارے حسین قدری کے استثنائی حافظہ کے بارے میں خبریں نشر کر رہے تھے کہ جو تاریخ، واقعات، تاریخی شخصیات اور ان کی زندگی کے واقعات کے بارے میں بغیر سوچے ہر سوال کا جواب دے سکتا تھا۔حسین قدری کے حافظہ میں بہت سے بزرگوں کے یومِ تولّد اور یوم وفات کی تاریخیں محفوظ تھیں۔اس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ تھی کہ اس نے ہجری برسوں کی ایک جنتری بنائی تھی کہ جو دو حصوں پر مشتمل تھی۔ایک حصے کو سو سالہ دور کی صورت میں مرتّب کیا گیا تھا۔جس میں ہفتے کے ایّام اور ۱۹۰۱ء سے ۲۰۰۰ء تک تمام دنوں کو بیان کیا گیا تھا اور جس میں ہر ماہ کے اہم واقعات کو بھی جمع کیا گیا تھا۔دوسرے حصے میں ۱۵۰۱ء سے ۲۰۷۰ء سال تک کے ایّام کو بیان کیا گیا تھا۔اس حصے میں ہر دن، ایّام ہفتہ و ماہ اور بزرگ شخصیات کے یومِ تولّد اور یوم وفات کی تاریخوں کو بھی مرتب کیا گیا تھا۔اس میں مذکورہ دو حصوں کے علاوہ ایک اضافی حصہ بھی تھا کہ جس میں دورِ مسیحیت کے آغاز سے ۳۰۰۰ء تک کے ایّام کو بیان کیا گیا تھا[۲]۔

موجودہ رائج مسائل میں سے ایک تقویمی محاسبات کی بناء پر مطرح ہونے والا مسئلہ ہے۔ریاضی کے بعض عجوبے اپنے ذہن میں ایک ہی لمحہ میں صدیوں اور ہزاروں سال طے کر لیتے ہیں۔مثلاً وہ ریاضی کی بنیاد پر حساب کرتے ہیں کہ ایک ہفتہ میں سات دن، ایک دن میں چوبیس گھنٹے، ہر گھنٹے میں ساٹھ منٹ اور ہر منٹ میں ساٹھ سیکنڈ ہوتے ہیں۔اسی ترتیب سے وہ چند سیکنڈ میں کئی صدیوں کے عملیات اپنے ذہن میں انجام دیتے ہیں اور آخر میں یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ

۱۔توانائی ھای خودراشناسید:۴۵

۲۔توانائی ھای خودراشناسید:۴۶

مثلاً یکم جنوری ۱۸۸۰ء کو جمعہ کا دن تھا۔اس طرح وہ بہت سی ذہنی پیچیدگیاں حل کرتے ہیں ۔مثلاً وہ یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ روم کے شہنشاہ نرون کی موت سے سقوط قسطنطنیہ تک کتنے سیکنڈ گزر چکے ہیں؟ایک بار ایسے ہی دوحساب کرنے والے ''اینا ودی اور داگیز'' سے ایک پروگرام میں ایسے ہی کچھ سوالات کئے جا رہے تھے کہ ۱۳،اکتوبر ۴۴۴۴ ۲۸ء کو کیا دن ہوگا؟!

انسان کے دماغ کی قدرت کو ثابت کرنے کے لئے دیگر ممالک میں بھی ایسے افراد کا وجود اس کی واضح دلیل ہے ۔اسی طرح یہ غیبت کے تاریک زمانے میں انسان کے عقلی تکامل کو بھی بیان کر رہا ہے ۔ریاضی کے یہ ماہر ترین افراد چند سیکنڈ میں بعض ایسے مسائل حل کر دیتے ہیں کہ جنہیں ماہر ریاضی دان چند ماہ کی کوششوں کے بعد انجام دے سکتے ہیں اور پھر اس کے نتائج کی تائید کے لئے بھی طولانی مدّت درکار ہوتی ہے کہ جس کے لئے کمپیوٹر سے بھی مدد لی جاتی ہے۔

دماغ کا مافوق فطرت،قدرت سے رابطہ

ریاضی کے یہ عجوبہ کس چیز سے مدد لیتے ہیں؟

کیا ان کو بچپن سے یہ خاص استعداد حاصل ہوتی ہے یا نوجوانی کے عالم میں انہیں ایک عرصہ تک مشق کرنے اور تکامل کے ذریعہ یہ استعداد وصلاحیت حاصل ہوتی ہے؟

محصول حافظہ کے عنوان سے اس توانائی کو بیان کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں ۔ماہرین نفسیات اسے ''حدّت حافظہ'' کا نام دیتے ہیں ۔اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ اس خاص مقام میں یقیناً ہمارے سامنے ایک قوی حافظہ ہے لیکن ہم اس کی ماہیت کو بھی بیان نہیں کر سکتے[۲]۔

دلچسپ بات تو یہ ہے کہ ریاضی کے ایسے عجوبہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کس طرح سے اپنے ذہن

۱۔توانائی ھای خود راشناسید ۵۳

۲۔توانائی ھای خود راشناسید:۵۴

میں یہ محاسبات انجام دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم صرف گنتے اور شمار کرتے ہیں اور پھر یہ سب کس طرح ہو جاتا ہے، یہ خدا ہی جانتا ہے۔

اس جواب پر بالکل حیران نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ان افراد میں سے بعض افراد کاملاً ان پڑھ تھے۔ ایسے با استعداد افراد ہمیشہ سے ماہرین نفسیات اور ریاضی دانوں کی توجہ کا مرکز بنے رہے ہیں تا کہ وہ ان میں پائی جانے والی پوشیدہ طاقت وقوت اور صلاحیت کو کشف کر سکیں۔ اس سے بھی بڑھ کر بعض ایسے افراد میں موجود قدرت کے اسرار معلوم کرنے کی کوشش کرنے کے علاوہ عقلی تکامل تک رسائی کے لئے بھی کوشاں ہیں۔

جدید علم کی نظر میں عقلی تکامل

عقل کے تکامل اور اس کے لزوم وکیفیت کی بحث نے بہت سے مغربی دانشوروں کو اپنی جانب مائل کیا ہے۔ وہ اپنی علمی ترقی کا ادعا کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی وہ معتقد ہیں کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا جب آج کی بنسبت انسان کی عقل کھربوں گنا زیادہ ہوگی۔

مغربی دانشوروں میں سے ایک ''کرزویل'' ہے۔ جس کا کہنا ہے کہ آپ دماغ میں فقط سو کھرب اتصالات برقرار کر سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ کی نظر میں یہ بہت بڑا عدد ہو۔ لیکن دماغ میں اطلاعات ذخیرہ کرنے کی روش اب بھی غیر فعّال ہے۔ کیونکہ آئندہ زمانے میں انسان کا دماغ موجودہ دور سے کھربوں گنا زیادہ ہوگا۔

اس میں اہم اور مورد توجہ نکتہ یہ ہے کہ وہ حقائق عالم سے نا آشنا ہونے اور مکتب اہلبیت علیہم السلام سے دور ہونے کے باوجود اگر چہ عقلی تکامل کو تسلیم کرتے ہیں لیکن انہیں اس کی کیفیت اور اس کے حصول کی آگاہی نہیں ہے۔ اسی لئے وہ اپنی توجیہات میں غلطیاں کرتے ہیں۔

خاندان عصمت وطہارت علیہم السلام کے جاودانی اور حیات بخش مکتب سے دوری کے باعث یہ

لوگ ہر چیز حتی کہ عقلی تکامل جیسے اہم ترین مسئلہ کو بھی مادّی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ الیکٹرک سسٹم کے ذریعہ اپنے خیالات وافکار کو تکامل دیا جا سکتا ہے۔

عقلی تکامل اور ارادہ

یہاں تک ہم دماغ کی قدرت وتوانائی سے آگاہ ہوئے اور ہم نے یہ درک کیا کہ انسان اب تک اپنے وجود کی عظیم قدرت سے بے خبر تھا۔اب ہم قوّت ارادہ اور تکاملِ عقل کے بارے میں بحث کا آغاز کرتے ہیں۔انسان کی عقل کے تکامل کا لازمہ اس کے ارادہ کا قوی ہونا ہے۔کیونکہ جس طرح حدیث جنودِ عقل میں نقل ہوا ہے کہ عقل کی سپاہ میں سے ایک ارادہ بھی ہے۔عقل کے تکامل سے ارادے کی قدرت میں اضافہ ہوتا ہے،ارادے کے حرکت میں آنے اور فعّال ہونے سے انسان میں اساسی وحیاتی تحوّل کا ایجاد ہونا بالکل واضح ہے۔

اگر قوّت ارادی کامل ہو تو انسان غیر معمولی اور حیرت انگیز کام انجام دے سکتا ہے۔کیونکہ جب قوّت اردی اپنی انتہا کو پہنچ جائے تو انسان کسی فرد یا کسی چیز میں کوئی حالت یا خصوصیت ایجاد کر سکتا ہے۔اسی طرح یہ اسے نابود یا اس میں اضافہ بھی کر سکتا ہے۔اعمالِ ارادہ سے انسان کسی ایسی چیز سے بھی آگاہ ہو سکتا ہے کہ جس کے بارے میں اسے کوئی اطلاع نہیں ہوتی۔جیسا کہ ہم نے عرض کیا ہے کہ ارادہ عقل کی قدرت کا ایک حصہ ہے۔عقلی تکامل سے قوّت ارادی اور عقلی قدرت بھی تکامل تک پہنچ کر فعّال ہو جاتی ہیں۔اس بناء پر ظہور کے زمانے میں انسانوں کی عقل کے تکامل کے نتیجہ میں ان کی قوّت ارادہ میں بھی اضافہ ہوگا اور وہ مزید قدرت مند ہو جائے گا۔ظہور کے زمانے میں انسان کی عقل شیطان کی قید اور نفس کی غلامی سے آزاد ہو جائے گی۔سپاہ عقل بھی ضعف وناتوانی سے نجات پائے گی اور ان میں پوشیدہ اور مخفی طاقتیں ظاہر ہو کر فعّال ہو جائیں گی۔

غیبت کے تاریک اور سیاہ زمانے میں بہت سے انسان اپنی خواہشات اور آرزوؤں کو حاصل

نہیں کر سکے۔لیکن ظہور کے بابرکت زمانے میں ایسا نہیں ہوگا۔اس وقت اگر کوئی کسی نامعلوم چیز سے آگاہ ہونا چاہے تو اس سے پردے اٹھالئے جائیں گے اور اس وقت وہ جس چیز کے بارے میں چاہے آگاہ ہوسکتا ہے۔

ہم نے یہ حقائق خاندان نبوت علیہم السلام سے سیکھیں ہیں۔ہم دل و جان سے ان معصوم ہستیوں کے ارشادات وفرمودات قبول کرتے ہیں تا کہ ظہور کے پُر نور زمانے میں ہم پورے وجود سے اس حقیقت کو محسوس کرسکیں۔اس بناء پر عصرِ تکامل میں پہلے ارادہ انجام پائے گا اور اس کے بعد آگاہی متحقق ہوگی۔اس کی دلیل کے طور پر ہم خاندانِ وحی علیہم السلام کے فرامین میں سے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں۔

" اِن اللّٰہ لیھب لشیعتنا ترامة لا یخفی علیھم شیء فی الارض وما کان فیھا حتّی اَنّ الرجل منھم یرید ان یعلم علم اھل بیتیہ فیخبرھم بعلم ما یعلمون "[1]

خداوند متعال یقیناً ہمارے شیعوں (زمانہ ظہور میں دنیا کے تمام لوگ خاندان نبوت علیہم السلام کے پیروہوں گے) کو ایسی کرامات بخشے گا کہ ان سے زمین اور اس میں موجود کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں رہے گی۔حتی کہ اگر کوئی مرد اپنے اہل خانہ کے حال سے آگاہ ہونا چاہے تو پس وہ آگاہ ہو جائے گا کہ وہ جو کام بھی انجام دے رہے ہوں یہ ان سے باخبر ہوگا۔

اگر انشاء اللہ ہم اس بابرکت زمانے کو درک کریں تو ان تمام حقائق کو دیکھ سکیں گے۔کیونکہ ہم نے یہ مطالب مکتب اہلبیت علیہم السلام کی تعلیمات سیکھے ہیں اور ہم انہیں شک وتردید کے بغیر قبول کرتے ہیں۔ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ان معصوم ہستیوں کے لئے ماضی حال اور مستقبل میں کوئی فرق نہیں ہوتا وہ تمام واقعات سے ایسے ہی آگاہ ہوتے ہیں کہ جیسے کسی نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ہم نے یہ چیزیں خاندان عصمت علیہم السلام سے قبول کی ہیں اور عالم ذر سے ان کے ساتھ یہ عہد وپیمان کیا ہے کہ جس

۱۔بحار الانوار:۵۳/۶۳

طرح ہم اب ان پر پابند ہیں آئندہ بھی ایسے ہی ان کے پابند رہیں گے۔البتہ یہ بات ضرور جان لیں کہ زمانہ غیبت میں کچھ ایسے استثنائی افراد بھی تھے کہ اگر وہ کسی چیز سے آگاہ ہونا چاہتے تو وہ اپنی قوّت ارادی سے اس سے آگاہ ہو جاتے۔ایسے افراد وہ تھے کہ جو غیبت کی تاریکی میں بھی نور تک پہنچ گئے۔ہم نے اس بحث میں نمونہ کے طور پر مرحوم سید بحرالعلومؒ کی زندگی کے واقعات نقل کئے تا کہ بعض افراد ظہور کے زمانے کے بعض واقعات کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔

چھٹا باب

معنوی تکامل

چھٹا باب

معنوی تکامل

معنوی تکامل

مادّی مسائل میں غرق اور طبیعی علوم کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے انسان معنوی امور، غیبی امداد اور عالمِ غیب کے حقائق پر توجہ کرنے سے دور ہو چکا ہے۔

انسان مادّی امور کے جال میں پھنس چکا ہے جسے معنوی امور پر غور کرنے کی فرصت ہی نہیں ہے۔ بہت سے افراد مادّی دنیا کے پوجاریوں کی صحبت میں رہ کر انہیں کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں اور ان کے غلط افکار و عقائد سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ کائنات کے حقائق سے دوری کی وجہ سے انہیں معنوی امور اور خاندان عصمت علیہم السلام کی غیبی امداد کا علم نہیں ہے۔

ان حقائق کے روشن ہونے، معنوی امور پر ایمان و اعتقاد پیدا کرنے اور غیبی امداد کے لئے عالمِ مادہ پر فریفتہ ہونے سے ہاتھ اٹھانا ہوگا۔ کیونکہ جس نے اپنی آنکھوں پر مادّیت کی پٹّی باندھی ہو اور جس پر مادیت کے حصول کا بھوت سوار ہو وہ کس طرح مادّی دنیا سے بھی زیادہ خوبصورت دنیا کو دیکھ سکتا ہے؟ اگر کوئی کسی رنگین عینک کے ذریعہ اطراف کی اشیاء کو دیکھے تو کیا وہ اشیاء کا حقیقی و واقعی رنگ دیکھ سکتا ہے؟ جس نے اپنے اردگرد مادّیت کی دیوار کھڑی کر رکھی ہو وہ کس طرح اس حصار سے باہر کی دنیا کا مشاہدہ کر سکتا ہے؟

جس نے خود کو کسی بند مکان میں قید کر رکھا ہو کیا وہ باہر کی خوشیوں، مسرتوں اور شادابیوں کا نظارہ کر سکتا ہے؟

غیبت کے زمانہ میں جنم لینے والا انسان زندان میں قید کسی ایسے شخص کی طرح ہے کہ جسے وہاں سے رہائی کا کوئی راستہ بھی میسر نہ ہو۔ بلکہ غیبت کے زمانے میں زندگی بسر کرنے والے لوگوں کا حال تو ایسے قیدی سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ کیونکہ قیدی کم از کم یہ تو جانتے ہیں کہ وہ قید میں ہیں اور وہ قید سے نجات پانے کی آرزو میں زندگی گزار رہے ہوتے ہیں اور ہمیشہ قید خانے سے رہائی پانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ غیبت کے زمانے میں جنم لینے والے اور اس میں پرورش پانے والے اس زمانے کے علاوہ کسی اور زمانے سے آگاہ نہیں ہیں۔ ان کی مثال کنویں کے مینڈک جیسی ہے جو کنویں کو ہی پوری کائنات سمجھتا ہے۔ انہوں نے ظہور کے زمانے کا مزہ ہی نہیں چکھا اور نہ ہی کسی نے انہیں ظہور کے زمانے کی حلاوت و شیرینی سے آگاہ کیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ زمانہ غیبت کے زندان، ظلمتوں اور سختیوں میں ہی گھرے ہوئے ہیں۔ وہ نہ تو پہلے اس وحشتناک زمانے سے نجات اور اس طولانی قید سے رہائی پانے کی فکر میں تھے اور نہ ہی اب اس کی فکر میں ہیں۔

ہم اور زندانِ غیبت کے تمام قیدی ظہور کے درخشاں زمانے سے غافل ہونے کی وجہ سے اپنی قید میں مزید اضافہ کر رہے ہیں۔ ہم غیبت کے زندان میں گرفتار ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم خوابِ غفلت سے بیدار نہیں ہو رہے ہیں۔ غیبت کے زمانے کی موجودہ اسیری معاشرے کی غفلت اور معنوی قدروں کو فراموش کرنے کا نتیجہ ہے۔

انسان کا معنوی و مادّی پہلو

انسان روح اور جسم سے مل کر خلق ہوا ہے۔ لہٰذا اسے فقط مادّی، دنیوی اور جسمانی پہلو پر ہی توجہ نہیں دینی چاہیئے۔ بلکہ اسے چاہیئے کہ وہ معنوی پہلو پر بھی غور کرے ورنہ اگر ایک ہی پہلو کو مدنظر رکھیں اور دوسرے پہلو کو نظر انداز کر دیں تو یہ اپنے وجود اور اپنی زندگی کے اہم ترین پہلو کو فراموش

کرنے کے مترادف ہوگا۔زمانۂ غیبت میں اکثر انسان معنوی پہلو سے اس طرح مستفید نہیں ہو سکے جس طرح اس سے بہرہ مند ہونے کا حق تھا۔لیکن ظہور کے زمانے میں کہ جو انسانوں کی شخصیت کے تکامل کا دن ہے،تمام انسانی معاشرہ مادّی اور معنوی دونوں پہلوؤں میں تکامل تک پہنچ جائے گا۔اس روز انسان کے عملی ونظری افکار پلیدگی سے پاک ہوکر مکتبِ اہلبیت علیہم السلام کے افکار و رفتار کا پیرو ہوگا اور انسان کا وجود علم و دانش اور نورانیّت سے سرشار ہوگا۔اسی لئے اس دن انسان کے احساسات وادراکات ناپاکی اور غلاظت سے پاک ہو جائیں گے اور انسان شیطان کی چال بازیوں سے غلطیوں میں گرفتار نہیں ہوگا۔

پس اس زمانے کو درک کرنے والے خوش نصیب ہوں گے اور جس طرح وہ ظہور کے زمانے میں امام زمانہ علیہ السلام کے فرمانبردار رہوں گے اسی طرح وہ غیبت کے زمانے میں بھی آنحضرتؑ کی پیروی کرتے ہوں گے۔اہلبیت علیہم السلام نے اس حقیقت کی وضاحت فرمائی ہے۔اس حقیقت کو بیان کرنے والی روایات میں ظہور کے نورانی زمانے کے اہم نکات بیان ہوئے ہیں۔جن میں غیبت کے زمانے میں انسانوں کے وظائف اور عملی برنامہ بیان ہوا ہے۔اسی طرح ان روایات میں مکتبِ اہلبیت علیہم السلام کے پیروکاروں کی شادمانی وسرور کی حالت کا بھی بیان ہے۔

امام صادق علیہ السلام،رسول اکرمؐ سے نقل فرماتے ہیں۔

" طوبٰی لمن ادرک قائم اهل بيتي وهو مقتدبه قبل قيامه يتولّٰى وليّه و يتبرّأ من عدوّه و يتولّٰى الآئمة الهادية من قبله اؤلئک رفقائي و ذوو ودّي وموڈتي واکرم امتي عليّ "[1]

خوش نصیب ہے وہ شخص جو میرے اہلبیت علیہم السلام کے قائمؑ کو درک کرے وہ ان کے قیام سے پہلے ان کی پیروی کرتا ہو ان کے دوست کو دوست رکھتا ہو اور ان کے دشمن سے بیزار ہو اور ان سے پہلے آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی ولایت پر یقین رکھتا ہو۔وہ میرے رفقاء اور میری محبت ومودّت کے ہمراہ

۱۔الغیبۃ شیخ طوسی:۲۷۵

ہوگا وروہ میرے لئے میری امت کے معزز ترین افراد میں سے ہوگا۔

اس بناء پر انسان کے فہم وادراک کی شناخت کا معیار ومیزان اس حد تک ہو کہ وہ آنحضرتؑ کی دوستی کا ادّعا کرنے والوں میں سے ان کے دوستوں کو پہچان سکے اور قاطعانِ طریق کو امام زمانہ (عج) کے دوستوں اور غلاموں کے عنوان سے نہ پہچانے۔

اگر چہ مذکورہ روایت ظہور کے مبارک زمانے سے متعلق ہے لیکن اس میں غیبت کے زمانے کے دوران ہماری ذمہ داریوں اور بہت سے وظائف کو بھی بیان کیا گیا ہے۔لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ نہ تو ہم انہیں زمانہ غیبت کی ذمہ داریاں شمار کرتے ہیں اور نہ ہی صحیح طرح سے ان پر توجہ کرتے ہیں۔

ہماری ذمہ داریاں

ظہور کے زمانے میں وہی سرفراز ہوگا کہ جس نے غیبت کے زمانے میں اپنے وظائف پر عمل کیا ہو اور اپنی ذمہ داریاں نبھائی ہوں۔ہم یہاں چند ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہیں۔

۱: زمانہ غیبت میں ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہمیں امام زمانہ علیہ السلام کے دستورات واحکامات سے آگاہ ہو کر انہیں انجام دینا چاہیئے۔امام عصرؑ سے محبت ودوستی، ان کے ظہور کا انتظار اور ان کے ظہور کو درک کرنا اسی صورت میں مکمل ہوگا کہ جب انسان زمانہ غیبت میں امام زمانہ علیہ السلام کا تابع ومطیع ہو۔

۲: غیبت کے زمانے میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم حضرت امام مہدی علیہ السلام سے محبت کرنے والوں کو دوست رکھیں اور ان سے محبت کریں۔

۳: انہیں دوست رکھنا ان کی شناخت پر منحصر ہے۔کیونکہ جب تک انسان کو یہی معلوم نہ ہو کہ آنحضرتؑ کے چاہنے والے کون ہیں، تو کس طرح انہیں دوست رکھا جاسکتا ہے۔

۴: ہمیں امام زمانہ (عج) کے دشمنوں سے متنفر ہونا چاہئے اور ان سے بیزاری کا اظہار کرنا چاہیئے۔

۵: حضرت امام مہدی علیہ السلام کے دشمنوں سے اظہار نفرت بھی ان کی شناخت پر موقوف ہے۔

لہذا امام زمانہ علیہ السلام کے دشمنوں سے متنفر ہونے کے لئے بھی امامؑ کے دشمنوں کو پہچاننا ضروری ہے۔

ان وظائف کے علاوہ اور بھی ذمہ داریاں ہیں۔امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور کو درک کرنے کی صورت میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم مکمل طور پر آنحضرتؑ کے اطاعت گزار اور ان کے دستورات کے مطیع ہوں۔

امام صادق علیہ السلام یہ حقیقت ابوبصیر کو یوں بیان فرماتے ہیں:

"یاابا بصیر: طوبی لمحبّي قائمنا المنتظرین لظهوره في غیبة والمطیعین له في ظهوره اولیاء اللّه لاخوف علیهم ولاهم یحزنون"[1]

اے ابوبصیر: ہمارے قائمؑ کے چاہنے والے خوش نصیب ہیں کہ جو زمانہ غیبت میں ان کے ظہور کے منتظر ہوں اور ظہور کے زمانے میں ان کے فرمانبردار ہوں، ان کے اولیاء، خدا کے اولیاء ہیں۔انہیں نہ تو کوئی رنج وغم ہے اور نہ ہی مغموم ہوں گے۔

اس روایت کی بناء پر خدا اور امام زمانہ (عج) کے اولیاء وہ ہیں کی جو آنحضرتؑ کے انتظار اور دوستی کے علاوہ ظہور کو درک کرنے کی صورت میں ان کے مطیع وفرمانبردار ہوں اور ایسے گروہ میں سے نہ ہوں کہ جو ظہور کی ابتداء ہی میں آنحضرتؑ کے لشکر سے جدا ہو کر دشمنوں کی صف میں جا کھڑے ہوں۔

ایسے افراد حقیقت میں آنحضرت کے ظہور کے منتظر نہیں تھے۔بلکہ وہ خود کسی مقام ومرتبہ تک پہنچنے کے منتظر تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے مقاصد پانی پر بنائے گئے قدموں کے نشانات کی مانند ہیں اور جب انہیں کسی مقام کے ملنے کی کوئی امید نہ ہو تو وہ امام زمانہ (عج) کے لشکر سے جدا ہو جائیں گے۔

تکامل کی دعوتِ عام

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے اہم پروگراموں میں سے ایک تمام لوگوں کو آئینِ اسلام کی طرف

۱۔احقاق الحق: ۱۳/۳۴۹، ینابیع الموٴدۃ: ۴۲۲

عام دعوت دینا ہے۔اس وقت دنیا کے ہر مذہب ومکتب سے تعلق رکھنے والوں کو اسلام کی دعوت دی جائے گی اور سب سے کہا جائے گا کہ وہ باطل سے دست بردار ہو جائیں اور خدا کے پسندیدہ وحقیقی دین یعنی اسلام اور حقیقی اسلام یعنی تشیع کو اختیار کریں۔اس عمومی دعوت کے ساتھ کچھ ایسے واقعات بھی ہوں گے کہ جس سے پوری دنیا والوں کے دلوں کو سکوں ملے گا۔اس دوران ایسے واقعات رونما ہوں گے کہ جس سے یہ لوگوں کے دلوں میں جگہ بنا لے گا اور لوگ جوق در جوق اسلام قبول کریں گے۔

اس بارے میں قرآن میں ارشادِ قدرت ہے:

" إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ . وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللهِ أَفْوَاجًا "[1]

جب خدا کی مدد اور فتح کی منزل آئے گی اور آپ دیکھیں گے کہ لوگ دین خدا میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔

اس بناء پر اس زمانے میں لوگ گروہ کی صورت میں اسلام پر ایمان لائیں گے اور گروہ در گروہ اسلام قبول کریں گے۔

دنیا کے لوگوں کا اسلام کی طرف مائل ہونا حضرت امام مہدی علیہ السلام کی لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت کے بعد ہوگا۔یہ کچھ حیرت انگیز واقعات کی وجہ سے ہوگا کہ جسے وہ ابتدائے ظہور میں آنحضرت اور ان کے اصحاب میں دیکھیں گے۔جس سے لوگوں پر ان کی حقّانیت ثابت ہوگی اور یوں گروہ کی صورت میں خدا کے دین کا رخ کریں گے۔حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اذا قام القائم دعا النّاس الی الاسلام جلیداً و هداهم الی امر قد دثر و ضل عنه الجمهور انّما سمّي القائم مهدیاً، لانّه یهدي الیٰ امر مضلول عنه و سمّي القائم لقیامه بالحقّ"[2]

۱۔سورۂ نصر: آیت ۱،۲

۲۔بحار الانوار: ۵۱/۳۰، الارشاد: ۳۴۴، نوادر الاخبار: ۲۷۲

جب قائم علیہ السلام قیام کریں گےتو وہ لوگوں کو دوبارہ اسلام کی طرف دعوت دیں گےاوران کی ایسے امر کی طرف ہدایت و راہنمائی کریں گے کہ جو پرانا ہےاور جسے چھوڑ کر اکثر لوگ گمراہ ہو چکے ہیں ۔اسی لئے قائم علیہ السلام کا نام مہدی علیہ السلام ہوگا۔کیونکہ وہ گمشدہ امر کی طرف ہدایت کرے گا اور اسے قائم کا نام دیا گیا کیونکہ وہ حق کے لئے قیام کرے گا۔

اس روایت سے یہ استفادہ کیا جاتا ہے کہ حضرت ولی العصر (ج) قیام کے بعد لوگوں کو اسلام کی طرف ایک جدید دعوت دیں گےاورانہیں گمشدہ امر کی ہدایت کریں گے کہ جس سے وہ لوگ گمراہ ہوئے ہیں ۔اس روایت میں قتل و غارت کا تذکرہ نہیں ہے۔بلکہ قیام کے بعد اسلام کی طرف دعوت دی جائے گی اور ہدایت و راہنمائی کا عمل شروع ہوگا۔انسانوں کو اسلام کی طرف دعوت اور راہ حق کی طرف راہنمائی کے لئے دلیل و برہان کی ضرورت ہے۔روایات کے مطابق یہ وہی پروگرام ہے کہ جسے حضرت بقیۃ اللہ الاعظم علیہ السلام انجام دیں گے۔

دلیل و برہان اور اعجاز کے ہمراہ اس دعوت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ اسلام پر ایمان لائیں گےاور ہدایت کی طرف گامزن ہوں گے۔اس وقت قرآن کی طراوت و شادابی بحال ہوجائے گی۔فرسودگی کے بعد اسلام کو نئی حیات ملے گی۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی زیارت میں وارد ہوا ہے:

"السلام علی یا ابا الامام المنتظر،الظاهرة للعاقل حجّته،الثابتة في اليقين معرفته، والمحتجب عن اعين الظالمين،والمغيّب عن دولة الفاسقين،والمعيد ربّنا به الاسلام جديداً بعد الانطماس والقرآن غضّاًبعد الاندراس"[1]

اے امام زمانہ علیہ السلام کے پدر آپ پر سلام ہو کہ عاقل شخص کے لئے ان کی حجت و برہان ظاہر ہے ان کی معرفت مخزن یقین میں ثابت ہے۔وہ امام ظالموں کی آنکھوں سے پردہ غیب میں ہیں،وہ

۱۔مصباح الزائر:۴۱۰،الصحیفۃ المبارکۃ المہدیۃ:۶۹۷

فاسقوں کی حکومت سے پنہاں ہیں ۔خداوند کریم ان کے وسیلہ سے اسلام کو تغییر کے بعد تازہ حیات بخشے گا اور قرآن کو پژمردہ ہونے کے بعد طراوت بخشے گا۔

لغت میں کلمہ ''انطماس'' نابود ہونے کے معنی میں آیا ہے۔اس روایت میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے دونوں معنی مراد لئے ہیں۔غیبت کے زمانے میں اسلام پر ہونے والے بدلاؤ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کے قیام کے بعد ختم ہو جائیں گے اور اسلام اپنی اصلی حالت میں آجائے گا۔اگر چہ بہت سے ایسے اسلامی ممالک ہیں کہ جو اسلامی حکومت کے نام سے تو مشہور ہیں،لیکن ان میں دین کے احکامات پر عمل نہیں ہوتا۔اگر چہ ان میں ظاہراً اسلام کا نام موجود ہے لیکن جب تک وہاں اسلام کے احکامات پر عمل نہ ہو تو گویا ان ممالک میں اسلام نابود ہو چکا ہے۔

امر عظیم

حضرت بقیۃ اللہ الاعظم علیہ السلام دنیا والوں کے لئے جو کچھ ظاہر فرمائیں گے روایات میں کبھی اسے امر عظیم اور کبھی امر جدید کے عنوان سے مطرح کیا گیا ہے۔

ابی سعد خراسانی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے عرض کی:

" المهدی و القائم واحد؟

" فقال: نعم

فقلت: لایّ شيء سمّي المهدي:

قال: لانّه يهدی الیٰ کلّ امر خفي و سمّي القائم لانّه يقوم بعد ما يموت،انه يقوم بامر عظيم "[1]

کیا مہدی علیہ السلام اور قائم ایک ہی فرد کے نام ہیں؟

۱۔بحار الانوار:۵۱/۳۰

امامؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

میں نے عرض کیا کہ انہیں مہدی علیہ السلام کیوں کہا جاتا ہے؟

فرمایا: کیونکہ وہ ہر مخفی امر کی طرف ہدایت کریں گے۔لہذا انہیں قائم کا نام دیا گیا ہے۔کیونکہ وہ اپنے نام کے مرنے کے بعد قیام کریں گے۔یقیناً وہ امر عظیم کے ساتھ قیام کریں گے۔

آپ نے ملاحظہ کیا کہ اس روایت میں بھی تصریح ہوئی ہے کہ حضرت قائم علیہ السلام عظیم امر اور بزرگی کے لئے قیام کریں گے۔حضرت قائم علیہ السلام جس امر کو قائم کرنے کے لئے قیام کریں گے وہ اس قدر بزرگ ہے کہ کس کی عظمت کی وجہ سے آنحضرت کو قائم علیہ السلام کا نام دیا گیا۔

امام عصر علیہ السلام جس امر کے لئے قیام کریں گے کیا یہ وہی منشور ہے کہ جو رسول اکرمؐ اور آئمہ اطہار علیہم السلام کے توسط سے لوگوں کے لئے قرار یا گیا اور پھر مقام خلافت کے غصب ہونے، بدعتوں کے ظہور اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ فراموشی کے سپرد ہو گیا یا ان کے علاوہ کوئی اور عظیم آئین ومنشور ہے کہ جسے خاندانِ وحی علیہم السلام نے بیان نہیں فرمایا اور اب اسے امام زمانہ علیہ السلام سب لوگوں کے لئے ظاہر فرمائیں گے؟

اس سوال کے جواب سے پہلے امام صادق علیہ السلام سے نقل شدہ اس روایت پر توجہ کریں۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اذا قام القائمؑ جاء بأمر جديد كما دعى رسول اللّه في بدو الاسلام الى امر جديد"[1]

جب قائم علیہ السلام قیام کریں گے تو وہ نیا اور جدید امر لائیں گے جس طرح ابتدائے اسلام میں رسول اکرمؐ نے لوگوں کو جدید امر کی طرف دعوت دی۔اس روایت میں امام صادقؑ نے امام زمانہؑ کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایسی چیز لائیں گے کہ جو صدر اسلام میں رسول اکرمؐ لائے تھے۔اگر چہ یہ روایت اس سلسلہ میں صریح نہیں ہے کہ امام زمانہ علیہ السلام پہلے بیان نہ ہونے والا کوئی جدید امر لائیں گے

۱۔بحار الانوار:۳۳۸/۵۲

لیکن کم از کم یہ اس بارے میں صراحت رکھتی ہے۔ ممکن ہے کہ بعض لوگ حضرت امام صادق علیہ السلام سے بیان ہونے والی روایت میں موجود تشبیہ پر توجہ نہ کریں اور کہیں:

چونکہ اسلام کے بہت سے احکامات لوگوں تک نہیں پہنچے پس انہیں بیان کرنا ان کے لئے جدید امر ہے۔ لہذا اسے جدید امر کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

اس کے جواب میں کہتے ہیں: اگر ہم اس روایت کے ظہور یا صراحت سے دستبردار ہو جائیں تو بھی ہم ایک دوسرا نکتہ بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کیا رسول اکرمؐ نے نہیں فرمایا تھا!

"**اِنّا معاشر الانبیاء نکلّم الناس علٰی قدر عقولهم**"[1]

ہم پیغمبر لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرتے ہیں۔

اس روایت اور ظہور کے زمانے میں عقلی تکامل پر توجہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) لوگوں کے عقلی رشد کی وجہ سے ان کے لئے جدید مطالب بیان کریں گے کہ جن سے انسانی معاشرہ اس سے پہلے بالکل آگاہ نہیں تھا۔ البتہ یہ یاد رہے کہ ہر جدید امر اور نیا دستور اسلام کے حیات بخش آئین ہی میں سے ہوگا نہ کہ امام زمانہؑ لوگوں کے لئے ایک نیا آئین اور دین ایجاد کریں گے۔

امر عظیم کیا ہے؟

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس روایت میں بیان ہونے والے امرِ جدید سے مراد وہی امر عظیم ہے کہ جس کی گزشتہ روایت میں تصریح ہوئی ہے؟

اگر دونوں (امر جدید اور امر عظیم) سے ایک ہی چیز مراد ہو تو پھر وہ امر جدید اور امر عظیم کیا ہے کہ جس کی خاطر حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) قیام فرمائیں گے؟

اسرار سے آگاہ ہی اس سوال کے جواب سے آگاہ ہیں۔ اہلبیت اطہار علیہم السلام کی روایات میں اس

۱۔ بحار الانوار: ۲/۲۴۶

بارے میں چند اشارات اور کچھ سرسری نکات ملتے ہیں۔ان کے معنی وتفسیر سے فقط چند خواص ہی آگاہ ہیں کہ جو اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام کے کلمات کے اسرار ورموز سے واقف ہیں اور جو ان کے فرمودات میں موجود کنایات واشارات سے عظیم علمی مطالب اخذ کرتے ہیں۔

حضرت امام صادق علیہ السلام ایک روایت میں فرماتے ہیں:

"حدیث تدریه خیر من الف ترویه،ولا یکون الرجل منکم فقیهاً حتّی یعرف معاریض کلامنا،وانّ الکلمة من کلامنا لتصرف علی سبعین وجهاًلنا من جمیعها المخرج"[1]

ایک روایت کے معنی کو سمجھنا ہزار روایتیں نقل کرنے سے بہتر ہے۔تم میں سے کوئی شخص بھی فقیہ نہیں ہوسکتا کہ جب تک وہ ہمارے فرمودات میں اشارہ نہ سمجھ لے۔یقیناً ہمارے کلام کے ہر ایک کلمہ سے ستّر معنی نکلتے ہیں کہ ہمارے لئے ان سب کے تکمیل معنی کے لئے راہ موجود ہے۔

مکتب اہلبیت علیہم السلام میں ایسے افراد کو فقیہ کہا جاتا ہے کہ جو ان کلمات کو درک کرنے کی قدرت رکھتے ہوں۔پس فقیہ وہ ہے کہ جو فرمودات آئمہ علیہم السلام کے معنی اور ان میں موجود اشارات سمجھ سکے۔امر عظیم کی وضاحت اور اس کا اجمالی جواب ذکر کرنے سے پہلے اس روح افزاء نکتہ پر غور کریں۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ کہ جو خانہ کعبہ میں حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کی ملکوتی آواز سن کر لبیک کہیں گے اور اس مہربان امام کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے قیام کریں گے۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ کہ جن کو ظہور کا بابرکت زمانہ نصیب ہوگا۔جو دین میں ہر قسم کی خرافات سے دستبردار ہوجائیں گے اور حضرت مہدی علیہ السلام کی زیر سرپرستی ان کی عادلانہ حکومت کے شاہد ہوں گے۔اس زمانے کے لوگ حضرت صاحب العصر والزمان (عج) کی حکومت کے سائے میں حیات قلب،تکامل عقل اور اعلی معارف کی طرف پرواز کریں گے اور پھر وہ امر عظیم کی خلقت کے سرّ وراز سے آگاہ ہوجائیں گے۔

۱۔بحار الانوار:۲/۱۸۴

اس زمانے کے لوگ سمجھ جائیں گے کہ جس خدا نے انسان کی خلقت سے خود کو احسن الخالقین کا خطاب دیا ہے اس نے انسان کے وجود میں کوئی قدرت وتوانائی پوشیدہ کی ہے۔لیکن غیبت کے تاریک زمانے میں زندگی گزارنے والوں کے دلوں پر خاندان وحی علیہم السلام کے تابناک انوار کی کرنیں پڑ رہیں تھیں مگر وہ اس سے بے خبر تھے۔

حضرت مہدی علیہ السلام کے شفا بخش ہاتھوں سے اس زمانے کے لوگوں کی عقل وخرد کامل ہوگی اسی طرح وہ ان کے دلوں کو معنوی حیات بخشیں گے جس کے ذریعہ وہ عالم ملکوت کا نظارہ کرسکیں گے۔

اب امر عظیم کے بارے میں پیدا ہونے والے سوال کا جواب دیتے ہیں کہ امر عظیم اہلبیتؑ کی ولایت کے سلسلہ میں مہم نکتہ ہے،ظہور کے زمانے میں امر عظیم آشکار ہوگا۔

غیبت کے زمانے کی تاریکی کی وجہ سے لوگوں میں ولایت کے رمز اور اہلبیت علیہم السلام کے رموز و اسرار کو سمجھنے کا میزان اور انسان کی عقل کی حدیں محدود ہیں،جس میں ولایت کی مکمل معرفت اور خاندان عصمت وطہارت علیہم السلام سے متعلق مہم امور کو مکمل طور پر پہچان نہیں ہے،جب ان کے دست مبارک سے انسان کی عقل کامل ہو جائے گی تو اس میں عظیم معنوی مسائل کو سمجھنے کی قدرت پیدا ہو جائے گی۔اس زمانے میں عقل تکامل کی منزل تک پہنچ جائے گی اور آشفتگی سے نجات حاصل کرے گی۔ امام مہدی علیہ السلام لوگوں کے لئے معارف کے عظیم نکات بیان فرمائیں گے اور قرآن اس کی گواہی دے گا۔

یہی بات جناب محمد بن عمرو بن الحسن سے روایت ہوئی ہے۔

" ان امر آل محمد علیہم السلام أمر جسیم مقنّع لا یستطاع ذکر ولو قد قام قائمنا لتکلّم به وَ صدقه القرآن "[1]

امر اہلبیت علیہم السلام ایک ایسا عظیم امر ہے کہ پردے میں چھپا ہوا ہے جسے ذکر کرنے کا امکان نہیں ہے اور جب ہمارا قائم قیام کرے گا وہ اسے بیان کرے گا اور قرآن اس کی تصدیق کرے گا۔

۱۔ بصائر الدرجات:۲۸۶، بحار الانوار:۱۹۶/۲

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ ولایت کے باعظمت امر کو غیبت کی تاریکیوں میں عام لوگوں کے لئے بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔لیکن جب عقل کے تکامل کی راہ میں مانع ایجاد کرنے والے ستمگر اور ظالم ختم ہو جائیں گے تو امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور اور ان کی عنایات سے انسانوں کی عقل وفہم کی تکمیل ہو جائے گی،اس وقت خدا وند بزرگ و برتر حکم دے گا کہ امام عصر علیہ السلام حق کو ظاہر کریں۔اس زمانے میں حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کے لبوں کی جنبش سے ہی حق وحقیقت آشکار ہو جائیں گے پھر لوگوں کے لئے کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہے گا۔

وہ بزرگوار اپنے ایک مکتوب میں یوں بیان فرماتے ہیں:

" اذا أذن اللّٰه لنافي القول ظهر الحق و اضمحل الباطل،وانحسر عنكم "[1]

جب خدا مجھے بولنے کا اذن دے گا تو حق ظاہر ہو جائے گا،باطل نابودہ ہو جائے گا اور تم لوگوں کے لئے یہ سب آشکار ہو جائے گا۔

معارف الٰہی

خاندان نبوت علیہم السلام نے روایات میں جہاں زمانۂ غیبت کی سختیوں کو بیان کیا ہے وہاں ظہور کے بابرکت زمانے کی سعادتوں اور برکتوں کو بھی بیان کیا ہے اور اس زمانے کی سعادتوں کو ہلاکت سے نجات پانے والوں کے ذریعہ توصیف کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اس زمانے کو درک کرنے والے خوش نصیب ہیں۔

امام صادق علیہ السلام حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"هو المفرّج للكرب عن شيعته بعد ضنك شديد و بلاء طويل و جور فطوبى لمن ادرک ذالک الزمان "[2]

۱۔الغیبۃ شیخ طوسی:۱۷۶

۲۔کمال الدین:۶۴۷

وہ اپنے شیعوں سے ہر طرح کی سختی کو برطرف کریں گے اور یہ سخت مصائب، طویل بلاؤں اور ظلم وستم کے بعد ہوگا۔ پس اس زمانے کو درک کرنے والے خوش نصیب ہیں۔

جی ہاں؛ خوش نصیب ہیں وہ لوگ، جو اس زمانے کو دیکھیں گے۔ اس روز دنیا کو خلق کرنے کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ وہ عقلی تکامل کا زمانہ ہوگا اور ہر طرف نور ہی نور ہوگا اس زمانے میں لوگ خضوع وخشوع اور کمال بندگی سے خدا کی عبادت کریں گے وہ نفس کو شکست دے کر شیطان کو نابود کر کے عقلی تکامل سے خدا کی بندگی کریں گے اور خاندان وحیؑ کے نورانی مقام کی معرفت پیدا کریں گے۔ خدا فرماتا ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ"[1]

میں نے جن وانس کو خلق نہیں کیا مگر یہ کہ وہ میری عبادت کریں۔

اس بناء پر صدیاں گزرنے کے بعد علم ومعرفت سے سرشار دن کی آمد پر خلقت کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ اس مبارک زمانے میں دنیا کے تمام انسان تکامل کی راہ پر گامزن ہوں گے اور عالم بشریت کے مسیحا کے شفا بخش ہاتھوں کے لمس سے خدا کے عبد تکامل عقل تک پہنچ جائیں گے اور انسان شیطانی افکار اور وسوسوں سے نجات پا کر معرفت کی منزل تک پہنچ جائے گا۔

زبان رسول اکرمؐ سے زمانہ ظہور کے لوگ

اس زمانے میں لوگ خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور اہلبیت علیہم السلام کے نورانی مقام سے آگاہ ہو کر اس کی معرفت حاصل کریں گے، اسی لئے وہ نورانیت سے سرشار پاک سیرت ہوں گے۔ رسول اکرمؐ زمانہ ظہور کے لوگوں کو چودہویں کے چاند اور مشک وعنبر سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ایک طولانی روایت میں حضرت امام جواد علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار اور وہ رسول اکرمؐ سے آل محمد علیہم السلام کے قائمؑ کے قیام کا واقعہ نقل فرماتے ہیں۔

۱۔ سورۂ الذاریات، آیت ۵۶

یخرج جبرئیل عن یمینه و میکائیل عن یسرته و سوف تذکرون ما اقول لکم و لو بعد حین و افوّض امري الی اللّٰه عزّوجلّ.

" یا ابیّ طوبی لمن لقیه و طوبی لمن احبه و طوبی لمن قال ینجّیهم من الهلکة وبالاقرار باللّٰه و برسوله و بجمیع الآئمّة یفتح اللّٰه لهم الجنّة مثلهم في الارض کمثل المسک الّذي یسطع ریحه فلا یتغیّر ابداً و مثلهم في السماء کمثل القمر المنیر الّذی لا لطفاً نوره ابداً "[1]

مہدی علیہ السلام اس حال میں قیام کریں گے کہ ان کے دائیں طرف جبرئیل اور بائیں طرف میکائیل ہوں گے میں تمہارے لئے جو کچھ بیان کر رہا ہوں تم اسے ایک دن ضرور یاد کرو گے۔ اگر چہ یہ طولانی مدّت کے بعد رونما ہوگا اور اپنا معاملہ خدائے پاک پر چھوڑتا ہوں۔

اے ابی: خوش نصیب ہے وہ جوان سے ملاقات کرے اور ان سے محبت کرنے والا، خوش نصیب ہے اور خوش نصیب ہے وہ کہ جو معتقد ہو کہ وہ ہلاکت سے نجات دیں گے۔ خدا، رسول اور آئمہ کا اقرار کرنے کی وجہ سے خدا ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دے گا۔ زمین میں اس کی مثال مشک کی مانند ہے کہ جس کہ خوشبو تو پھیلتی ہے لیکن وہ خود کبھی متغیر نہیں ہوتا۔ آسمان میں اس کے نور کی مثال چاند کے نور کی مانند ہے کہ جس کا نور کبھی ختم نہیں ہوتا۔

ظہور کے زمانے کے لوگوں کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح نورانی ہوگا۔ جس سے معلوم ہو گا کہ انہیں ملکوت کا جلوہ بخشا گیا ہے۔ ان کے سینوں میں معارف الٰہی کے تابناک انوار سے ان کے چہرے منوّر ہو جائیں گے۔ وہ عالم ملکوت کا نظارہ کر سکیں گے جو کہ کتنا خوبصورت نظارہ ہوگا۔ امام جواد علیہ السلام امام صادق علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے حضرت الیاس[2] سے فرمایا:

۱۔ بحار الانوار: ۵۲/۳۱۱

۲۔ حضرت الیاس علیہ السلام ان چار پیغمبروں میں سے ہیں کہ جو اب بھی با حیات ہیں۔ وہ زمانہ ظہور اور زمانہ غیبت میں امام زمانہ علیہ السلام کے ناصر و مددگاروں میں سے ہیں۔

" **فوددت انّ عینیک تکون مع مهدی هذه الامّة والملائکة بسیوف آل داؤد بین السماء والارض تعذّب أرواح الکفرة من الاموات و تلحق بهم ارواح اشباههم من الاحیاء ثم اخرج سیفاً ثم قال ها: انّ هذا منها** "[1]

مجھے پسند ہے کہ تمہاری آنکھیں اس امت کے مہدی علیہ السلام کو دیکھیں کہ ملائکہ آل داؤد کی تلواروں سے آسمان اور زمین کے درمیان دنیا سے جانے والے کافروں کو عذاب دیتے ہیں اور زندہ کفار کو ان سے ملحق کرتے ہیں۔ پھر امام صادق علیہ السلام نے اپنی تلوار نکالی اور فرمایا:

ہاں یہ بھی ان میں سے ایک ہے۔

ملائکہ کا یہ نظارہ بھی کتنا خوبصورت ہوگا کہ جو اپنی تلواروں سے کافروں کو جہنم کی راہ دکھائیں گے۔

محسوس اور غیر محسوس دنیا میں حکومت

خاندان اہلبیت علیہم السلام کے معارف کے باب میں علم امام کا مسئلہ ایک اہم اعتقادی مسئلہ ہے۔ بہت سی روایات کی دلالت کی رو سے آئمہ اطہار علیہم السلام کے علم کا مسئلہ اعتقادی بحثوں سے متعلق ہے۔ ہم امام عصر علیہ السلام کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

" **قد اتاکم اللّٰه یا آل یاسین خلافته وعلم مجاری امره فیما قضاهو دبّره ورتّبه وارادہ فی ملکوته** "[2]

اے آل یاسین! خداوند کریم نے آپ کو اپنی خلافت وجانشینی بخشی ہے اور وہ ملکوت میں اپنے امر کے مجاری سے جو امر، تدبیر و نظم اور ارادہ کرتا ہے، اس سے آپ کو علم و آگاہی عطا کی ہے۔

۱۔ بحار الانوار: ۳۶۴/۴۶

۲۔ صحیفہ مہدیہ: ۵۷۱

اس مقدمہ کو بیان کرنے کے بعد اس امر پر ضرور غور کریں کہ ظہور کے زمانے اور امام زمانہؑ کی حکومت میں علم وحکمت کے دروازے کھل جائیں گے اور اس باعظمت دن میں حضرت مہدی علیہ السلام اپنے علم کی بنیاد پر پوری کائنات میں عدالت قائم کریں گے اور یوں وہ محسوس وغیر محسوس دنیا کو نئی حیات بخشیں گے۔

ظہور کے زمانے کے بارے میں وارد ہونے والی بہت سی روایات سے استفادہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام عصر علیہ السلام نہ صرف محسوس دنیا کی تکمیل وپاک سازی کریں گے بلکہ غیر محسوس دنیا سے پلیدگی کے وجود کو پاک کریں گے۔

اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور کا صرف محسوس پہلو ہی نہیں ہے بلکہ وہ عالم ظاہر کے علاوہ غیر محسوس دنیا کی بھی تکمیل کریں گے۔ غیر محسوس عالم کی موجودات بھی آنحضرتؑ کی حکومت الٰہی سے فیضیاب ہوں گی۔

پس امام عصر علیہ السلام کا قیام ہر لحاظ اور ہر پہلو سے کامل ہے امام زمانہ (عج) اپنے قیام سے محسوس اور غیر محسوس عالم کو تکامل بخشیں گے۔ اس بناء پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ آنحضرت کا قیام فقط مادّی وظاہری لحاظ سے انقلاب برپا کرے گا۔ جس میں صرف محسوس وظاہری دنیا ہی شامل ہوگی۔ بلکہ یہ یاد رکھیں کہ غیر محسوس موجودات (جنّات وشیاطین) پر بھی امام مہدی علیہ السلام کی حکومت ہوگی اور وہ بھی پاکسازی کے عمل سے گزر کر تکامل کی منزل تک پہنچ جائیں گے۔

عالم ملک وعالم ملکوت

باطنی قوّت اور اندرونی حواس کے ذریعہ عالم غیب اور عالم ملکوت تک پہنچنا چاہئے۔ زمانہ ظہور عالمِ ملک اور ملکوت کے عظیم عالم تک پہنچنے کا زمانہ ہے۔ اگرچہ غیبت کے زمانے میں بھی انسان عالم غیب تک پہنچنے کا اسرار اور اس کی کلید حاصل کرسکتا ہے اور انسان کی باطنی قوّت اسے عالم ملکوت تک پہنچا

سکتی ہے۔لیکن زمانہ غیبت میں بہت کم افرد عالم ملکوت تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔لیکن زمانہ ظہور میں عالم ملکوت کی آشنائی ایک عام بات ہوگی۔اس بابرکت زمانے کے عام افراد بھی وہاں تک رسائی حاصل کر سکیں گے۔

اگر کوئی پیدائشی اندھا یا بہرا ہو تو ایسا شخص دیکھنے اور سننے والی اشیاء کو ویسے درک نہیں کر سکتا جیسی وہ ہیں اور اگر وہ ان کا انکار کرے تو یہ خود اس کے نقص وعیب کی دلیل ہے نہ کہ اس سے اس چیز کی نفی ہو جائے گی۔اسی طرح اگر کوئی عالم ملکوت کا منکر ہو تو یہ خود اس کے نقص وعجز کی دلیل ہے کہ جو عالم ملکوت کو درک کرنے کی قدرت نہیں رکھتا نہ کہ اس سے عالم ملکوت کی نفی ہو جائے گی۔جیسے اگر کوئی معجزہ رونما ہو جائے اور نابینا شخص دیکھنے کی صلاحیت حاصل کر لے تو وہ دکھائی دینے والی چیزوں کو عادی حالت میں دیکھ سکے گا۔اسی طرح ظہور کے پُر نور زمانے میں بھی باطنی حواس اور اندرونی طاقتوں سے اس زمانے کے لوگ نہ صرف عالم ملکوت سے آشنا ہو جائیں گے بلکہ اسے دیکھ سکیں گے یہ ان کے لئے عادی اور معمولی حالت ہوگی۔

ملائکہ کو دیکھنا،ان کے ہمراہ بیٹھنا اور ملائکہ کے ساتھ سیر ایسے امور ہیں کہ جن کی روایات اہلبیتؑ میں تصریح ہوئی ہے۔نعمتوں سے سرشار اس زمانے میں لوگوں کو معلوم ہوگا کہ وہ کس طرح عالم ملک اور مادی دنیا سے دل لگا بیٹھے ہیں؟

وہ کس طرح عالم ملکوت سے غافل تھے؟

وہ اپنی زندگی کے کئی سال گزارنے کے باوجود بھی حضرت مہدی علیہ السلام کے بابرکت وجود سے کیوں استفادہ نہیں کر سکے اگر چہ ظاہراً آنحضرت پردہ غیب میں تھے؟

جب وہ اپنے بہت سے گزرے ہوئے عزیزوں اور رشتہ داروں کے بارے میں سوچیں گے تو ان کی حسرت ویأس میں اضافہ ہو جائے گا اور وہ سوچیں گے کہ وہ لوگ عالم ملکوت کا نظارہ کئے بغیر ہی

دنیا سے چلے گئے۔وہ ایسے نابینا شخص کی مانند تھے کہ جو دنیا میں نابینا پیدا ہوئے اور دنیا کی کسی چیز کو دیکھے بغیر ہی دنیا سے چلے گئے۔اسی طرح ان کے عزیز ورشتہ دار بھی عالم ملکوت کو دیکھے بغیر ہی دنیا کو الوداع کہہ گئے۔اسی لئے وہ خواہش کریں گے کہ کاش ان کے عزیز بھی زندہ ہوتے اور ظہور کے بابرکت زمانے میں تکامل تک پہنچ کر عالم ملکوت کو دیکھتے اور اس سے مستفید ہوتے۔

آئمہ اطہار علیہم السلام نے بارہا یہ حقیقت بیان فرمائی ہے تا کہ سب اس حقیقت سے آگاہ ہو جائیں لیکن افسوس کہ عالم مادہ نے ہمیں مادی دنیا میں اس طرح جکڑ رکھا ہے کہ ہم عالم ملکوت کے عظیم حقائق سے بھی غافل ہو چکے ہیں۔

عالم ملکوت تک رسائی یا زمانہ ملکوت کی خصوصیات:

جیسا کہ ہم نے کہا کہ زمانہ ظہور میں دنیا کے تمام لوگ پاک سیرت ہوں گے اس وقت سب مرد اور خواتین نیک وصالح ہوں گے کیونکہ جب صالحین کی حکومت ہو تو سب کی اصلاح کی طرف رہنمائی کرتی ہے اس بارے میں خداوند متعال قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصَّالِحُونَ"[1]

امام مہدی علیہ السلام کی آفاقی، کریمانہ اور عادلانہ حکومت کی اہم خصوصیات میں سے ایک بشریت کی رہنمائی کرنا ہے کیونکہ فساد اور تباہی کے اسباب کی نابودی اور ہدایت کے وسائل کی فراہمی کے بعد فساد کی کوئی راہ باقی نہیں بچتی ہے۔دنیا کے تمام لوگ اپنے اندر بنیادی تبدیلی پیدا ہونے کی وجہ سے گمراہی سے دور ہو کر تکامل کا رخ کریں گے گمراہی سے دور ہونے اور ہدایت کا رخ کرنے کی وجہ سے اس روز ایک مکمل نیک وصالح انسانی معاشرہ وجود میں آئے گا۔اس روز انسانی معاشرہ کے لئے عالم ملکوت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔انسان غیر محسوس ملکوتی دنیا کا نظارہ کر سکے گا اور یہ

---

[1] سورۂ انبیاء، آیت: ۱۰۵

نیک وصالح اعمال کا نتیجہ ہوگا صالح اعمال انسان کے وجود میں تبدیلی ایجاد کریں گے حضرت ادریسؑ کے صحیفۂ نجات میں ذکر ہوا ہے:

" وبالعمل الصالح ینال ملکوت السماء "[۱]

صالح اعمال کی وجہ سے انسان ملکوت آسمانی تک پہنچ سکتا ہے۔

اب تک دنیا جہاں تک پہونچ سکی ہے وہ کائنات کا بہت چھوٹا سا حصہ ہے۔ دنیا اب تک صرف اس کے مادی پہلو تک رسائی حاصل کر سکی ہے نہ کہ اس کے ملکوتی پہلو تک۔ زمانہ ظہور میں نیک اعمال انجام پانے سے برے اعمال کا قلع وقمع ہو جائے گا۔ جس کی وجہ سے انسان ملکوت آسمانی تک پہنچ جائے گا۔ پس اس بابرکت زمانہ میں معاشرہ ملکوتی دنیا تک رسائی حاصل کرے گا جو بہت عظیم خصوصیات سے آراستہ ہوگا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ پروردگار عالم جلد از جلد رہائی ونجات کا وہ دن پہونچا دے اور بشریت کو امام زمانہ (عج) کی عادلانہ حکومت کے زیر سایہ کمال وتمدن کی اوج تک پہونچا دے۔ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کی الٰہی حکومت میں انسان کے لئے خلقت کائنات کے لئے راز واضح ہو جائیں گے اور سب ایسی چیزیں دیکھ پائیں گے جو انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی ہوں گی کیونکہ اس وقت سب پاک سیرت ہوں گے لہذا وہ کائنات کے اسرار ورموز بھی دیکھ پائیں گے۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ فرماتے ہیں:

" غضوا ابصارکم ترون العجائب "[۲]

اپنی آنکھوں کو (حرام اور دنیا کی محبت سے) بند کرو تو دنیا کے عجائب دیکھ پاؤ گے۔

کیونکہ عالم وجود کے زیادہ تر عجائب عالم غیب میں پوشیدہ ہیں اگر چہ محسوس دنیا میں بھی بہت سے عجائب ہیں لیکن غیر محسوس عجائب کی دنیا کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔ محسوس وغیر محسوس دنیا، عالم خلقت

۱۔ بحار الانوار: ۹۵/۳۶۵

۲۔ مصباح الشریعہ: ۹

کے اسرار و رموز اور ان کے عجائب دیکھنے کے لئے اپنی آنکھوں کو نا صرف حرام بلکہ ہر اس چیز سے بچائیں جو دنیا سے انسان کی دل لگی کا سبب بنے اگر کوئی انسان دنیا کے ساتھ دل نہ لگائے تو اس کا دل گناہوں کی آلودگی سے پاک ہو جائے گا پھر وہ کائنات کے اسرار اور عالم خلقت کے عجائبات کو دیکھ سکے گا۔اس بارے میں رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

"لولا ان شیاطین یحومون علیٰ قلوب بنی آدم لنظروا الیٰ الملکوت "[1]

اگر انسان کے دل میں شیاطین جگہ نہ بنائیں تو وہ عالم ملکوت کا نظارہ کر سکتا ہے۔

اس بنا پر جس دن ابلیس اور شیاطین نابود ہوں گے اور جب ان کے گمراہ کن وسوسوں میں کوئی اثر نہ ہوگا تو پھر انسان کا دل نورانیت و پاکیزگی سے سرشار ہوگا اور عالم ملکوت کی نورانی دنیا کو دیکھ سکے گا۔

اہم نکتہ یا احساس ظہور

اب اس اہم نکتہ پر توجہ کریں کہ کیا ظہور کے زمانے کے دوران عالم ملک و ملکوت میں کوئی وجود حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کے وجود سے زیادہ ملکوتی ہو سکتا ہے؟ پس اس زمانہ میں آپ کائنات کے جس گوشہ میں بھی ہوں حضرت مہدی علیہ السلام کے بابرکت وجود کو دیکھ سکیں گے اور خود کو آنحضرتؑ کے حضور میں پیش کر سکیں گے۔احساس ظہور کی مزید وضاحت کے لئے ابوبصیر کی احساس ظہور کی بہترین روایت کی طرف رجوع کریں[2]۔

یاد رکھیں کہ غیبت کے زمانے میں دو اہم عامل احساس ظہور اور انسانوں کے عالم ملکوت تک پہونچنے اور اسے دیکھنے کی راہ میں رکاوٹ ہے ان دو موانع میں سے ایک شیطان اور دوسرا نفس امارہ ہے۔لیکن ظہور کے پرنور اور بابرکت زمانہ میں شیطان نابود ہو جائے گا اور انسانوں کا نفس امارہ تبدیلی

۱۔بحار الانوار:۷۰/۵۹

۲۔صحیفہ مہدیہ:۹۳

ایجاد ہونے کی وجہ سے معنوی بلندی تک رسائی حاصل کرلے گا۔اسی وجہ سے زمانہ ظہور کے نیک و صالح معاشرہ میں عالم ملکوت تک رسائی کی راہ میں کوئی مانع نہیں ہوگا۔

لیکن موجود دور میں شیطان اپنی سازشوں اور نفس امارہ کے ذریعہ انسان کو فریب دیتا ہے اور نفس کی مدد سے وہ عالم ملکوت تک پہونچنے کی راہ میں رکاوٹ ہے۔وہ انسان کو مادی دنیا ہی میں مگن کردیتا ہے اور انسان بھی اس کے فریب میں آکر دنیا ہی سے دل لگالیتا ہے۔اس بناء پر غیبت کے زمانے میں معاشرہ نہ صرف عالم ملکوت کو نہیں دیکھ سکتا بلکہ انسان اس کا انکار بھی کردیتا ہے۔اس وجہ سے ہمارے معاشرہ کی اہم ترین ذمہ داری ہے کہ وہ دونوں زمانہ میں فرق کو ملاحظہ کرے شاید اسی فرق کو پہچان لینے سے نجات کا کوئی ذریعہ پیدا ہوجائے۔

غیرت مندوں سے خطاب

زمانہ ظہور اور زمانہ غیبت کے درمیان فرق کے بہت سے بنیادی نکات موجود ہیں جن کی رو سے معلوم ہوجاتا ہے کہ ظہور کا زمانہ غیبت کے تاریک زمانے سے برتر ہے۔لیکن افسوس کہ ہمارا معاشرہ ان خصوصیات سے آگاہ نہیں ہے اسی وجہ سے ہم مکتب اہلبیت علیہم السلام کے معارف کے عظیم باب کی آشنائی سے محروم ہیں۔ہر غیرت مند شیعہ پر ایسے امور کو جاننا لازم ہے کہ جو اس کے ٹھہراؤ کا سبب بنیں،اسی طرح اسے رشد و تکامل کے عوامل سے بھی آگاہ ہونا چاہیئے،ہر شیعہ کو یہ جاننا چاہیئے کہ اس کے بال و پر کیوں بندھے ہوئے ہیں وہ انہیں کس طرح سے کھول سکتا ہے؟اس کے ٹھہراؤ کا سبب کیا ہے اور اس کے کیا عوامل ہیں؟

ان سوالات کو طرح کرنے کی یہ وجہ ہے کہ اگر ہمارا معاشرہ ان سوالات کے جوابات سے آگاہ ہوجائے تو انہیں جاننے اور ان پر عمل پیرا ہونے سے امام زمانہ (عج) کی کریمانہ حکومت کے لئے زمینہ فراہم ہوگا۔

اے غیور شیعہ جوانو!

اے مکتب اہلبیتؑ کے پاک سیرت پیروکارو!

صدیوں سے امیر المومنین علیہ السلام کی غصب شدہ خلافت پر اشک بہانے والو اور اس زمانہ کے مسلمانوں کے سکوت پر آہ بھرنے والو!

کیا تم بھی ان لوگوں کی طرح آرام سے بیٹھے رہو گے؟

کیا اب بھی اہلبیت علیہم السلام کا مقام غصب رہے گا؟

کیا امام زمانہ علیہ السلام سے ہماری جدائی اور زمانۂ غیبت کی بارہ صدیاں کافی نہیں ہیں؟

کیوں اہلبیت علیہ السلام کی مظلومیت صدیوں سے جاری ہے؟

لیکن شیعہ ابھی تک اس اہم امر سے غافل کیوں ہیں؟ آخر ایسا کیوں ہے؟

ہم ان سوالوں کا جواب دینے کے لئے کہیں گے کہ ٹوٹ جائیں وہ ہاتھ کہ جنہوں نے دنیا کو صدیوں سے اصل دین سے غافل کر دیا ہے کہ جس کی وجہ سے لوگ ولایت کے در سے دور ہو گئے اور اسے بھلا دیا۔ نیست و نابود ہو جائیں وہ ہاتھ کہ جو امریکہ اور برطانیہ کی آستینوں سے نکل کر ابلیس کی پیروی کرتے ہوئے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ البتہ اس میں خود امت کی بھی غلطی و کوتاہی ہے۔

اب ایسے منحوس ہاتھوں کو کاٹنے اور انہیں شکست دینے کی امید کرتے ہوئے اصل مطلب کی طرف واپس آتے ہیں اور حضرت ولی عصر صاحب الزمان (عج) کی آفاقی اور عادلانہ حکومت کی ایک اور خصوصیت بیان کرتے ہیں۔

زمانۂ ظہور اطمینان کا زمانہ

زمانۂ غیبت کی بنسبت ظہور کے بابرکت زمانہ کے خصوصیات اور امتیازات بہت زیادہ ہیں ہم نے اس کتاب میں ان میں سے چند نمونہ ذکر کئے ہیں، ان میں سے ایک ہماری بحث سے بھی متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ ظہور کا زمانہ اطمینان اور آرام کا زمانہ ہوگا ظہور کے زمانہ میں دل سے شک و شبہ اور

گمان زائل ہوجائے گا اسی طرح زمانہ ظہور اور زمانہ نجات میں دل سے سیاہ افکار، افسردگی اور فرسودگی بھی ختم ہوجائے گی کیونکہ اس روز شیطان کی نابودی سے انسان کی عقل میں تکامل اور نفس میں تبدیلی ایجاد ہوگا پھر انسان خدا اور امام زمانہ کا ذکر کرے گا جو کہ خود اطمینان کا باعث ہے کیونکہ ذکر خدا اور یاد خدا دلوں کو سکون اور اطمینان عطا کرتی ہے خداوند متعال قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

" اَلاَبِذِکْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب "[1]

آگاہ ہوجاؤ دلوں کہ اطمینان یاد خدا سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

یادِ خدا انسان کے لئے یقین میں اضافہ کا باعث بھی ہے یقین کی وجہ سے انسان میں اطمینان اور آسودگی کی حالت پیدا ہوتی ہے یعنی اس دل کو آرام ملتا ہے کہ جس سے شک وشبہہ کی کوئی جگہ باقی نہیں رہ جاتی ہے یوں انسان اپنے نفس پر مسلط ہوگا اور شیطانی وسوسوں سے بھی محفوظ رہے گا کیونکہ شیطانی وسوسے اس صورت میں اثر انداز ہوتے ہیں کہ جب وہ انسان کو کسی کام کے لئے اکسائے یا اس میں کسی کام کو کرنے کے لئے ابھارے۔ لیکن جو صاحب یقین ہو اور اطمینان وسکون کی حالت میں ہو اس پر کسی قسم کا وسوسہ اثر انداز نہیں ہوتا ہے مگر یہ وہ اپنا اطمینان کھودے اس بناء پر جب تک انسان کا دل مطمئن ہو اور وہ آرام وسکون کی حالت پر باقی رہے تو شیطان اور نفس پر غالب رہے گا پھر وہ حضور کو بھی محسوس کر سکے گا جس طرح حالت حضور انسان کو اطمینان بخشتی ہے اور اس کو گناہ سے دور رکھتی ہے اب اس روایت پر غور کریں۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا گیا گناہوں سے بچنے کے لئے کس چیز سے مدد لے سکتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا:

" بالجمود تحت السلطان المطلع علی سرّک "[2]

۱۔ سورۂ رعد، آیت: ۲۸

۲۔ مصباح الشریعۃ: ۹

خودکو اپنے رازوں سے آگاہ سلطان کے حضور میں قرار دے کر۔

اگر انسان کو معلوم ہو کہ خدا اور اس کے جانشین انسان کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہیں اور وہ ہر لمحہ ان کے حضور میں ہے اور اس حقیقت سے غفلت نہ برتے تو وہ ہر اس چیز سے آنکھیں بند کر لے گا کہ جو بھی دنیا سے دل لگانے کا باعث بنے۔ اسی وجہ سے بعض اولیاء خدا اغیار سے منہ موڑنے اور معنوی مقام و منزلت تک پہنچنے کے لئے حالت حضور کی رعایت کرتے اور خود کو امام زمانہ علیہ السلام کے محضر میں دیکھتے۔ حالتِ حضور جتنی زیادہ ہو جائے وہ خود کو امام عصر علیہ السلام کے محضر میں محسوس کرے گا۔ پھر وہ ایسے کام انجام دینے سے باز آجائے گا، جو امام علیہ السلام کی مرضی کے خلاف ہو۔ پھر ان میں دھیرے دھیرے حالت حضور پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ نیک اعمال کی طرف مائل ہونے کے لئے حالت حضور بہترین ذریعہ ہے۔

عصر ظہور، عصر حضور

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے مذکورہ حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ انسان خود کو اپنے باطن اور اپنے اسرار سے آگاہ شخص کے محضر میں قرار دے کر حرام کاموں سے بچ سکتا ہے۔ وہ بھی غیبت کے زمانے میں کہ جو شیاطین اور نفسانی خواہشات کا زمانہ ہے۔ اس دور میں انسان اپنی آنکھوں کا مالک بن کر انہیں کنٹرول کرے۔ اس بناء پر انسان ظہور کے زمانے میں بھی کامل اطمینان حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ زمانہ شیطانِ رجیم کے شرّ اور نفس امارہ سے نجات کا زمانہ ہو گا۔ جیسا کہ ہم نے کہا تھا کہ دل پاک اور مطمئن ہونے سے انسان عالم ملکوت کا نظارہ کر سکتا ہے، پھر یوں وہ حالت حضور کو محسوس کرے گا۔ ابھی تک حالتِ حضور اور زمانہ ظہور میں انسان کی معنوی قوّت اور اسی طرح حضور کے معنی بھی واضح نہیں ہو سکے۔ لہذا ہم اس اہم ترین حیاتی پہلو کی مزید وضاحت کرنا لازم سمجھتے ہیں۔ اس بارے میں روایات نقل کرنے سے پہلے ہم کہتے ہیں:

ظہور کے باعظمت اور بابرکت زمانے میں انسان کی توانائی اپنے اوج پر ہوگی۔ گویا وہ نئی شخصیت کے مالک بن جائیں گے۔ انسان ظہور کے پیشرفتہ زمانے میں نہ صرف مہم روحانی ومعنوی مسائل اور عقلی قوّت میں حیرت انگیز ترقی کرے گا بلکہ جسمانی لحاظ سے بھی حدّ کمال تک پہنچ جائے گا۔ جس سے کائنات کے صفحات پر ایک نئی تاریخ رقم کی جائے گی۔ کیونکہ ہمیں تاریخ میں کہیں بھی ظہور کے زمانے جیسا تکامل نظر نہیں آتا۔

ظہور کے زمانے میں انسان حضرت حجت ابن الحسن علیہ السلام کی امامت ورہبری میں اپنے وجود کی تمام قوّتوں کو ظاہر کرے گا اور وہ زمانہ نعمتوں سے سرشار ہوگا۔ جس طرح اس زمانے میں زمین اپنے تمام خزانوں کو آشکار کرے گی اور زمین کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہر چیز ظاہر ہو جائے گی۔ اسی طرح اس زمانے میں انسان کے وجود میں قدرت وتوانائی بھی ظاہر ہوگی اور وہ آسانی سے اپنے وجود کی غیر معمولی صلاحیتوں سے استفادہ کر سکے گا۔

اگر چہ انسان مادی وجسمانی لحاظ سے چھوٹا ہے لیکن اس میں اسرار ورموز اور مخفی طاقتوں کی ایک دنیا ہے کہ جو ظہور کے زمانے میں آشکار ہوگی۔ یوں کائنات کا ایک نیا چہرا نمودار ہوگا۔

ظہور کے پُرنور، باعظمت اور بابرکت زمانے میں کائنات میں مختلف تبدیلیاں رونما ہوں گی کہ ان میں سے کچھ کو ہم خاندان عصمت وطہارت علیہم السلام کے ارشادات سے بھی سمجھ سکتے ہیں۔

ساتواں باب:

تکامل علم و فرہنگ

ساتواں باب

تکامل علم وفرہنگ

عصر ظہور یا عصر تکامل علم وفرہنگ

دنیا تیزی سے ترقی وپیشرفت اور علم ودانش کے عظیم اسرار ورموز کے حصول کی آرزو کر رہی ہے اور وہ اس روز کا انتظار کر رہی ہے کہ جن میں عظیم تحولات وتغییرات سے دنیا کا چہرہ چمک اٹھے اور کائنات بہشت بریں کا روپ دھار لے۔

یہ خواہش اس وقت پوری ہوگی کہ جب کائنات میں ہر طرف دنیا کے مصلح کی حیات بخش صدا کو نجے گی۔اور تمام لوگ حضرت مہدی علیہ السلام کی آواز سنیں گی۔

اس وقت دنیا میں عظیم تحولات کا آغاز ہو جائے گا۔حضرت ولی عصر علیہ السلام قیام فرمائیں گے وہ غیر معمولی اور حیرت انگیز قوت سے سرشار پاک انسانوں اور نامرئی اور غیبی طاقتوں کی مدد سے دنیا کی تقدیر بدلنے کے لئے قیام کریں گے۔کچھ ہی مدت میں وہ پوری کائنات کو ظالموں اور ستمگروں کے وجود سے پاک کر دیں گے۔پھر انسانی معاشرہ تکامل کی طرف گامزن ہوگا کہ جو ہماری سوچ سے بھی بالاتر ہے۔

ظہور کے زمانے میں عقلی تکامل سے عظیم تمدن وجود میں آئے گا کہ جو ہماری قوت درک سے بڑھ کر ہے۔ہم حضرت ولی عصرؑ کی جاودانی حکومت کی عظمت کو کس طرح اپنے ذہن میں تصور کریں؟ کمپیوٹر سسٹم میں ترقی اور کمپیوٹر کے ذریعے اس حقیقت کو ذہن سے نزدیک کر سکتے ہیں۔کیونکہ

کمپیوٹر ہمیں جو سہولیات اور حیرت انگیز چیزیں مہیا کر رہا ہے۔ آج سے کچھ سال پہلے تک ہم ان کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

یہ ترقی و پیشرفت، اس حقیقت کو ثابت کرتی ہے کہ انسان تکامل کی وجہ سے ایسے عظیم رموز سے پردہ اٹھا سکتا ہے کہ جو ہمارے تصور سے بھی کہیں زیادہ ہیں۔

اس بناء پر ہم ایسے دن کے منتظر ہیں کہ جب امام عصر علیہ السلام کی راہنمائی سے انسان اپنے ذہن کی تمام صلاحیتوں کو اجاگر کر کے، ان سے استفادہ کر سکے گا اور ظہور کی بہشت بریں میں آخرت کی بہشت کی طرح فقط نیکیوں اور اچھائیوں کو ہی طلب کرے گا اور انہیں ہی انجام دے گا۔

خاندان نبوت علیہم السلام کی نظر میں مستقبل میں علمی ترقی

اب ہم ایسی روایت بیان کرتے ہیں کہ جو متعدد طرق سے نقل ہوئی ہے۔ جو اس زمانے میں پوری کائنات کے لوگوں اور تمام شیعوں میں علم و دانش کی وسعت کی گواہ ہے۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

" العلم سبعة و عشرون حرفاً، فجميع ما جاء ت به الرسل حرفان، فلم يعرف الناس حتى اليوم غير الحرفين، فاذا قام قائمنا اخرج الخمسة والعشرون حرفاً، فبثها في الناس، و ضمّ اليها الحرفين، حتى يبثها سبعة و عشرين حرفا "[1]

علم کے ستائیس (۲۷) حروف ہیں، جو تمام پیغمبر لائے وہ دو حروف ہیں۔ آج تک لوگ ان دو حروف کے علاوہ کچھ نہیں جانتے، جب قائم علیہ السلام قیام کریں گے تو وہ بقیہ پچیس (۲۵) حروف خارج کر کے لوگوں میں پھیلائیں گے اور وہ دیگر دو حرف کا بھی اضافہ کریں گے تا کہ پورے ستائیس (۲۷) حروف لوگوں کے درمیان پھیل جائیں۔

۱۔ بحار الانوار: ۳۳۶/۵۲، مختصر البصائر: ۳۲۵، نوادر الاخبار: ۲۷۸، الخرائج: ۸۴/۲

روایت کے اہم نکات

اس روایت میں دقت طلب اور قابل توجہ نکات موجود ہیں کہ جو آئندہ کی درخشاں اور علم و دانش سے سرشار دنیا کی حکایت کرتے ہیں ۔اب ان میں سے اہم نکات پر غور کریں:

۱۔امام صادق علیہ السلام کا اس حدیث میں یہ فرمانا کہ "فیبثھا فی الناس " یہ ایک انتہائی اہم مطلب کی دلیل ہے اور وہ معاشرے کے تمام افراد میں علم کے عام ہونے اور علم کی وسعت سے عبارت ہے ۔اس کی دلیل کلمہ "الناس" میں موجود الف ولام ہے ۔

اس بناء پر اس زمانے میں تمام لوگ علم کے بلند مقام تک پہنچ جائیں گے ۔علم و دانش معاشرے کے بعض مخصوص افراد سے مختص نہیں ہوگا ۔اس زمانے میں دنیا کے تمام لوگ علم کی نعمت سے مستفیض ہوں گے ۔

۲۔حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کے قیام سے پہلے معاشرے کے تمام افراد میں علم و دانش عام نہیں ہوگا ۔بلکہ یہ چند مخصوص افراد سے مختص ہوگا ،اور وہ بھی تمام علوم سے آشنا نہیں ہوں گے ۔بلکہ بعض علوم سے آشنائی رکھتے ہوں گے ۔

۳۔تکامل کے زمانے میں علم ،آج کے زمانے میں علم و دانش کی طرح نہیں ہے ۔کیونکہ اس زمانے میں علم و دانش کا دامن بہت وسیع ہوگا اور اس زمانے میں معاشرے کے افراد علم و دانش کی تمام انواع و اقسام سے آگاہ ہوں گے ۔

کلمہ "العلم" میں "الف ولام" سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے علم کی تمام انواع و اقسام مراد ہیں ۔یعنی جو بھی علم شمار ہو ،ان سب کا مجموعہ (ماضی ،حال اور قیام سے پہلے اور ظہور کے بعد تک) ستائیس حروف ہیں ۔

پیغمبروں کے زمانے سے زمانۂ غیبت کے اختتام تک علم و دانش جتنی بھی ترقی کر لے وہ دو حروف سے زیادہ تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے ۔لیکن عصر ظہور میں ان کے ساتھ علم کے دوسرے پچیس حروف بھی ضمیمہ ہوں گے ۔پھر لوگ تکامل کی منزل پر پہنچ جائیں گے[۱]۔

۱۔اگر ہم ظاہر روایت پر عمل کریں تو علمی ترقی کی حد یہاں تک ہوگی ۔لیکن اگر روایت کی توجیہ کریں تو عصر غیبت کے اختتام تک علم کا مجموعہ ظہور کے زمانے میں علمی ترقی کے ساتھ قابل مقائسہ نہیں ہے ۔

پیغمبروں کے زمانے سے امام صادق علیہ السلام کے زمانے تک اور پھر امام عصر علیہ السلام کے قیام کے زمانے سے پہلے تک جو کچھ بھی ہوگا، وہ علم کے دو حروف ہیں۔

پیغمبروں کے زمانے سے امام صادق علیہ السلام کے زمانے تک ہونے والی تمام علمی پیشرفت اور امام صادق علیہ السلام کے وجود سے نکلنے والے علوم کے چشمے اور اس کے علاوہ دیگر علوم کہ جو انہوں نے جابر اور اپنے دوسرے خاص اصحاب کو تعلیم فرمائے اور اس کے علاوہ امام زمانہؑ کے قیام سے پہلے تک ہونے والی تمام علمی ترقی کے باوجود سب دو حروف سے زیادہ نہیں جانتے۔ یہ نکتہ اس وقت حیرت میں ڈال دیتا ہے کہ جب امام صادق علیہ السلام کے وجود سے ظاہر ہونے والے علوم کے سمندر سے دانشور ابھی تک تعجب میں مبتلا ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ فقط دو حرف ہیں۔

۴۔ اس وقت لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ علم کیا ہے؟ اور دانشور کون ہے؟ کیونکہ اس زمانے میں علم و دانش کا سرچشمہ وحی ہوگی کہ جو حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کی عنایات سے لوگوں کو تعلیم دی جائے گی۔

اس زمانے میں لوگوں کے درمیان حقیقی و واقعی علم رائج ہوگا نہ کہ وہ علوم کہ جن کی بنیاد فرض اور تھیوری پر قائم ہوتی ہے۔

۵۔ اس زمانے میں جھوٹے علم کی کوئی خبر نہیں ہوگی اور دانشوروں کی فریب کاریوں سے معاشرے گمراہ نہیں ہوں گے۔ اس زمانے میں علم و دانش لوگوں کی راہنمائی کا ذریعہ ہوگا اور پھر کوئی ''ارشمیدس'' کی طرح ایک ہزار چھ سو سال تک لوگوں کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔

اس زمانے میں استعمار کی طرف ضعیف ممالک کے لئے بنائی گئی گمراہ کن اور وقت برباد کرنے والی کتابوں کا وجود نہیں ہوگا اور نہ ہی ڈالر کی طاقت سے لئے گئے نمبر اور سفارش کے زور سے حاصل کی گئی اسناد اور جعلی ڈگریوں کی کوئی اہمیت ہوگی۔

اس زمانے کے سب لوگ دانشور ہوں گے۔ تمام دانشور حقیقی علم اور ترقی یافتہ کلچر کے مالک ہوں گے۔ جعلی ڈگریوں کے ذریعہ ان کا شمار دانشوروں میں نہیں ہوگا۔

۶۔تمام علوم مکمل ہو کر لوگوں میں منتشر ہو جائیں گے۔یعنی لوگوں کے درمیان علم کا ہر شعبہ اپنی اوج میں رائج ہوگا اور لوگ اس سے مستفید ہو رہے ہوں گے۔

جس طرح ظہور کے درخشاں ،پُر نور اور بابرکت زمانے میں لوگ اقتصادی، زراعتی اور امن و امان کے لحاظ سے ترقی یافتہ ہوں گے اسی طرح لوگ علم و دانش سے بھی مکمل طور پر بہرہ مند ہوں گے۔ان میں کسی طرح کا علمی فقدان نہیں ہوگا۔

روایت کی تحلیل:

روایت میں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ پیغمبروں کے زمانے سے معصومین علیہم السلام کے زمانے تک اور زمانہ ظہور سے پہلے تک علم و دانش یکساں تھا اور ان تمام زمانوں میں علم دو جزء سے نہ بڑھ سکا اور نہ بڑھ سکے گا۔

کیونکہ امام صادق علیہ السلام کے فرمان کے مطابق:

۱۔تمام پیغمبر جو علوم لائے وہ فقط دو حروف ہیں۔

۲۔امام صادق علیہ السلام کے زمانے تک لوگ علوم کے دو حرف کے علاوہ کچھ نہیں جانتے تھے۔

۳۔جب حضرت قائم علیہ السلام قیام کریں گے تو پچیس دیگر حروف خارج کریں گے اور انہیں ان دو حرف کے ساتھ لوگوں میں پھیلائیں گے۔

امام صادق علیہ السلام کے زمانے میں اور حضرت قائم علیہ السلام کے ظہور سے پہلے تک علم و دانش، پیغمبروں کے زمانے کی بہ نسبت زیادہ وسیع ہوگا۔

اب روایت کے ظاہر سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ کہنا پڑے گا کہ امامؑ کی مراد و مقصود کچھ اور تھی کہ جسے راوی نے واضح طور پر بیان نہیں کیا ہے۔

کیونکہ یہ واضح ہے کہ رسول اکرمؐ اور آئمہ اطہار علیہم السلام نے ایسے علوم و معارف تعلیم فرمائے ہیں کہ جو اس سے پہلے پیغمبروں میں سے کسی نے بیان نہیں کئے تھے۔

رسول اکرمؐ اوران کے اوصیاء جوعلوم معارف لے کر آئے، کیا یہ وہی علوم تھے کہ جنہیں گزشتہ انبیاء بھی لائے اور خاندانِ نبوت علیہم السلام نے ان میں کسی قسم کا تحول ایجاد نہ کیا اوران علوم میں کسی چیز کا اضافہ نہ کیا۔

اگر ایسا ہوتو پھر اسلام، دیگر ادیان پر کیا برتری رکھتا ہے؟

کوئی اس بات کا معتقد نہیں ہوسکتا کہ رسول اکرمؐ کا علم و دانش گزشتہ نبیوں کا ہی علم ہے۔اس بناء پر یہ کہنا پڑے گا کہ اس روایت میں ایک ایسا نکتہ موجود ہے کہ جسے جاننے کے لئے تفکر وتدبر کی ضرورت ہے۔

کیونکہ ظاہر روایت سے علمی ترقی میں ٹھہراؤ کا استفادہ ہوتا ہے۔یعنی پیغمبروں کے زمانے سے آئمہ اطہار علیہم السلام کے زمانے تک اوراس زمانے سے امام عصر علیہ السلام کے قیام سے پہلے تک ایک ہی حالت اور فضا قائم تھی اور امام زمانہ (عج) کے قیام سے یہ انجماد ٹوٹے گا۔

اگر اب پیغمبروں اور آئمہ اطہار علیہم السلام کے زمانے (امام عصرؑ کے قیام سے پہلے کے زمانے) میں علم کو ایک ہی طرح کا تصور کریں تو یقیناً یہ بہت بڑا اور واضح اشتباہ ہے۔کیونکہ امام صادق علیہ السلام اوراسی طرح تمام آئمہ اطہار علیہم السلام نے بہت سے ایسے علوم بیان فرمائے ہیں کہ جو گزشتہ پیغمبروں کی زبان سے نقل نہیں ہوئے تھے۔

اس بناء پر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یکساں ہونے کا مطلب علمی مقدار کے لحاظ یکساں ہونا ہے۔لیکن ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حصول علم کے لئے جن حواس کی ضرورت ہوتی ہے (یعنی دیکھنے اور سننے کی قوت) ان سے استفادہ کرنے میں اب بھی یکسانیت باقی ہے۔

پیغمبروں کے زمانے سے اب تک مشترکہ پہلو

انبیاء الٰہی کے ذریعہ ابتدائے خلقت سے اخذ کئے گئے علوم و معارف ان کی تعلیم کا طریقہ اور اسی طرح اب تک خاندانِ عصمت علیہم السلام کے علوم و معارف کی تمام ترقی پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ سب ایک نقطہ میں مشترک ہیں کہ ان میں کسی قسم کی افزائش اور تغییر وجود میں نہیں آئی۔

کیونکہ تمام انبیاء الٰہی نے لوگوں کو جو علوم و معارف تعلیم دیئے اور اسی طرح رسول اکرمؐ اور ان کے بعد خاندانِ وحی علیہم السلام اور اس کے بعد دانشوروں نے عام لوگوں کی تعلیم دیئے وہ دو حالتوں میں سے ایک سے خالی نہیں ہے۔

وہ یہ ہے کہ وہ تمام لوگ جو ان کے مکتب سے بہرہ مند ہوتے ہیں، وہ یا سمعی طور پر مستفید ہوتے ہیں یا بصری طور پر۔ یعنی پیغمبروں کے زمانے سے اب تک علم سیکھنے والوں نے یا کتابوں پر لکھنے یا پیغمبروں یا دوسروں سے سن کر علم حاصل کیا۔

البتہ علم حاصل کرنے کی دوسرے راستے بھی ہے کہ جس سے عام لوگ استفادہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ لیکن بعض افراد اس طریقہ سے بھی استفادہ کرتے تھے اور کرتے ہیں۔

پس پیغمبروں کے زمانے سے اب تک ہونے والی علمی ترقی آنکھوں یا کانوں سے استفادہ کرنے سے حاصل ہوئی۔

اس بناء پر ممکن ہے کہ ان دو جزء سے یہ مراد ہو کہ اب تک حصول علم کے یہ ہی دو طریقے تھے اور حضرت قائم علیہ السلام کے قیام سے پہلے تک بھی ایسا ہی ہوگا کہ علم سننے یا دیکھنے کے ذریعے حاصل ہوگا۔ یعنی حصول علم یا سمعی طریقے سے ہوگا یا بصری طریقہ سے ہوگا۔

تمام لوگ عموماً انہی دو طریقوں سے علم حاصل کرتے ہیں۔ لیکن عقلوں کے تکامل سے تحصیل علم کے دیگر ذرائع بھی وجود میں آئیں گے۔ جو مذکورہ دو طریقوں کے علاوہ ہوں گے۔

جیسے ملائکہ کے توسط سے دلوں میں القاء ہونے کے ذریعہ، یہ نہ تو سمعی ہے نہ بصری۔ بعض

روایات میں اس کی وضاحت بھی ہوئی ہے۔

اگر اس توجیہ کو قبول کریں تو اس زمانے میں ہونے والی علم و دانش کی عجیب پیشرفت سے آگاہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ روایت کے معنی کی رو سے تحصیل علم کے ذرائع تیرہ گنا زیادہ ہو جائیں گے، نہ کہ مجموعاً علوم تیرہ گنا ہوں گے۔

اب تک علم نے جو ترقی کی ہے۔ اگر یہ ظہور کے زمانے میں تیرہ برابر ہو تو انسانوں کے عقلی تکامل کے لحاظ سے یہ بہت کم ترقی ہوگی۔

روایت میں دلائل، یا کم از کم ایسے قرائن موجود ہیں کہ جن سے معلوم ہوگا کہ امام صادق علیہ السلام کی علم کے ستائیس حرف سے علم کی ستائیس قسمیں مراد نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں پیغمبروں کے زمانے سے حضرت قائم علیہ السلام کے قیام تک علم کے دو حرف ہیں۔

اگر آنحضرت کی علم کے دو حرف سے مراد علم کے دو جزء ہوں تو پھر پیغمبروں کے زمانے سے لے کر امام زمانہ علیہ السلام کے قیام سے پہلے تک کسی بھی طرح کی علمی پیشرفت نہیں ہونی چاہیئے اور اس زمانے سے قیام امام عصر علیہ السلام تک لوگوں کو علم کے دو جزء سے بہرہ مند ہونا چاہیئے۔ علمی ترقی میں توقف اور اس میں ٹھراؤ ہونا چاہیئے۔ حالانکہ یہ واضح ہے کہ پیغمبروں کے زمانے سے اب تک اور پھر ظہور کے زمانے تک علم میں ہزار گنا زیادہ ترقی ہوئی ہے اور دینی اور غیر دینی مسائل میں انسانوں کے علم میں ہزار برابر اضافہ ہوا ہے۔ اس بناء پر معلوم ہوا کہ اس سے مراد تحصیل علم کے ذرائع ہیں۔

اسی طرح یہ بھی واضح ہے کہ پیغمبروں کے زمانے سے ظہور کے زمانے تک انسانوں کے لئے سمعی اور بصری طریقے کے علاوہ کوئی اور ذریعہ موجود نہیں ہے۔ البتہ یہ انسانوں کے لئے ہے نہ کہ اولیاء خدا کے لئے۔

کیونکہ انسان پڑھنے، لکھنے یا دروس و تقاریر سننے یا کمپیوٹر، ٹی وی، ریڈیو اور دیگر وسائل سے استفادہ کر کے علم حاصل کرتا ہے اور یہ سب سمعی یا بصری طریقوں سے خارج نہیں ہیں۔

اگر امام صادق علیہ السلام اس زمانے میں فرماتے کہ تحصیل علم کے ستائیس طریقے ہیں اسے کتنے لوگ قبول کرتے حتی کہ اس موجودہ زمانے میں بھی کتنے لوگ اس مطلب کو پوری طرح قبول کرتے ہیں؟

ایک دوسرا بہترین نکتہ جس پر دقت کرنا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ اکثر کتابیں کہ جس میں اس روایت کو نقل کیا گیا ہے، وہاں حرفا یا حرفین کی تعبیر ذکر کی گئی ہے اور حرف و حروف خود علم سیکھنے کا وسیلہ ہیں۔

ممکن ہے کہ حرف سے تعبیر کرنے سے امامؑ کی مراد علم سیکھنے کا وسیلہ ہو نہ کہ حروف اور حرفین سے ایسا معنی مراد ہو کہ جو ابتداءً ہمارے ذہن میں آتا ہے۔

جس طرح کبھی آیات و روایات میں کلمہ و کلمات کے دو لفظ ہمارے ذہن میں پہلے سے موجود معنی کے علاوہ دوسرے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور اس سے مراد وہ الفاظ و حروف ہیں کہ زبان کے ذریعہ جن سے تکلم کیا جاتا ہے۔ پس اگر رسول اکرمؐ اور اہلبیت اطہار علیہم السلام اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ''کلمۃ اللہ'' سے تعبیر ہو تو اس کلمہ سے مراد الفاظ و حروف نہیں ہیں۔

اگر ہم کلمہ و کلمات کے ذریعے اپنا ارادہ ظاہر کرتے ہیں اور کلمہ و کلام ہمارے ارادے کا مظہر ہے تو کلمۃ اللہ بھی ایسی چیز ہے کہ جن کے ذریعہ خداوند تعالیٰ کا ارادہ خارج میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اہل بیت اطہار علیہم السلام کے بارے میں ''کلمات اللہ'' سے تعبیر ہوئی ہے[۱]۔

اگر چہ حروف کا بھی اوّلی معنی کچھ اور ہے کہ جو الفاظ کو تشکیل دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ دوسروں کو علم و دانش سکھانے کا ذریعہ ہیں۔

حضرت امام ہادی علیہ السلام اس آیت ''وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ'' [۲] کے بارے میں

۱۔ شرح دعاء سمات: ۱۴۱ از مرحوم آیت اللہ سید علی قاضیؒ

۲۔ سورہ لقمان، آیت: ۲۷

فرماتے ہیں:

" نحن الکلمات التی لا تدرک فضائلنا ولا تستقصی "[۱]

ہم کلمات خداوند ہیں کہ ہماری فضیلتیں درک نہیں ہوسکتیں اوران کی کوئی انتہانہیں ہے۔

اس توضیح کی بناء پر علم کے ستائیس حرف، یعنی علم و دانش کے حصول کے ستائیس ذرائع ہیں۔ اگر چہ انسان ظہور سے پہلے دوطریقوں سے علم حاصل کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا۔ لیکن عصرِ ظہور میں حصول علم کے ستائیس ذرائع مہیّا ہوں گے۔

حصول علم کے دیگر ذرائع

۱۔ حس شامہ:

حواس میں سے ایک حس شامہ یا سونگھنے کی حس ہے۔ جس کے تکامل کی صورت میں انسان اس کے ذریعے افراد سے بہت زیادہ علم وآگاہی حاصل کرسکتا ہے۔

بعض افراد سامعہ اور باصرہ حس کے علاوہ حس شامّہ کے ذریعہ بھی بہت سے مطالب درک کرکے اپنے علم میں اضافہ کرسکتے ہیں۔

اگر آپ نے غور کیا ہوتو روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

"تعطّروا بالاستغفار ولا تفضحکم روائح الذنوب "[۲]

استغفار کے ذریعہ خود کو معطر کرو تا کہ گناہوں کی بو تمہیں رسوا نہ کرے۔

بعض افراد بعض لوگوں کی سانسوں کی بو سونگھ کر اس کے انجام دیئے گئے اعمال سے آگاہ ہوسکتے ہیں۔ اسی لئے حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا کہ استغفار کرو تا کہ تم نے جو گندے اعمال انجام دیئے ہیں، ان سے دوسرے آگاہ نہ ہوں۔

۱۔ بحار الانوار: ۵۰/۱۶۶

۲۔ بحار الانوار: ۶/۲۲

۲۔حس لامسہ:

ہمیں معلوم ہے کہ انسان کے بدن کے اطراف کو کچھ دائروں نے احاطہ کیا ہوا ہے کہ جن کے رنگ اور کیفیت سے کسی شخص کے اعمال ورفتار سے آگاہ ہوا جا سکتا ہے۔

جو انسان کے گردان دائروں اور ان کی انواع واقسام کی پہچان رکھتا ہو، وہ مد مقابل کی شخصیت سے آگاہ ہوسکتا ہے اور وہ اس کے بارے میں جان سکتا ہے کہ وہ کیسا شخص ہے۔

انسان کے اطراف بدن میں ان دائروں کا مرکز زیادہ تر ہاتھ ہوتا ہے۔اسی وجہ سے بعض افراد دوسرے سے ہاتھ ملا کر اور اس سے لمس کر کے اس کے افکار تا سکتے ہیں اور اس کے حالات سے بھی باخبر ہو جاتے ہیں۔اس بناء پر حس شامہ بھی علم وآگاہی کے بہت مؤثر اسباب ہیں۔

بعض افراد دوسرے کا لباس اور اس کی زیر استعمال کسی چیز کو پکڑ کر اس کی شخصیت اور اس کی نفسیات وحالات کی خبر دسکتے ہیں۔مختلف کتابوں میں ایسے بہت سے واقعات لکھے گئے ہیں۔

۳۔حس ذائقہ:

حس ذائقہ بھی حصول علم کے لئے مؤثر ثابت ہوسکتی ہے۔اولیاء خدا سے نقل ہونے والے واقعات میں تصریح ہوئی ہے کہ وہ کھانا کھانے سے، اس کے پکانے والے کے حالات سے آگاہ ہو جاتے اور اس کی خبر دیتے تھے۔

اس بناء پر حواس خمسہ کے قدرت مند ہونے اور (نہ صرف آنکھوں اور کانوں سے) ان سب کی حقیقی وواقعی حیات حاصل ہونے سے انسان ان سب کو علم کے حصول کا ذریعہ قرار دے سکتا ہے۔اسی طرح انسان باطنی حواس کے ذریعے سے بھی علم حاصل کر سکتا ہے۔

۴۔حواس کے علاوہ دیگر ذرائع سے علوم سیکھنا:

ایک بہترین اور قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ سمع وبصر کے ذریعہ علم حاصل کرنا، انسان کی حسی قوّت

سے استفادہ کرنا ہے اور یہ دونوں انسان کے ظاہری حواس خمسہ میں سے ہیں۔لیکن ظہور کے زمانے میں (جو دلوں کی حیات،عقلوں کے تکامل کا زمانہ ہوگا) انسان حواسِ خمسہ سے بڑھ کر دیگر ذرائع سے بھی علم حاصل کر سکے گا۔

ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ دل کی حیات اور تکامل عقل علم و دانش کے حصول کی راہوں کو کھول دیتی ہے۔لہذا اس زمانے میں جب (جب اکثر افراد قلبی حیات اور عقلی تکامل کے مالک ہوں گے) علم فقط دیکھنے اور سننے میں ہی منحصر نہیں ہوگا۔بلکہ انسان حس سے بڑھ کر دیگر ذرائع سے اپنے علم میں اضافہ کرے گا۔قلبی مشاہدات جو کہ حیات قلبی سے حاصل ہوتے ہیں، ماوراء حس سے علم حاصل کرنے کا بہترین نمونہ ہے۔ظہور کے درخشاں،منوّر اور علم و دانش سے سرشار زمانے میں انسانی حیات قلب کی وجہ سے حس سے بڑھ کر دیگر قدرت تک رسائی حاصل کرے گا۔یوں وہ اپنے علم،دانش اور فرہنگ میں اضافہ کرے گا۔

ظہور کے بابرکت زمانے میں انسان نہ صرف آنکھ اور بصارت کے ذریعہ بلکہ قلب وبصیرت کے ذریعہ بھی علوم ومعارف حاصل کر سکے گا۔زمانہ ظہور میں دیگر حواس کے فعّال ہونے اور حس سے بڑھ کر حصولِ علم کے دوسرے دروازے کھلنے سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ حصولِ علم کے ذرائع صرف آنکھ اور کان ہی میں منحصر نہیں ہیں۔

اس زمانے میں دیگر ذرائع جیسے القاء بھی سب کو میسر ہوں گے۔سب اس سے استفادہ کریں گے۔ جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے۔آج اپنے شعبہ میں ماہر،متخصص دانشور دیگر علوم درک کرنے سے ناتواں ہے۔کیونکہ حصولِ علم کے فقط دو ذرائع ہیں،سمع و بصر۔جو تمام لوگوں میں علم کے فروغ اور اسی طرح دانشوروں میں بھی حصولِ علم کے لئے محدودیت ایجاد کرتا ہے لیکن دلوں کے پاک ہونے،تہذیب واصلاحِ نفس،شیطان کی موت اور عقلوں کے تکامل سے عام لوگوں کے لئے بھی حصولِ علم کی دوسری راہیں بھی فراہم ہوں گی۔پھر لوگ سمع وبصر کے علاوہ دوسری راہوں سے بھی علم حاصل کر سکیں گے۔

زمانہ ظہور میں حیرت انگیز تحوّلات

خدا ہی جانتا ہے کہ علمی ترقی اور عقل وخرد کے تکامل سے دنیا میں کیسی عظیم تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ عالمِ خلقت اور کائنات کے کون کون سے اسرار ورموز آشکار ہوں گے۔

غیبت کے تاریک زمانے میں کبھی ایک چھوٹی سی اختراع وایجاد سے عصرِ غیبت کے لوگوں کے افکار میں عجیب تحولات ایجاد ہوتے ہیں۔مثال کے طور پر دوربین اور خوردبین کی ایجاد انسانوں پر کس قدر اثر انداز ہوئی؟اس سے ستاروں اور زمین کی کیفیت کے بارے میں دانشوروں اور فلاسفہ کے افکار ونظریات میں کتنی تبدیلی آئی؟

اس سے انسان کے علم وآگاہی میں کتنا اضافہ ہوا؟

اسی طرح ظہور کے پُرنور زمانے میں علم وتمدن کے تکامل کی وجہ سے رونما ہونے والی ایجادات سے عالم خلقت اور کائنات کے اسرار کے بارے میں انسان کے علم میں کتنا اضافہ ہوگا۔ہم غیبت کے تاریک زمانے میں اسے تصور کرنے کی توانائی نہیں رکھتے۔ہمیں نہیں معلوم کہ اس زمانے میں کیسی اختراعات وجود میں آئیں گی اور اس کے آثار کس حد تک ہوں گے؟

سائنس دان اب بھی ''ماوراء طبیعت، وقت کی سرحدوں سے عبور اور عالم غیب تک رسائی'' جیسے مسئلوں کو حل نہیں کر پائے ہیں؟

کیا آپ جانتے ہیں یہ راز حل ہونے اور اس اسرار کے فاش ہونے سے عالم خلقت میں کیسی عجیب تبدیلیاں رونما ہوں گی؟ کیا ہم زمانہ غیبت کی ناچیز آگاہی سے اس کی عظمت سے آگاہ ہو سکتے ہیں؟

خاندانِ اہلبیت علیہم السلام کا علم

مکتبِ اہلبیت علیہم السلام کے اعتقاد کی بناء پر ہر دور کے انبیاء، اس دور کے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ علم ودانش کے مالک ہوتے ہیں۔کوئی دانشور اور عالم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔بحث ومناظرہ میں

انبیاء انہیں مغلوب کر دیتے ہیں۔

اسی طرح آئمہ اطہار علیہم السلام کا علم بھی ہر دور کے علماء سے زیادہ ہوتا ہے۔ کسی بھی بڑے عالم کا علم، ان کے علم سے قابل مقائسہ نہیں ہے۔

دوسرے لوگوں پر انبیاء اور آئمہ اطہار علیہم السلام کے علم کی برتری کہ یہ وجہ ہے کہ ان کا علم اکتسابی نہیں ہے۔ انہیں علم تحصیل کے ذریعہ حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ ان کا علم لدنّی ہے۔ جو انہیں خداوند مہربان کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

اس بناء پر وہ بزرگ ہستیاں علم مخزوں اور عالم غیب کے عالم ہیں، اسی وجہ سے ان کا علم، دوسروں کے علم سے برتر ہے۔

اگر چہ آئمہ اطہارؑ کے علم اور اس کی حدود کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ جن کے بارے میں بحث اور تجزیہ و تحلیل بہت طولانی ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں: آئمہ علیہم السلام کے مخاطبین ان کی سطح علمی و ظرفیت اور اسے قبول کرنے کی طاقت میں اختلاف کی وجہ سے اس بارے میں روایات بھی مختلف ہیں۔

ہم کہتے ہیں: حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کا علم دنیا کے تمام لوگوں کے علم سے برتر ہے۔ آنحضرتؑ تمام علوم کے مالک ہیں۔ آنحضرتؑ کی زیارت میں وارد ہوا ہے:

" انک حائز کلّ علم "[1]

آپ ہر علم کے مالک ہیں۔

زیارت ندبہ میں پڑھتے ہیں:

" قد أتاکم اللّٰہ یا آل یاسین خلافتہ، و علم مجاری أمرہ فیما قضاہ، و دبّرہ ورتّبہ و ارادہ فی ملکوتہ "[2]

۱۔ مصباح الزائر: ۴۳۷، صحیفہ مہدیہ: ۶۳۰

۲۔ بحار الانوار: ۹۴/ ۳۷، صحیفہ مہدیہ: ۵۷۱

اے آلِ یٰسین! خداوند نے اپنی جانشینی کا مقام آپ کو دیا ہے۔ عالم ملکوت میں اپنے حکم اور اس کے جاری ہونے کی جگہ اور تدبیر و تنظیم کا علم آپ کو دے دیا ہے۔

اس زیارت شریف میں آنے والے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اہلبیت علیہم السلام کے علم میں نہ صرف عالم ملک بلکہ عالم ملکوت بھی شامل ہیں۔ عصرِ ظہور کی برکتوں کے بارے میں وارد ہونے والی روایات سے استفادہ کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) عالم ملکوت کی بھی تکمیل فرمائیں گے۔

اس بناء پر آنحضرتؑ کے قیام کا صرف ملکی و مادی پہلو نہیں ہے۔ بلکہ وہ عالم ظاہر کے علاوہ باطن و نامرئی عالم کی تکمیل فرمائیں گے۔ جس میں غیر مرئی عالم کی موجودات بھی آپؑ کے پرچم تلے آجائیں گے۔

علمِ امام کا مسئلہ معارفِ اہلبیت علیہم السلام کے باب میں بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس کی حدود و کیفیت کے بارے میں بہت سے ابحاث مطرح ہوئے ہیں کہ جن کا تجزیہ و تحلیل اس کتاب کے موضوع سے خارج ہے۔ اس بناء پر ہر دور کا امامؑ اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے اعلم ہوتا ہے۔ اس زمانے کے تمام دانشوروں کو چاہیئے کہ وہ علوم و صنایع کے ہر شعبے میں اپنی مشکلات ائمہ اطہار علیہم السلام کے توسط سے برطرف کریں۔ کیونکہ مقامِ امامت اور رہبری الٰہی کا لازمہ یہ ہے کہ وہ ہر علم میں سب لوگوں سے زیادہ اعلم ہوں۔ یہ خود امام علیہ السلام کے فضائل میں سے ایک ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس مفضول کو فاضل پر مقدم کرنا لازم آتا ہے۔

اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ ظہور سے پہلے تک جتنی بھی علمی ترقی و پیشرفت ہو جائے، پھر بھی امامؑ کا علم اس سے زیادہ ہوگا۔ اب ہم جو روایت ذکر کر رہے ہیں۔ اس میں یہ مطلب صراحت سے بیان ہوا ہے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

" انّ الانبیاء والائمّة علیهم السلام یوفّقهم اللّٰه و یؤتیهم من مخزون علمه و

حکمته مالایؤتیه غیرهم،فیکون علمهم فوق علم اهل زمانهم فی قوله عزّوجلّ:

"أَفَمَن يَهْدِيٓ إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَن يُتَّبَعَ أَمَّن لَّا يَهِدِّيٓ إِلَّآ أَن يُهْدَىٰ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ"[1]

یقیناً خداوند انبیاء وآئمہ کوتوفیق عنایت کرتا ہے اور اپنے علم وحکمت کے خزانے سے انہیں علم عطا کرتا ہے کہ جو اس نے ان کے علاوہ کسی کو عنایت نہیں کیا۔اسی وجہ سے ان کا علم ہر دور کے لوگوں کے علم سے زیادہ ہوگا۔

یہ آیت اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے:

کیا جو شخص لوگوں کو راہ راست کی طرف ہدایت کرتا ہے وہ ہدایت کا زیادہ حقدار ہے یا وہ جو سیدھے راستے پر نہیں آتا ہے،مگر یہ کہ کوئی اس کی راہنمائی کرے؟

اس بناء پر کسی بھی شعبے میں علوم جتنی بھی ترقی کرلیں،وہ سب امامؑ کے وسیع علم کے دامن میں شامل ہوں گے۔جس طرح دریا بارش کے قطروں کو اپنے اندر جگہ دیتا ہے اور خود قطرے کا وجود مٹ جاتا ہے۔اسی طرح تمام علوم وفنون بھی امامؑ کے بحر علم میں فنا ہوجائیں گے۔

جیسا کہ روایات میں وارد ہوا ہے کہ ظہور کے پُرنور زمانے میں پوری دنیا میں برہان واستدلال عام ہوگا۔پوری کائنات میں سب انسان منطق واستدلال سے صحیح علم ودانش سے سرشار ہوں گے۔ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کے یاور اپنے بیان وگفتار سے اپنے مخالفین کو راہ راست پر لائیں گے اور حقیقت کی طرف ان کی راہنمائی کریں گے۔

آنحضرتؑ بھی اپنی گفتار سے لوگوں کی مکتب اہلبیت علیہم السلام کی طرف ہدایت فرما کر دنیا کو جدید علم ودانش سے سرشار فرمائیں گے۔یوں وہ حق کو ظاہر اور باطل کو نابود کریں گے اور انسانوں کے دلوں کو ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک کریں گے۔یہ ایسی حقیقت ہے کہ جس کی امامؑ نے تصریح فرمائی

۱۔سورہ یونس آیت:۳۵،کمال الدین ۶۸۹،اصول کافی:۱/۲۰۲

ہے اور اسے اپنی توقیعات میں بیان فرمایا ہے:

حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) نے اپنی ولادت کے پہلے گھنٹے میں فرمایا:

"زعمت الظلمة انّ حجّة اللّه داحضةولو اُذن لنا فی الکلام لزال الشکّ"[1]

ظالم گمان کرتے ہیں کہ حجت خدا باطل ہوگئی ہے۔اگر ہمیں بولنے کی اجازت دی جائے تو شکوک برطرف ہوجائیں گے۔

یہ واضح ہے کہ شک کے برطرف ہونے سے دل ایمان ویقین سے سرشار ہوجائے گا۔قلب کے یقین سے سرشار ہونے سے اہم حیاتی اکسیر تمام لوگوں کے اختیار میں ہوگی، جو انسان کی شخصیت کو تکامل بخشے گی۔

علوم کے حصول میں امام مہدی علیہ السلام کی راہنمائی

ظہور کے پُرنور، درخشاں، بابرکت عقلوں کے تکامل، دلوں کی پاکیزگی تلاش وکوشش علم و دانش اور تمام خوبیوں سے سرشار زمانے کی آشنائی اور اس زمانے میں رونما ہونے والے عظیم تحولات و تغیرات کی آگاہی کے لئے ان سوالوں پر توجہ کریں۔

دنیا کے سر بہ فلک چوٹیوں اور بلند وبالا پہاڑوں، وسیع وعریض صحراؤں، دریاؤں کی طغیانیوں اور سمندر کی گہرائیوں میں کون کون سی اور کیسی کیسی عجیب مخلوقات زندگی گزار رہی ہیں؟

ان میں کیسے حیرت انگیز اور عجیب حیوانات موجود ہیں؟

کیا عالم خلقت کے رموز کی شناخت ممکن ہے؟

ان تمام موجودات کے اسرار خلقت سے کس طرح آگاہ ہوسکتے ہیں؟

کیا جن کے سامنے خلقت ہوئی ہے ان کے علاوہ کوئی ان سب سے آگاہ ہوسکتا ہے؟

۱۔الغیبۃ شیخ طوسی ۱۴۷

کیا اس زمانے میں حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کے علاوہ کوئی ان تمام سوالوں کے جواب دینے کی قدرت رکھتا ہے؟

جی ہاں! ظہور کے بابرکت زمانے میں امام زمانہ علیہ السلام دنیا کو برہان واستدلال کے ذریعہ علم و آگاہی سے سرشار کردیں گے۔ پوری کائنات میں دنیا کے لوگوں کو دلیل و برہان کے ساتھ علم و آگاہی اور دانش وفہم سے آراستہ فرمائیں گے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے اس اہم مطلب کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یملأ الارض عدلاً وقسطاً و برهاناً"[1]

آنحضرتؑ دنیا کو عدل وانصاف اور برہان سے بھر دیں گے۔

اس زمانے میں دنیا کے لوگ ایک رات میں سو سال کا سفر طے کریں گے اور جو نکات پوری زندگی میں نہیں سیکھ سکتے، چند کلمات کے ذریعہ ان نکات سے باخبر ہو جائیں گے۔

علم و آگاہی کے زمانے میں علم وفہم کی ترقی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہم ایک سوال مطرح کرتے ہیں:

اگر کوئی شخص کسی وسیع موضوع کے بارے میں تحقیق اور اس کے تمام اہم نکات سے آگاہ ہونا چاہے لیکن اگر وہ اس موضوع کے ماہر، شفیق استاد جیسی نعمت سے محروم ہو اور مددگار کتب بھی دستیاب نہ ہوں تو اسے کتنی طولانی تحقیق وجستجو کرنا ہوگی اور کس قدر ناکام تجربات سے گزرنا ہوگا۔ تب شاید کہیں وہ کسی حد تک اپنے مقصد کے نزدیک پہنچ سکے؟

لیکن اگر یہی شخص کسی دانا اور ماہر استاد سے استفادہ کرتا تو وہ بہت کم مدت میں اس موضوع کے بارے میں سیر حاصل مطالب سے آگاہ ہوسکتا تھا۔

بالفاظ دیگر انسان دو طرح سے علم و دانش سیکھ سکتا ہے۔

۱۔ بحار الانوار: ۴۴/۲۱، ۵۲/۲۸۰

۱۔اس علم کے ماہر اور متخصص استاد سے علم حاصل کرسکتا ہے۔

۲۔اگر اسے اس علم کے بارے میں استاد یا کتب مہیا نہ ہوں تو پھر جستجو اور تجزیہ وتحلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔پھر تلاش وکوشش کے ذریعہ تحقیق کرنی چاہیئے تا کہ اگر ممکن ہوتو انسان اپنے ہدف اور نتیجہ تک پہنچ سکے۔

حصول علم کی راہ میں تجزیہ وتحلیل اور تعلیم (استاد کے ذریعہ علم حاصل کرنا) کا فرق واضح ہے۔ہم یہاں ان کے دو اہم ترین فرق بیان کرتے ہیں:

۱۔آگاہ اور ماہر استاد سے استفادہ کرنے کی صورت میں طولانی اور زیادہ وقت صرف کرنے والی تحقیق کے بغیر سرعت سے علوم کو حاصل کریا جاسکتا ہے۔

۲۔وقت تلف کرنے والی بے نتیجہ تحقیق کے بغیر ماہر استاد سے علم ودانش کا قطعی نتیجہ حاصل کرنا۔

حصولِ علم میں حضورِ امام مہدی علیہ السلام کے اثرات

ظہور کے زمانے کے انسانوں کو بے نتیجہ اور وقت ضائع کرنے والی تحقیق کی ضرورت نہیں ہوگی۔کیونکہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے فرمان کے مطابق ،اس روز دنیا دلیل کے ساتھ علم ودانش اور معارف سے سرشار ہوگی۔

جی ہاں !اگر لوگ معاشرے میں ظہور وحضور امامؑ کی نعمت سے بہرہ مند ہوں تو وہ بہت جلد عظیم علمی منابع تک رسائی حاصل کرسکتے ہیں۔وہ علم لدنّی کے ذریعہ علم برہانی حاصل کریں گے اور یوں وہ قطعی نتائج تک پہنچ جائیں گے۔

اب اس مطلب کو کاملاً واضح کرنے کے لئے حیوانات کی مختلف انواع کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔پھر ایک روایت نقل کرنے کے بعد بحث سے نتیجہ اخذ کریں گے۔

جیسا کہ ہم نے کہا کہ دریاؤں کی گہرائی پہاڑوں کی بلندی اور صحراؤں کی وسعت میں بہت سی

عجیب مخلوقات موجود ہیں۔یہ مخلوقات اتنی کثیر تعداد میں موجود ہیں کہ ہمارے لئے ان کی زندگی گزارنے کی راہ وروش ،خصوصیات اوران کی تولیدنسل کی شناخت کرنا ممکن نہیں ہے۔اب تک کی تحقیق کے مطابق ہماری دنیا میں ۸۶۰۰۰ پرندے زندگی گزاررہے ہیں[۱]۔

حشرات الارض میں سے اب تک چارلاکھ کی شناخت ہوچکی ہے کہ جن میں سے تقریباً ڈیڑھ لاکھ اقسام ایران میں بھی موجود ہیں۔

حیوانات کی اتنی کثیرانواع واقسام ہیں کہ اگرکوئی حیوان شناسی کے علم میں دنیا میں موجودلاکھوں اقسام کے حیوانات میں افزائشِ نسل کے عمل کوجاننا چاہے کہ ان میں افزائشِ نسل کا عمل کیسے ہوتا ہے؟

ان میں سے کون سے حیوانات انڈے دیتے ہیں اورکون سے بچے۔

تو اس کے لئے لاکھوں برس کی تحقیق وجستجو کی ضرورت ہے۔

اس کے علاوہ دریاؤں ،صحراؤں،سمندروں اور پہاڑوں میں زندگی گزارنے والے لاکھوں حیوانات کی کس طرح آشنائی حاصل کرسکتے ہیں؟

لیکن اگر یہی شخص یہ مطالب تحقیق وجستجو اور تجربہ سے نہیں بلکہ کسی ایسے سے سیکھے کہ جو اسرارِ خلقت سے آگاہ اورمخلوقات کی خلقت کا شاہد ہوتو یہ چندلاکھ سالوں کی ناممکن تحقیق سے حاصل ہونے والے مطالب دومنٹ میں جان سکتا ہے؟

اس حقیقت کی مزیدوضاحت کے لئے اس روایت کونقل کرتے ہیں:

مرحوم حاجی معتمد الدولہ فرہادمیرزا اپنے مجموعہ میں امیرکمال الدین حسین فنائی کی مجالس سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے ام جابر سے پوچھا کس چیز کے بارے میں جاننا چاہتے ہو؟

۱۔ان پرندوں میں سب سے بڑاپرندہ افریقی شترمرغ ہے۔لیکن یہ پروازنہیں کرسکتا۔کیونکہ متوسط لحاظ سے اس کا وزن ۱۳۵ کلواس کا قد ۲/۴۰ ہے دقیق اطلاعات کے مطابق زمین پر سب سے زیادہ عمرگزارنے والا پرندہ کوا ہے اوراس کے بعد دریائی کوا ہے۔

دائرۃ المعارف ۱۰۰ اجذاب نکات:۲۶۳

اس نے عرض کی میں چرندوں اور پرندوں کے بارے میں تحقیق کرنا چاہتا ہوں کہ ان میں سے کون انڈے دیتے ہیں اور کون بچے؟

امامؑ نے فرمایا: اس کے بارے میں اتنا سوچنے کی ضرورت نہیں۔

لکھو! جن حیوانات کے کان باہر کی طرف ہوں، وہ بچے دیتے ہیں اور جن کے کان اندر کی طرف ہوں اور سر سے چپکے ہوں، وہ انڈے دیتے ہیں۔

"ذلک تقدیر العزیز العلیم"

بازاگر چہ پرندہ ہے اور اس کے کان اندر کی طرف ہیں۔لہٰذا وہ انڈے دیتا ہے۔کچھوا چرندہ ہے۔چونکہ وہ بھی اسی طرح ہے لہٰذا وہ بھی انڈے دیتا ہے۔چمگادڑ کے کان باہر کی طرف ہیں اور سر سے بھی چپکے ہوئے نہیں ہیں۔لہٰذا وہ بچہ دیتی ہے[1]۔

اس عمومی قانون کی رو سے حیوان کا پرندہ ہونا، اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ، چونکہ وہ پرندہ ہے۔لہٰذا وہ انڈے دے گا۔اسی طرح حیوان کا چرندہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ بچے دے گا۔کیونکہ ممکن ہے کہ اگر چہ اس کے پستان ہوں۔لیکن اس کی افزائش نسل انڈے دینے کے ذریعے ہوتی ہو نہ کہ بچے دینے سے۔

حیوانات میں سے ایک بہت عجیب قسم کا حیوان ہے۔اس کی مرغابی کی طرح چونچ ہے۔لہٰذا وہ ''اردکی'' کے نام سے معروف ہے۔اگر چہ اس حیوان کے پستان ہیں لیکن اس کے باوجود وہ پرندوں کی مانند انڈے دیتا ہے۔اب اس بیان پر توجہ کریں۔

ممکن ہے کہ ''اردکی'' حیوانات میں سب سے زیادہ عجیب نہ ہو لیکن عجیب ضرور ہے یہ ایک پستان دار جانور ہے اور تمام پستان والے حیوانات کی طرح اس کی کھال ہے اور اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔لیکن اس کی مرغابی کی طرح چونچ اور اس کا پردہ دار پنجہ بھی ہے۔

---

[1] بگزار اکبری: ۶۲۶

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہ ہے کہ یہ حیوان تمام پرندوں کی مانند انڈے دیتا ہے۔ یہ حیوان آسٹریلیا میں پایا جاتا ہے۔ جس کی لمبائی تقریباً ۵۰ سینٹی میٹر ہے۔ اس کی چونچ بہت نوکیلی اور تیز ہے۔ نہاتے وقت یہ اپنی چونچ پانی سے باہر رکھتا ہے اور اسی کے ذریعہ سانس لیتا ہے۔ یہ نہروں میں رہتا ہے۔ اس کی مادہ وہاں انڈے دیتی ہے اور اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے[۱]۔

ہم نے گزشتہ ابحاث میں ظہور کے زمانے کی ایک اہم خصوصیات بیان کی۔ جو اس زمانے کے تمام معاشروں میں علم کا عام ہونا ہے اور ہم نے جو مطالب یہاں ذکر کئے ہیں، ان سے عصر ظہور کی دو دیگر خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے۔

۱۔ زیادہ وقت لینے والی تحقیق وجستجو کے بغیر سرعت سے علوم کا حصول۔

۲۔ بے حاصل اور بے نتیجہ تحقیق اور تجزیہ وتحلیل کے بغیر تعلیم کا قطعی نتیجہ حاصل کرنا۔

یہ واضح سی بات ہے کہ زمانہ ظہور کی ان دو خصوصیات سے انسان کو کس قدر علمی ترقی اور معاشرہ کو بلندی حاصل ہوگی۔

زمانہ ظہور کی ایجادات

ہم نے عرض کیا کہ ظہور کے زمانے کی خصوصیات میں سے ایک سرعت سے علم و دانش کا حصول ہے۔ اس بابرکت زمانے میں لوگ آسانی سے دقیق علمی مطالب تک رسائی حاصل کرسکیں گے۔

اس زمانے میں حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کی ہدایت و راہنمائی حصولِ علم کی سرعت کا اصلی عامل ہوگا۔ اس کے علاوہ رشد اور علمی ترقی ایک اور اہم سبب بھی ہوگا اور وہ بھی حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بابرکت وجود مبارک کے طفیل سے ہوگا جو کہ تکامل عقل اور فکری رشد ہے۔

حضرت ولی عصرؑ کی کریمانہ وعادلانہ حکومت میں لوگ عقلی اور فکری رشد کے مالک ہوں گے۔

۱۔ مختصر ہای آفرینش ۲۰

عقلی تکامل کی بحث میں ہم نے اس نکتہ کی تصریح کی ہے کہ زمانہ ظہور وتکامل میں انسان کو حاصل ہونے والی مہم آزادی میں سے ایک عقلی آزادی ہے کہ اس زمانہ میں عقل اسارت کی زنجیر سے نجات حاصل کرلے گی۔

اس منور زمانے میں سپاہِ نفس، قوہ عقل کی زنجیروں میں قید ہوجائے گی۔اس وقت عقل، نفس پر حاکم ہوگی۔عقلی آزادی سے انسان بزرگ افکار تک رسائی اور بچگانہ افکار سے رہائی حاصل کرلے گا۔

اسی وجہ سے ہم معتقد ہیں کہ اور تفکر معاشرے کے افراد کے لئے زمانہ ظہور کی اہم خصوصیات اور خصلتوں میں سے گہری نظر اور بزرگ افکار ہیں۔

یہ بھی واضحات میں سے ہے کہ جب معاشرے کے افراد میں بزرگ افکار اور دقیق سوچ وفکر کی صلاحیت پیدا ہوجائے تو پھر نہ صرف دینی معارف بلکہ ٹیکنالوجی، صنعت اور دیگر علوم وفنون میں کیسے حیرت انگیز بدلاؤ ایجاد ہوں گے۔

غیبت کے زمانے کے دوران لاکھوں افراد نئے نکات اور نئی ایجادات تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔مگر کچھ محدود افراد ہی اپنے ارادے اور کوشش میں کامیاب ہوتے ہیں۔

لیکن عقلی تکامل کے زمانے میں انسان کمال کے اعلیٰ ترین درجات پر فائز ہوگا۔زمانہ ظہور کے لوگوں کی فکر مؤثر ثابت ہوگی اور وہ جس چیز کے لئے کوشش کریں، جلد ہی اس تک رسائی حاصل کرلیں گے۔

اس بارے میں زیارت آل یٰس کے بعد دعا سے درس

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی بہت اہم زیارات میں سے ایک زیارت آل یٰس اور اسی طرح اس کے بعد پڑھی جانے والی دعا ہے جس میں معارف اور اعتقادی مسائل کا بہت بڑا خزانہ مخفی ہے۔اس کے علاوہ اس میں تکامل یافتہ انسانوں کی قدرت کے بارے میں بہت اہم نکات موجود ہیں۔

جو بھی اس زیارت اور اس کے بعد والی دعا پڑھے، وہ خداوند متعال سے چاہتا ہے کہ اسے بلند

مراحل ومقام پر پہنچادے۔اگر چہ ممکن ہے کہ دعا پڑھنے والا کچھ پڑھ رہا ہو وہ اس کی اہمیت وعظمت کی طرف متوجہ نہ ہو۔

یہاں ہم اپنی بحث سے مربوط اس کا ایک نمونہ بیان کرتے ہیں؛

زیارت آل یٰسؑ کے بعد پڑھی جانے والی دعا میں ہم خدا کے حضور عرض کرتے ہیں:

" **و فکری نور النیّات، و عزمی نور العلم** "[1]

میری فکر کو تصمیم وارادوں کا نور اور میرے عزم وارادے کو علم کا نور عنایت فرما۔

ممکن ہے کہ اب تک سیکڑوں یا ہزاروں بار یہ دعا پڑھی ہو۔لیکن ابھی تک ہم نے اپنی درخواست اور اس کی عظمت پر غور نہیں کیا ہے۔

اس دعا سے لیا جانے والا درس یہ ہے:

روشن فکر وہ ہے کہ جو تاریک سوچ وفکر سے نجات پاکر قوّتِ ارادہ کا مالک ہو اور اس کا نفس ارادے کی شکست کا باعث نہ ہو۔اور صاحبانِ عزم وارادہ وہ ہیں کہ جن میں علم ودانش کا نور روشن ہو اور اس کا وجود علم وآگاہی کے نور سے منوّر رہا ہو۔

زمانہ ظہور انسان کی بزرگ ودرینہ خواہشات کی تکمیل اور بشر کے اعلیٰ مقام تک رسائی کا زمانہ ہے۔انسانوں میں روشن افکار اور نورانی ارادوں کی پرورش تکامل کا سبب ہے۔

اس بابرکت زمانے میں افکار میں ارادے کی قدرت ونورانیت ایجاد ہوگی اور لوگوں کے عزم وارادے میں نور اور علم ودانش کے حصول کی توانائی ایجاد ہوگی۔

اس زمانے میں انسانی تفکر کی طاقت کے نہ ہونے اور عزم وارادے میں سستی سے نجات پاکر علم وآگاہی کی طرف گامزن ہوگا۔

اب یہ واضح سی بات ہے کہ فکری حیات اور ارادوں کی آزادی سے معاشرے میں کیسی علمی ترقی

---

[1] صحیفۂ مہدیہ: ۵۶۷

وجود میں آئے گی۔

واحد عالمی حکومت

یہاں ہم ایک ایسا مطلب بیان کرتے ہیں کہ جو ظہور کے زمانے کے منتظرین کے لئے بہت دلچسپ ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی حکومت کے عالمی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس وقت پوری کائنات میں حضرت حجت بن الحسن العسکری علیہ السلام کی حکومت کے علاوہ کوئی حکومت نہیں ہوگی۔ ساری دنیا کی واحد حکومت آنحضرتؑ کی حکومت ہوگی۔

یہ کہنا ضروری ہے کہ حضرت ولی عصر (عج) کی حکومت کے مقابل میں کوئی اور قدرت نہیں ہوگی پوری دنیا پر امام عصر علیہ السلام کی واحد حکومت حاکم ہوگی۔ اس کے علاوہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کی حکومت دنیا والوں کے لئے ایسی نعمتیں فراہم کرے گی۔ مادّی و معنوی لحاظ سے حیرت انگیز ترقی اور اس کے علاوہ پوری دنیا میں علم و دانش کی نعمت فراوان ہوگی۔ دنیا کے بڑے بڑے شہروں سے دور افتادہ اور پسماندہ علاقوں تک ہر کوئی ان نعمتوں سے مستفیض ہوگا۔ پوری دنیا میں علم و دانش عام ہوگا۔ زمین کے ہر خطے میں علمی فقدان ختم ہو جائے گا۔

سب کو آرام، سکون، راحت اور تمام سہولتیں فراہم ہوں گی۔ سب لوگوں میں ثروت مساوی طور پر تقسیم ہوگی۔

ان سہولتوں کا عام ہونا اور معاشرے کے تمام افراد کا ان نعمتوں اور سہولیات سے استفادہ کرنا ظہور کے زمانے کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس مہم مسئلہ کے روشن ہونے کے لئے ہم اس کی مزید وضاحت کئے دیتے ہیں۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ غیبت کے زمانے میں دنیا کے تمام ممالک کے تمام لوگوں کو مال و دولت، علم و دانش، قدرت اور ظاہری سہولیات میسر نہیں ہیں۔ بلکہ دنیا کے ہر ملک کے بعض لوگوں

کے پاس مال و دولت تھا اور اب بھی ہے۔ اکثر لوگ مال کے نہ ہونے یا اس کی کمی کی وجہ سے پریشان حال ہیں۔

پوری دنیا میں طبقاتی نظام موجود ہے۔ خاص طبقہ سہولیات سے استفادہ کر رہا ہے۔ لیکن معاشرے کے اکثر افراد بنیادی حقوق اور سہولیات سے بھی محروم ہیں۔ لیکن ظہور کے پُرنور زمانے میں ایسا نہیں ہوگا۔

اس زمانے میں طبقاتی نظام اور قومی تبعیضات ختم ہو جائیں گی۔ علم و حکمت عام ہوگی۔ طبیعی دولت معاشرے کے تمام افراد کے درمیان مساوی طور پر تقسیم ہوگی۔ دنیا کے تمام خطوں میں عدالت اور تقویٰ کا بول بالا ہوگا۔ دنیا کے سب لوگ عادل اور تقویٰ دار ہوں گے۔

ہم نے جو کچھ عرض کیا۔ اب اس کا نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی عالمی حکومت میں پوری دنیا کے لوگ علم و دانش و حکمت، اچھائیوں اور نیکیوں کے مالک ہوں گے۔ ہر کوئی ان سے مستفیض ہوگا۔

اس دن غیبت کے زمانے کی طرح نہیں ہوگا کہ ایک طبقہ زندگی کی ہر سہولت اور ہر جدید صنعتی وسائل سے مستفید ہو رہا ہو لیکن دوسرے افراد زندگی کی بنیادی سہولیات کو بھی ترستے ہوں۔

اس بناء پر ظہور کے زمانے کی علمی ترقی لوگوں کو ہر جدید اور اہم وسیلہ فراہم کرے گی۔ جو ظہور سے پہلے والے وسائل کی جگہ لے لیں گے۔ پوری دنیا میں سابقہ وسائل ناکارہ ہو جائیں گے اور لوگ ظہور کے زمانے کی جدید ایجادات سے استفادہ کریں گے۔

اگر فرض کریں کہ اس بابرکت اور نعمتوں سے بھرپور زمانے میں کچھ صنائع اپنی خصوصیات برقرار رکھ سکیں تو ان سے استفادہ کرنا واضح ہے۔ کیونکہ وہ زمانہ دنیا کی تمام اقوام کے لئے خوبیوں کا زمانہ ہوگا۔ اس بناء پر ہم جدید صنعت کو کلی طور پر محکوم نہیں سمجھتے۔ لیکن موجودہ صنعت غیبت کے زمانے سے مناسب ہے نہ کہ یہ ظہور کے پیشرفتہ زمانے کے مطابق ہے۔

اب تک جو کچھ کہا وہ ان کا نظریہ ہے کہ جو ظہور کے بارے میں خاندانِ اہلبیت علیہم السلام کے فرامین سے آگاہ ہو کر عقلی تکامل اور روشن زمانے کے اسرار و رموز کو جانتے ہیں۔

ممکن ہے کہ ان کے مقابل میں محدود سوچ کے مالک افراد بھی ہوں کہ جو گمان کرتے ہوں کہ وہ دنیا کی تمام ایجادات سے واقف ہیں۔ ایسے افراد نہ صرف آج بلکہ گزشتہ زمانے میں بھی موجود تھے۔ ڈیڑھ صدی پہلے کچھ افراد کا گمان تھا کہ جن چیزوں کو ایجاد کرنا ممکن تھا، انسان نے وہ سب ایجاد کر لی ہیں۔ یہاں ہم ایسے ہی کچھ افکار سے آشنائی کرواتے ہیں۔

۱۸۶۵ء میں امریکہ میں نئی ایجادات کرنے والوں کا نام اندراج کرنے والے دفتر کے سربراہ نے یہ کہہ کر استعفیٰ دے دیا کہ اب یہاں رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اب ایجاد کرنے کے لئے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

امریکہ کے ماہر فلکیات نے ریاضی کی بنیاد پر یہ ثابت کیا کہ جو چیز ہوا سے وزنی ہو وہ پرواز نہیں کر سکتی۔ لیکن جہاز کی پہلی پرواز کے باوجود بھی وہ اپنی غلطی ماننے کو تیار نہیں تھا۔ بلکہ اپنی غلطی کی غلط توجیہات کرنے لگا کہ جہاز سے کوئی مفید کام نہیں لیا جا سکتا۔

۱۸۸۷ء میں ''مارسلن برتولو'' نے اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا:

''اب کے بعد دنیا کا کوئی راز باقی نہیں رہا''

جو زمانہ ظہور کو غیر معمولی ترقی کا زمانہ نہیں سمجھتے ہیں۔ وہ ایسے افراد کی طرح ہی سوچتے ہیں۔

ہم نے یہ جو ذکر کیا ہے وہ ایسے لوگوں کا ایک نمونہ تھا۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ علم و صنعت کے لحاظ سے دنیا اپنے عروج پر ہے۔ یعنی دنیا ترقی کی آخری سیڑھی پر قدم رکھے ہوئے ہے۔

جی ہاں! یہ توہمات گزشتہ صدیوں میں موجود تھے اور اب بھی بعض گروہ انہی میں مبتلا ہیں۔ ان باطل نظریات میں مزید اضافہ ہونا بھی ممکن ہے۔

ظہور یا نقطہ آغاز

اگر ہم کہیں کہ ابتداء ظہور تکامل کا آغاز ہے تو ایسے افراد کے لئے اس کا یقین کرنا مشکل ہو گا۔ کیونکہ وہ یہ قبول نہیں کر سکتے کہ ظہور کا آغاز ترقی کی ابتداء ہے؟

اس سوال کا جواب بیان کرنے کے لئے اس مطلب کی تشریح کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا ہم ایسے غلط نظریات کی پیدائش کے علل و اسباب بیان کرتے ہیں تا کہ قارئین محترم جان لیں کہ بعض لوگ یہ نہیں جانتے کہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کے ظہور کے ہمراہ ترقی و پیشرفت اور تکامل کی ابتدا ہو جائے گی؟

کیونکہ وہ موجودہ دور کو اس قدر ترقی یافتہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس سے بھی ترقی یافتہ دنیا کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں؟

ہم یہاں دو مختصر نکات بیان کرنے کے بعد اس بارے میں تفصیلاً گفتگو کریں گے۔

۱۔ ایسے افراد موجودہ دنیا کو قدیم دنیا اور گزشتہ زمانے سے مقائسہ کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ موجودہ دور کو ہی پیشرفتہ ترین دور سمجھتے ہیں۔

۲۔ ایسے افراد آئندہ کی دنیا کے بارے میں کسی قسم کی اطلاع و آگاہی نہیں رکھتے۔ اسی لئے ان کا کہنا ہے کہ اب ایجاد کرنے کے لئے کوئی اور چیز موجود نہیں ہے۔

دین یعنی حیات اور صحیح ترقی یافتہ تمدّن

دنیا کے بہت سے لوگ دین کے حیات بخش اور زندگی ساز منشور سے آگاہ نہیں ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ مکتب اہلبیت علیہم السلام نے معاشرے کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھا ہے اور وہ لوگوں کی تمام ضروریات سے آگاہ ہے۔ لہٰذا وہ دین کو صرف چند احکامات کا مجموعہ سمجھتے ہیں کہ جس کا تمدّن اور صنعت کے ساتھ کوئی سروکار نہیں ہے۔

ایسے بعض افراد خود ساختہ اور استعماری مکتب کے پیروکار ہوتے ہیں اور وہ تحریف شدہ ادیان کے تابع ہوتے ہیں۔لہذا وہ جس چیز کو قبول کریں،اسے ہی دین سمجھتے ہیں۔

اگر مکتب اہلبیت علیہم السلام کے پیروکاروں میں سے کسی گروہ کے ایسے اعتقادات ہوں تو یہ دین کے آئین اور اصولوں کے بارے میں مکمل آگاہی نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔

کیونکہ دین کا یہ معنی نہیں ہے کہ انسان ترقی اور صحیح تمدن اور صنعت سے دور ہو۔بلکہ تمدّن اور صنعتی ترقی دین کے زیر سایہ وجود میں آتی ہے۔پس دین اور دینداری صنعت وتمدّن کی نفی کا نام نہیں ہے۔بلکہ دین کا آئین ہی صنعتی ترقی اور تمدنی ترقی کا ذریعہ ہے۔

تاریخ میں نہ صرف آئندہ بلکہ ماضی میں بھی ایسے دور گزرے ہیں کہ جب بزرگ دینی تمدن نے لوگوں کو اپنے دامن میں جگہ دی۔اس وقت کے لوگ علم وصنعتی ترقی کے مالک تھے کہ ہمارا آج کا متمدّن دور جسے لانے سے عاجز ہے۔

یہ نہ صرف تاریخ کے صفحات میں بلکہ بعض امکانات میں ایسے ترقی یافتہ تمدن کے آثار موجود ہیں کہ اب بھی انسان جن کی عظمت کو درک کرنے سے قاصر ہے۔

ہم آپ کے لئے اس کا ایک نمونہ ذکر کرتے ہیں تا کہ یہ بخوبی واضح ہو سکے کہ دین کبھی بھی ترقی اور تمدن کا مخالف نہیں تھا۔بلکہ مذہبی حکومت خود صحیح تمدّن لانے کا عامل ہے۔

آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دینی حکومت کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟

کیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو معبد بنایا تھا اور اب بھی اس کے ایسے آثار موجود ہیں کہ جنہیں اب تک پہچانا گیا۔کیا آپ اس سے آگاہ ہیں؟

اب اس بارے میں مزید جاننے کے لئے یہ واقعہ ملاحظہ کریں۔

تقریباً دو صدیاں پہلے ''نپایا مین فرینکلن'' نے برق گیر ایجاد کیا۔یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

یہ امر بھی مسلم ہے کہ تقریباً تین ہزار سال پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کا معبد چوبیں برق گیر سے تیار کیا گیا تھا۔ معبد کو ہرگز شارٹ سرکٹ کا خطرہ نہیں تھا۔ ''فرانسوا آراگو'' نے اٹھارویں صدی میں اس بارے میں یوں وضاحت کی۔

معبد کی چھت کو انتہائی ظرافت سے تعمیر کیا گیا تھا، جسے غنیم ورق سے ڈھانپا گیا تھا اور پوری چھت کو فولاد سے تیار کیا گیا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ چھت کی تیاری میں ان سب چیزوں کا استعمال صرف اس وجہ سے تھا کہ اس پر پرندے نہ بیٹھیں۔

معبد کے سامنے ایک حوض تھا کہ جو ہمیشہ پانی سے لبریز ہوتا۔ اب ہمارے پاس ایسے شواہد و قرائن موجود ہیں کہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ برق گیر کسی ہدایت کرنے والی کی ہدایت کا نتیجہ ہیں۔ دلچسپ بات تو یہ ہے کہ ہم اب تک ایسے مسائل سے بہرہ مند نہیں ہو سکتے۔

اسی طرح معبد بیت المقدس کو بھی گزشتہ صدیوں کا کامل نمونہ قرار دے سکتے ہیں کہ ہزاروں سال پہلے تھا اور اب بھی اسی طرح باقی ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کی آرٹیکٹ برق گیر کے راز سے آگاہ تھے۔ لیکن انہوں نے یہ راز دوسروں کو کیوں نہیں بتایا؟ کسی سے اس بارے میں بات کیوں نہیں کی؟

اب تحقیق و جستجو کرنے والے دانشور کہ جنہوں نے وادی علم میں قدم رکھے ہیں۔ جو بہت سے مجہولات کو معلومات میں تبدیل کرتے ہیں، اب ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ اس مسئلہ کو سلجھائیں اور اس کا صحیح جواب معلوم کریں[1]۔

جیسا کہ آپ نے غور کیا کہ انہوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ ہم اب تک ایسے امکانات اور وسائل میں سے کسی ایک سے مستفیض نہیں ہو سکے۔

یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں علمی اور صنعتی ترقی کا ایک چھوٹا سا نمونہ تھا۔ یہ اس بات کی

---

[1] تاریخ ناشناختہ بشر ۱۱

دلیل ہے کہ دین اور الٰہی حکومت صنعت اور ٹیکنالوجی کی نفی نہیں کرتے۔ بلکہ وہ خود انہیں وجود میں لاتے ہیں۔

اس کی اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں ایسی سہولتوں سے استفادہ ہوتا تھا۔لیکن آج کا متمدن معاشرہ اور ترقی یافتہ انسان ان سے مستفید ہونے سے عاجز ہے۔قرآن کریم کی آیات اور اہلبیت علیہم السلام کی روایات میں ان کی تصریح ہوئی ہے۔

آج کی دنیا ترقی وپیشرفت اور علم وتمدن کے دعوں کے باوجود فزیکل وسائل کے بغیر ایک قلم کو دنیا کے ایک نقطہ سے دوسرے نقطہ تک منتقل کرنے سے عاجز ہے۔لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کا شاگر ایک بار آنکھ جھپکنے کے ذریعہ بلقیس کے تخت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی قدرت رکھتا تھا۔اس نے یہ کام عملی طور پر بھی انجام دیا۔

یہ واضح دلیل ہے کہ انسان کو عظیم قوت وطاقت کے حصول کے لئے مابعد مادّہ قدرت کی ضرورت ہے۔جب تک اسے یہ قدرت حاصل نہ ہو تب تک وہ مادہ کی قید ہی میں رہے گا یعنی زمان ومکان کے تابع رہے گا۔مابعد مادہ قدرت کا حصول دین کے علاوہ ممکن نہیں ہے۔

اس بناء پر دین نہ صرف علم ودانش کی ترقی کے لئے مانع نہیں ہے بلکہ دین خود ترقی وپیشرفت اور جدید ٹیکنالوجی اور صحیح صنعت وجود میں لانے کا اصلی سبب ہے۔

دنیا حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کی الٰہی حکومت میں ایسی اہم ترقی کی شاہد ہوگی۔اس وقت انسان نہ صرف معنوی مسائل کی اوج پر ہوگا بلکہ جدید ترین ٹیکنالوجی وصنعت کا بھی مالک ہوگا۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے پورے وجود اور خلوص سے خداوند متعال سے اس بابرکت دن کی جلد آمد کی دعا کریں اور خود کو اس باعظمت زمانے کے لئے تیار کریں۔

یہ بھی جان لیں کہ انسان کی خلقت کا مقصد قتل غارت،ظلم وستم،فساد اور ظالم وجابر حکومت تشکیل دینا نہیں تھا۔بلکہ الٰہی حکومت کی تشکیل اور اسے استقرار ودوام دینے کے لئے کوشش کرنا

ہے۔لیکن اب تک ظالم اس راہ میں مانع ہیں۔

ہم خداوند متعال سے دعا کرتے ہیں کہ پروردگار ظہور کے تمام موانع برطرف کر کے جلد از جلد حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کی حکومت قائم فرمائے اور ہمیں حضرت ولی عصر علیہ السلام کے خادموں میں شمار فرمائے۔

صحیح اور جدید ٹیکنالوجی فقط دین کے زیر سایہ ممکن ہے

اب ایک اہم حیاتی نکتہ کی تشریح کرتے ہیں۔یہ نکتہ پڑھنے کے بعد قارئین محترم کا دین کے پیشرفتہ آئین کے بارے میں نظریہ تبدیل ہو جائے گا۔

اس نکتہ کو بیان کرنے سے پہلے ایک مختصر مقدمہ بیان کرتے ہیں۔وہ یہ ہے کہ انسان فقط ایک مادّی موجود مخلوق نہیں ہے۔کیونکہ انسان روح بھی رکھتا ہے۔لیکن کیا انسان صرف جسم اور روح سے مرکب ہوا ہے؟ یا نفس اور جسم سے مرکب ہوا ہے؟ یا انسان روح، عقل، نفس اور جسم کے مجموعہ کا نام ہے؟

یہ بہت اہم سوال ہیں کہ انسان کا وجود کن چیزوں سے تشکیل پایا ہے؟ گزشتہ زمانے سے ادیان کے پیروکاروں نے اس بارے میں بحث کی اور انہوں نے اپنی فہم کے مطابق جو چیزیں درک کیں، انہیں ہی بیان کیا۔ان تمام نظریات کے کچھ طرفدار ہیں اور ہر کوئی اپنا نظریہ ثابت کرنے کے لئے کچھ دلائل پیش کرتے ہیں۔

ہمیں یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان روح اور جسم سے مرکب ہے اور وہ مستقلاً عقل و نفس کا مالک ہے، یا یہ دونوں روح اور جسم کے تابع ہیں یا یہ ان دونوں سے ایجاد ہوئے ہیں؟ کیونکہ ان عقائد و نظریات میں سے ہر ایک میں روح مستقل وجود رکھتی ہے نہ کہ یہ انسان کے جسم کے تابع ہے۔

ہم نے مکتب اہلبیت علیہم السلام کی پیروی سے یہ مطلب سیکھا کہ روح مستقل وجود رکھتی ہے۔

لیکن بعض مادّی مکاتب اس کے برخلاف روح کو جسم کے تابع سمجھتے ہیں۔

موجودا یجادات میں نقص

روح کے آثار اور روحانی قوّت کے نتیجہ کی بحث میں اس اہم نکتہ کا اضافہ کرتے ہیں کہ دنیا نے اب تک صنعت اور ٹیکنالوجی کے عنوان سے لوگوں کو جو کچھ عطا کیا ہے۔وہ ایسی ایجادات تھیں کہ جنہوں نے انسان کی روح کو جسم کا اسیر بنا کر رکھ دیا تھا اور اسے جسم کا محتاج بنا دیا تھا۔ان میں کوئی ایسی روحانی قوّت موجود نہیں ہے کہ جو انسان کے جسم کو روح کے تابع قرار دے۔

یہ موجودہ ٹیکنالوجی کا بہت بڑا نقص ہے۔افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ غیبت کے زمانے کے دانشور اس بارے میں کوئی صحیح پروگرام حاصل نہیں کر سکے۔

البتہ یاد رکھیں کہ ہمارا یہ کہنا کہ زمانہ غیبت کی ٹیکنالوجی میں نقص وعیب پایا جاتا ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم اس زمانے کے برق رفتار وسائل کا بگھی اور تانگہ وغیرہ سے مقائسہ نہیں کر رہے۔ لیکن خدا نے انسان کے وجود میں بے شمار قوّتیں قرار دی ہیں۔انہیں کی تخلیق کی وجہ سے وہ خود کو "احسن الخالقین" قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:

" فَتَبَارَکَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِیْن "[1]

اس عظیم مخلوق پر توجہ کریں تو معلوم ہوگا کہ انسان نے اپنے وجود کے ایک پہلو سے استفادہ کیا ہے۔لیکن دوسرے پہلوؤں کو فراموش کر دیا ہے۔

ہمارا یہ کہنا ہے کہ انسان میں روح بھی ہے۔لہذا ہمیشہ روح کو جسم کے تابع قرار نہ دیں۔انسان کو یہ سوچنا چاہیئے کہ انسان اپنے وجود کے دوسرے پہلوؤں سے استفادہ کر کے جسم کو روح کے تابع قرار دے۔یوں وہ خود کو مادّہ اور زمانہ کی قید سے آزاد کرے۔لیکن زمانہ غیبت کی تمام ایجادات مادّی

۱۔سورہ مؤمنون، آیت:۱۴

تقیّدات سے مقید ہیں۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ عصرِ غیبت کی تمام ٹیکنالوجی ناقص ہے۔اس میں جو تکامل ہونا چاہیئے تھا، وہ نہیں ہوا اور یہ تکامل سے عاری ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ظہور کا باعظمت، بابرکت اور پُرنور زمانہ ہر لحاظ سے تکامل کی اوج پر ہوگا۔وہ زمانہ مابعد مادہ سے بڑھ کر بہت عظیم قدرت سے سرشار ہوگا۔جس کی وجہ سے نہ صرف ٹیکنالوجی اور مادّی صنعت میں ترقی ہوگی۔بلکہ برتر قدرت، طاقت سے بھی مستفیض ہوگا۔

ہم اپنے اس دعوے کو خاندانِ عصمت وطہارت علیہم السلام کے حیات بخش فرامین سے ثابت کرتے ہیں۔لہٰذا ہم ایسی روایت نقل کرتے ہیں کہ جس سے بعض لوگ ظہور کے زمانے کی پیشرفتہ صنعت کے لئے استدلال کرتے ہیں۔اب اصل روایت پر توجہ کریں۔

ابن مسکان کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ آنحضرت نے فرمایا:

"ان المؤمن فی زمان القائم وهو بالمشرق لیری أخاه الّذی فی المغرب وکذا الّذی فی المغرب یری اخاه الّذی فی المشرق"[1]

یقیناً قائم علیہ السلام کے زمانے میں مؤمن شخص مشرق میں ہوگا۔لیکن وہ مغرب میں موجود اپنے بھائی کو دیکھ سکے گا۔اسی طرح جو مغرب میں ہوگا وہ مشرق میں موجود اپنے بھائی کو دیکھ سکے گا۔

عصرِ ظہور میں قدرت کے حصول کی تحلیل

روایت سے جو بہترین نکتہ استفادہ کیا جا سکتا ہے، وہ یہ ہے کہ زمانہ ظہور میں بشریت کے لئے حیرت انگیز تبدیلیاں وجود میں آئیں گی کہ جس کی وجہ سے انسان روئے زمین کے کسی دور دراز علاقے میں بیٹھے اپنے دوستوں اور عزیزوں کو دیکھ سکے گا۔ہزاروں کلومیٹر کی دوری کے باوجود انہیں

۱۔بحار الانوار:۵۲/۲۹۱

آسانی سے دیکھا جا سکے گا اور ان کے حالات سے آگاہی حاصل کی جا سکے گی۔

زمانۂ ظہور میں انسان کو حاصل ہونے والی اس قدرت کی چند صورتوں سے تجزیہ و تحلیل کرنا ممکن ہے۔

۱۔ جس طرح انسان کی قوّت فکر کامل ہو جائے گی اور اس کی قوّت ارادہ بھی قوی ہو گی۔ پھر ارادہ اور فکر کے متمرکز ہونے سے وہ دنیا کے ہر حصے کو ملاحظہ کر سکے گا۔ یعنی اس کی ظاہری نظر میں وسعت آ جائے گی، یا یہ کہ رؤیت سے مراد رؤیت باطنی یا دل کی آنکھوں سے دیکھنا مقصود ہے۔

گزشتہ ابحاث میں زمانہ ظہور میں تحوّل فکر اور تقویت ارادہ کے بارے میں بیان کئے گئے مطالب کی رو سے یہ تحلیل ایک فطری امر ہے۔

۲۔ ظہور کے درخشاں اور نعمتوں سے سرشار زمانے میں صنعت اور ٹیکنالوجی میں ایسی ترقی ہو گی کہ انسان جدید وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کو کائنات کے مشرق و مغرب میں دیکھ سکے گا۔

البتہ یہ نکتہ بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اب ہمارا ذہن کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور ٹیلی وژن سے آشنا ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ ہم انٹرنیٹ کے ذریعہ ایک دوسرے کی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ ایسے تصویری وسائل کی وجہ سے ممکن ہے کہ ہم آئندہ کی پیشرفتہ ایجادات کو بھی ایک قسم کا تصویری وسیلہ سمجھیں۔ حالانکہ ممکن ہے کہ آئندہ انسان کے اختیار میں آنے والے وسائل نہ صرف تصویری ہوں بلکہ ان کے تجسّم کو بھی دکھائیں۔

۳۔ اس کی دیگر تحلیل بھی کی جا سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آئندہ معنوی اور مادّی لحاظ سے انسان کے لئے جو حیرت انگیز اور بے نظیر پیشرفت میسر آئے گی۔ انسان ان دونوں سے استفادہ کر سکے گا کہ جنہیں ہم نے بیان کیا۔

۴۔ ہم نے جو کچھ بیان کیا، اس کے لئے ایک اور تحلیل کرنا بھی ممکن ہے اور وجہ یہ ہے کہ باطنی قوّت میں اضافہ سے انسان اپنے مثالی وجود کو دنیا کے کسی کونے میں بیٹھے ہوئے اپنے عزیز یا دوست

کے سامنے حاضر کر سکے گا وہ اپنے مثالی وجود کو تجسّم بخشے گا یا تجسّم کے بغیر ہی اپنے بھائیوں کو دیکھ سکے گا۔

اس روایات کی توضیح میں جس نکتہ کا اضافہ کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ چاہے ہم گزشتہ تحلیلات میں سے سب یا کچھ یا کسی ایک تحلیل کو قبول کریں یا روایت کی توضیح میں کوئی اور تحلیل لائیں۔لیکن اس مطلب کو ضرور مدنظر رکھیں کہ اس روایت کے ظاہر سے یہ استفادہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ قدرت یعنی دنیا کے کسی خطے میں بیٹھے انسان کو دیکھنا، ایک ایسی حالت ہے کہ جو عام لوگوں کے لئے وجود میں آئے گی۔یعنی روایت سے عمومی حالت استفادہ ہوتی ہے۔

اس بناء پر جس روایت سے بھی رؤیت کی وضاحت کریں، لیکن یہ جان لیں کہ ظہور کے زمانے میں دور افتادہ علاقوں سے رؤیت صرف کسی خاص گروہ کی خصوصیات میں سے نہیں ہے۔بلکہ عام لوگوں میں یہ قدرت پیدا ہوگی۔

۵۔رؤیت اور ایک دوسرے کو دوسری طرح دیکھنا بھی ممکن ہے اور وہ طرف مقابل کا انسان کے پاس حاضر ہونا ہے۔مذکورہ بعض صورتوں کے برعکس۔روایات میں اسی طرح کی اور روایات بھی وارد ہوئی ہیں کہ جو بھی حضرت خضر علیہ السلام کو سلام کرے، وہ ان کے نزدیک حاضر ہوتے ہیں۔اب اس روایت پر توجہ کریں۔

ایک روایت میں حضرت امام رضا علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

"انه ليحضر حيث ماذكر ،فمن ذكره فيكم فليسلّم عليه "[1]

انہیں جب یاد کیا جائے وہ حاضر ہو جاتے ہیں۔پس تم میں سے جو بھی انہیں یاد کرے، ان پر سلام بھیجے۔

ہم نے جو صورتیں ذکر کی ہیں، ان میں سے بعض کا لازمہ انسان کا دو یا دو سے بیشتر جگہوں پر ہونا ہے۔

---

[1] صحیفہ مہدیہ:۹۸

۶۔ ظہور کے درخشاں اور باعظمت زمانے کی تبدیلیوں میں سے ایک تبدیلی انسان کی آنکھوں اور بصارت میں رونما ہوگا۔ اس کی قوّت بصارت میں اس قدر اضافہ ہوگا کہ اس میں دور دراز کے علاقوں کو دیکھنے کی قدرت فراہم ہو جائے گی[۱]۔

انسان کی بصارت میں ایجاد ہونے والا تحوّل ایسا ہوگا کہ اس میں حیرت انگیز اضافہ وجود میں آئے گا۔ زمانۂ ظہور میں انسان کی قوّہ باصرہ میں حیران کن اضافہ کے بارے میں اس روایت پر توجہ کریں۔

۱۔ اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ ظہور کے زمانے میں انسان کے جسم میں جو تحوّلات وجود میں آئیں گے۔ وہ انسان کی آنکھوں اور قوۃ باصرہ پر بھی اثر انداز ہوں گے، گزشتہ زمانے میں بھی کچھ ایسے افراد تھے کہ جن کے قوت بصارت بہت قوی تھی۔ ان میں سے ایک ابو علی سینا ہیں۔ ان سے نقل ہوا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں دن کے وقت ستارہ عطارد کو دیکھا کہ مقارن وقت میں وہ سورج پر ایسے تھا جیسے چہرے پر تل ہو۔ اگر چہ عطارد دوسرے آسمان اور سورج چوتھے آسمان پر ہے۔ لیکن چونکہ مقارن تھے۔ یعنی ایک برج اور ایک دقیقہ میں جمع ہوئے تھے۔ لہذا ایسے لگتا تھا جیسے سورج کے چہرے پر تل ہو (گلزار کبریٰ ۳۸۳)

قصص العلماء میں ان کی قوت باصرہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی بصارت اس حد تک تھی کہ وہ چار فرسخ کے فاصلے سے مکھی کو دیکھ لیتے تھے۔ ایک روز وہ سلطان کی مجلس میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ اس نے دوربین لگائی ہوئی ہے۔ شیخ نے پوچھا کہ یہ دوربین کس لئے لگائی ہے؟

سلطان نے کہا: چار فرسخ سے ایک سوار آرہا ہے میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہے؟ شیخ نے کہا چار فرسخ کے لئے دوربین کی کیا ضرورت ہے پھر شیخ نے اس جانب دیکھ کر کہا کہ فلاں شکل اور لباس میں ملبوس ایک سوار آرہا ہے۔ اس کا گھوڑا فلاں رنگ کا ہے۔ وشیرینی کھا رہا ہے۔

سلطان نے کہا کہ شیرینی مطعومات میں سے ہے نہ کہ مرئیات میں سے ہے۔ پس آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ شیرینی کھا رہا ہے؟

ابو علی سینا نے اس کے جواب میں کہا! کیونکہ اس کے منہ کے اردگرد مکھیاں اڑ رہی ہیں۔ یہ اس چیز کی علامت ہے کہ وہ شیرینی کھا رہا ہے۔ جب وہ سوار آیا تو اس سے اس بارے میں پوچھا گیا تو اس نے وہی کہا۔ جو کچھ شیخ نے کہا تھا۔ اسی طرح اس کی شکل صورت، لباس اور گھوڑے کا رنگ بھی ویسا ہی تھا، جیسے شیخ نے بتایا تھا۔ ایک قول کے مطابق شیخ نے کہا کہ وہ روٹی کھا رہا ہے۔ کیونکہ روٹی کے ذرات اس کی داڑھی اور مونچھوں میں گرے ہوئے ہیں۔ تفحص کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ جیسا شیخ نے کہا تھا وہ درست تھا۔

(گلزار کبریٰ: ۳۸۲) ہمارے زمانے میں بھی کچھ ایسے افراد ہیں کہ کا قوّہ باصرہ بہت قوی ہے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انّ قائمنا اذا قام مدّ اللّٰه لشیعتنا فی أسماعهم و أبصارهم حتی (لا)یکون بینهم و بین القائم برید،یکلّمهم فیسمعون و ینظرون الیه وهو فی مکانه"[1]

بے شک جب ہمارا قائم علیہ السلام قیام کرے گا تو خداوند متعال ہمارے شیعوں کے کانوں اور آنکھوں میں کشش پیدا فرمائے گا۔(ان کی قدرت میں اضافہ فرمائے گا)یہاں تک کہ ان کے اور حضرت قائم علیہ السلام کے درمیان کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔وہ ان کے ساتھ بات کرے گا اور وہ سنیں گے اور وہ ان کی طرف دیکھیں گے۔حالانکہ وہ اپنی جگہ پر ہوں گے۔

یہ روایت واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ زمانۂ ظہور میں خداوند متعال انسان کے دیکھنے اور سننے کی قدرت میں اضافہ فرمائے گا۔سب حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کو دیکھ سکیں گے۔چاہے وہ کسی بھی جگہ پر ہوں،اسی طرح وہ آنحضرتؑ کی آواز بھی سن سکیں گے۔

روایت میں تفکر

قابل ذکر بات یہ ہے کہ بعض مصنفین ایسی روایات کا مصداق ٹیلیویژن کو قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ روایت میں موجود تعبیر کو دیکھ کر کسی بھی صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ روایت میں امام صادقؑ کی مراد و مقصود ٹیلیویژن ہے۔

کیونکہ:

۱۔امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: مؤمن اپنے بھائی کو دیکھے گا۔اگر آنحضرتؑ کی مراد ٹیلیویژن ہوتی تو پھر دنیا کے سب لوگ ٹیلیویژن پر دکھائی دینے چاہئیں تا کہ ان کے بھائی انہیں کرۂ زمین

۱۔بحار الانوار:۵۲/۳۳۶

کے دوسری طرف سے بھی دیکھ سکیں ۔کیونکہ ''المؤمن''میں الف ولام جنس کے لئے آیا ہے ۔جو کہ مطلق ہے۔جس میں تمام مؤمنین شامل ہیں ۔حالانکہ ٹیلیویژن سے ایسا استفادہ نہیں کیا جا سکتا کہ ہر کوئی اس میں اپنے بھائی کو دیکھ سکے ۔بلکہ صرف انہی کو ہی ٹیلیویژن پر دیکھا جا سکتا ہے کہ جو ریکارڈنگ یا فلم میں موجود ہوں۔

اب تک دنیا کی کروڑوں اربوں افراد کی آبادی میں سے کتنے افراد نے اپنے بھائیوں کو ٹیلی ویژن پر دیکھا ہے۔

روایت میں کچھ دیگر قابل توجہ نکات بھی موجود ہیں کہ جو اس مطلب کی تائید کرتے ہیں ۔یعنی جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے برادر مؤمن کو کرۂ زمین کے دوسری طرف دیکھنا یقینی ہے۔

کیونکہ:

۱۔یہ روایت جملہ اسمیہ سے شروع ہوئی ہے۔

۲۔اس کی ابتداء میں کلمہ '' اِنَّ '' ہے۔

۳۔''لیری اخاہ''میں لام لایا گیا ہے ۔یہ سب اصل مطلب کی تاکید پر دلالت کرتے ہیں۔

ان نکات پر توجہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ ظہور کے بابرکت زمانے میں ہر مؤمن شخص اپنے بھائی کو بہت دور دراز کے علاقوں سے دیکھ سکے گا۔یہ ایسا مطلب ہے کہ جسے امام صادق علیہ السلام نے روایت میں کئی تاکیدات کے ساتھ بیان کیا ہے۔

۲۔ظاہر روایت یہ ہے کہ مشاہدہ میں بھائی کوئی خصوصیت نہیں رکھتا بلکہ امامؑ نے اسے مثال کے طور پر بیان کیا ہے ۔ورنہ اس زمانے میں مؤمن نہ صرف اپنے بھائی بلکہ ماں ،باپ،بہن،بیٹی،بیوی اور تمام دیگر رشتہ داروں کو بھی دیکھ سکے گا۔

لیکن اگر اس سے مراد ٹیلیویژن ہو تو پھر کوئی ایسا پروگرام ہونا چاہیئے تا کہ مؤمن انہیں دیکھ سکے۔

۳۔ظاہر روایت یہ ہے کہ اس روایت میں دیکھنے سے مراد طرفینی ہے۔یعنی جس طرح مشرق

میں بیٹھا ہوا شخص ،مغرب میں بیٹھے ہوئے اپنے بھائی کو دیکھ سکے گا ۔اسی طرح جو مغرب میں ہوگا وہ مشرق میں بیٹھے ہوئے اپنے بھائی کو بھی دیکھ سکے گا۔یعنی دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے۔لیکن ٹیلیویژن میں ایسا نہیں ہے ۔کیونکہ ٹیلیوژن دیکھنے والا پروگرام میں حاضر افراد کو تو دیکھ سکتا ہے۔لیکن وہ اسے نہیں دیکھ سکتے ۔

دلچسپ بات تو یہ ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے قوّہ سامعہ اور قوہ باصرہ کو حضرت مہدی علیہ السلام کے قیام کے زمانے سے مقید کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جب ہمارا قائم قیام کرے گا تو.....

اس سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ آنحضرتؑ کے قیام سے پہلے قوہ باصرہ اور سامعہ اس قدر قوی نہیں ہوں گے ۔

اس بناء پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ آنحضرتؑ کی مراد ٹیلیویژن نہیں تھی ،جیسا کہ چند مصنفین نے اس روایت میں امام صادق علیہ السلام کے فرمان کا مصداق ٹیلیویژن کو قرار دیا ہے کہ جو پہلے ایجاد ہوا ہے ۔کیونکہ روایت کا ظاہر یہ ہے کہ آنحضرتؑ زمانہ ظہور کی خصوصیات کو بیان کر رہے ہیں ۔

۴۔اگر اس کلام سے امامؑ کی مراد ٹیلیوژن ہوتی تو یہ امامؑ کے زمانہ ظہور کے لئے کوئی امتیاز نہیں ہے ۔کیونکہ ٹیلیوژن آنحضرتؑ کے قیام سے پہلے ایجاد ہوا ہے ۔جس نے غیبت کے زمانے میں بہت سے لوگوں کو مزید تاریکی میں دھکیل دیا ہے ۔

۵۔اگر ٹیلیوژن دیکھنے سے انسان مختلف افراد کو دنیا کے دور دراز علاقوں سے دیکھ سکتا ہے ۔لیکن صنعتی وسائل کے ذریعے دیکھنے سے قوّہ باصرہ اور سامعہ میں اضافہ کا کوئی معنی نہیں بنتا ۔

۶۔اس روایت میں ذکر شدہ خصوصیت شیعوں سے مختص ہے ۔کیونکہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ''مدّ اللّٰہ لشیعتنا'' حالانکہ ٹیلیوژن سے استفادہ کرنا فقط شیعوں سے مخصوص نہیں ہے ۔

۷۔ٹیلیویژن دیکھنے سے نہ صرف قوّت باصرہ قوی نہیں ہوتی ہے بلکہ دانشوروں کے مطابق ٹیلیویژن دیکھنا آنکھوں کے لئے مضر ہے ۔پس معلوم ہوا کہ ٹیلیوژن دیکھنا قوت باصرہ میں اضافہ

کا باعث نہیں ہے۔

۸۔اگر روایت سے مراد ظاہری وسائل ہوں تو ہمارے پاس کیا دلیل ہے کہ وہ وسیلہ ٹیلیویژن ہی ہے۔شاید ٹیلیوژن کے علاوہ کوئی اور جدید ترین وسیلہ و ذریعہ ہو۔پس اگر یہ احتمال بھی دیا جائے تو آنحضرتؑ کی مقصود ٹیلیوژن کے علاوہ کوئی چیز ہے تو آپ کس دلیل کی بناء پر امامؑ کے کلام کو ٹیلیوژن پر حمل کر سکتے ہیں؟

۹۔بہت سی روایات میں یہ بہترین نکتہ موجود ہے کہ جو اس مطلب کی تصریح کرتا ہے کہ دیکھنے اور سننے کی حس میں جو تبدیلیاں رونما ہوں گی، وہ زمانہ ظہور اور آنحضرتؑ کے قیام کے بعد واقع ہوں گی۔

اس بناء پر ٹیلیوژن، کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور ایسے ہی دوسرے وسائل و آلات کہ جو آنحضرتؑ کے ظہور سے پہلے ہوں، اس سے ان سب کی نفی ہوتی ہے اور اس روایت میں یہ سب شامل نہیں ہیں۔

امام صادق علیہ السلام نے انسان کے جسم میں رونما ہونے والے تحوّلات کو حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور اور قیام کے بعد سے مقیّد کیا ہے اور فرمایا ہے (انّ قائمنا اذا قام..) جس میں اس بارے میں تصریح ہوئی ہے کہ انسان میں واقع ہونے والی عظیم تبدیلیاں امامؑ کے قیام کے بعد واقع ہوں گی۔

۱۰۔دوسرا بہترین نکتہ یہ ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں (مد اللّٰه لشیعتنا فی اسماعهم و ابصارهم ...) خداوند کریم ہمارے شیعوں کی آنکھوں اور کانوں میں کشش ایجاد کرے گا۔جس سے ان کے دیکھنے اور سننے کی قدرت میں اضافہ ہوگا۔اگر آنحضرتؑ کی اس تبدیلی سے مراد ٹیلیوژن و کمپیوٹر جیسا ظاہری وسیلہ ہو تو یہ واضح سی بات ہے کہ ان سے افراد کی بصارت اور سماعت میں کسی قسم کی تبدیلی پیدا نہیں ہوا اور ان کی قدرت میں بھی کسی قسم کا اضافہ دیکھنے میں نہیں آیا۔

اس بناء پر جیسا کہ روایت کے متن سے واضح ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام کے اس فرمان "مد اللّٰه لشیعتنا" سے مراد انسان کے وجود میں تبدیلی ہے نہ کہ ان کے وجود سے باہر کوئی تبدیلی کہ جو ظاہری اسباب و وسائل کے ذریعے ہو۔

۱۱۔ایک اور قابل غور نکتہ یہ ہے کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں(صنع اللّٰہ...)یعنی وہ اس تبدیلی کو خدا سے نسبت دیتے ہیں اور اسے خدا کا کام سمجھتے ہیں۔یعنی امام مہدی علیہ السلام کے قیام کے بعد خدا لوگوں میں تبدیلی ایجاد فرمائے گا۔جو ایک غیر طبیعی و غیر فطری تبدیلی کی دلیل ہے۔عبارت سے واضح ہے کہ ٹیلیویژن یا دیگر وسائل کی ایجاد کو خداوند کریم سے نسبت نہیں دیتے۔

۱۲۔حضرت ولی عصر (عج) اپنی حکومت اور نظام حکومت میں غیر معمولی معنوی قوّت وقدرت سے استفادہ کریں گے۔اسی طرح وہ دنیا اور دنیا والوں کے تکامل کے لئے لوگوں میں تبدیلی ایجاد کریں گے۔

اس بیان کی رو سے بعض لوگوں کی یہ خام خیالی بھی واضح ہو جاتی ہے۔لہذا انہیں اپنے افکار کی اصلاح کرنی چاہیئے۔یہ چھوٹی سوچ رکھنے والے گمان کرتے ہیں کہ وہ اپنی اس سوچ کے ذریعہ دنیا کا نظام چلا سکتے ہیں۔

۱۳۔زمانہ ظہور کی خصوصیات میں سے ایک زمان و مکان کی محدودیت کا ختم ہو جانا ہے۔لیکن افسوس کہ اب تک ایسے ابحاث کے بارے میں تحقیق وجستجو نہیں کی گئی کہ جو ہمارے معاشرے کے لئے انتہائی مفید اور برکت کا باعث ہیں۔ظہور کے زمانے کی برکتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے برکتوں کا زمانہ کہہ سکتے ہیں۔

ممکن ہے کہ ظہور کے زمانے میں زمان و مکان کے مسئلہ میں تبدیلی کے بارے میں بحث ہمارے لئے نئی ہو،لیکن روایات اور خاندانِ عصمت وطہارت علیہم السلام کے فرامین میں جستجو کرنے سے معلوم ہوگا کہ ان کے بارے میں ابحاث موجود ہیں۔لیکن معاشرے کا ایسے مہم مطالب سے آشنا نہ ہونا اس چیز کی دلیل نہیں ہے کہ یہ ابحاث اہلبیت علیہم السلام کی روایات میں بیان نہیں ہوئی ہیں۔

ہم نے جو یہاں روایت نقل کی،وہ اس کا چھوٹا سا نمونہ تھا کہ جس میں امام صادق علیہ السلام نے ظہور کے زمانے میں مکان کی محدودیت کے ختم ہونے سے پردہ اٹھایا اور اسے ایک قطعی وحتمی مطلب کے طور پر بیان کیا۔

طولِ تاریخ میں اب تک انسان کا زمان ومکان کی قید سے مقید ہونا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ جس کے لئے توضیح اور بحث کی ضرورت ہو۔ بلکہ یہ سب کے لئے واضح ہے کہ انسان زمان ومکان کی قید میں اسیر تھا اور اسیر ہے۔ اب تک انسان نے اس قید سے نکلنے کی بہت سی کوششیں کیں۔ لیکن یہ محدودیت فقط ظہور کے زمانے ہی میں ختم ہوگی۔

امام صادق علیہ السلام نے یہ جو جملہ ارشاد فرمایا: (لیرىٰ اخاه الذی فی المغرب...) یہ محدودیت مکانی کے برطرف ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس روایت میں حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کے ظہور کے زمانے کو یوں توصیف کیا گیا ہے کہ اس زمانے میں یقیناً مؤمن دنیا کے مشرق سے مغرب میں بیٹھے ہوئے بھائی کو دیکھ سکے گا۔

یہ نکتہ اس چیز کی دلیل ہے کہ ان دونوں افراد کے درمیان ہزاروں کلومیٹر کا طولانی فاصلہ اور دونوں کا ایک دوسرے سے دور ہونا، اس چیز کی دلیل نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے۔ بلکہ کہ ان کے درمیان اتنے زیادہ فاصلے کے باوجود وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے۔

یہ خود مکان کے مسئلہ کے برطرف ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ اتنی مسافت ودوری کے باوجود بھی وہ گویا یا ایک ہی جگہ ایک دوسرے کے ساتھ ہوں گے۔ کیا یہ تمام پیشرفت اس تبدیلی کی وجہ سے ہے کہ جو ایک وسیلہ وآلہ کی ایجاد سے انسان کی بصارت میں اضافہ کرے گی؟

علم ودانش کسب کرنے کے لئے عقلی تکامل (سمع وبصر کی قدرت کے علاوہ) اور مادّہ سے بڑھ کر دیگر قدرت کو کسب کرنے کا بہت مہم ذریعہ ہے۔

مذکورہ تمام احتمالات کے باوجود ممکن ہے کہ زمانہ ظہور میں مشرق ومغرب سے ایک دوسرے کو دیکھنا کسی اور طرح سے ہی ہوگا کہ جہاں تک ہماری فکر نہیں پہنچ سکتی۔

موجودہ صنعت پر ایک نظر

ہم نے ظہور کے بابرکت اور درخشاں زمانے میں علم و دانش کی حیرت انگیز پیشرفت اور امام زمانہ علیہ السلام کی عالمی حکومت میں عقلی تکامل کے بارے میں جو مطالب ذکر کیے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ دور حاضر میں صنعتی ٹیکنالوجی کے بہت سے وسائل اس وقت بے کار اور ناکارہ ہو جائیں گے۔ اگر چہ آج انسان ان سے استفادہ کرتا ہے۔ اس کی دلیل اس وقت عملی و علمی ترقی اور عقلی تکامل ہے۔ جیسا کہ آج کل انسان نے جدید اور تیز ترین گاڑیوں کے آنے سے بگھی، تانگہ وغیرہ کو چھوڑ دیا ہے۔ اس زمانے میں بھی انسان علم و دانش میں ترقی کی وجہ سے موجودہ دور کے جدید وسائل کو چھوڑ کر علمی و عقلی تکامل کے زمانے کے وسائل سے استفادہ کرے گا۔

کیا یہ صحیح ہے کہ بشریت علم اور زندگی کے ہر شعبے میں بے مثال ترقی کرنے کے باوجود گزشتہ زمانے کے وسائل سے استفادہ کرے؟

کیا جدید وسائل کے ہوتے ہوئے پرانے زمانے کے وسائل سے استفادہ کرنا پسماندگی اور گزشتہ زمانے کی طرف لوٹنا شمار نہیں ہوگا؟

کسی شک و تردید کے بغیر قطعی طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح انسان سوئی اور دھاگے کو چھوڑ کر جدید سلائی مشینوں سے استفادہ کرتا ہے۔ جس طرح تانگہ اور بگھی کو چھوڑ کر جدید ترین اور آرام دہ گاڑیوں پر سفر کرتا ہے۔ اسی طرح انسان آج کی علمی و صنعتی ترقی سے دور حاضر کے جدید وسائل سے استفادہ کر رہا ہے لیکن جب یہ علمی و صنعتی ترقی تکامل کی حد تک پہنچ جائے تو پھر انسان موجودہ دور کے وسائل کو چھوڑ کر اس دور کے جدید ترین وسائل سے استعمال کرے گا کہ آج کے دور کے وسائل کی ان کے سامنے کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔

اس مطلب کی وضاحت کے لئے ایک مثال ذکر کرتے ہیں:

اگر کوئی سورج سے توانائی حاصل کر کے گاڑی چلا سکے تو کیا پیٹرول یا ڈیزل استعمال کر کے

فضا کو آلودہ کرنا صحیح ہے؟

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا تھا کہ اس زمانے میں نہ صرف انسان علم وصنعت میں موجودہ مادی وسائل کی بہترین اور کاملترین انواع سے میں استفادہ کرے گا۔ بلکہ معنوی امور میں پیشرفت اور ملکوت تک رسائی سے بہت سی ناشناختہ قوتیں حاصل کرے گا کہ جن سے استفادہ کر کے انسان بہت ہی پیشرفتہ اور جدید وسائل تک رسائی حاصل کر کے ان سے استفادہ کر سکتا ہے۔

اس بناء پر ہم یہ نکتہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے زمانے کے جدید وسائل (سب کے سب یا ان میں سے اکثر) علم ودانش کے اس درخشاں زمانے میں ترک کر دیئے جائیں گے۔

یہ واضح ہے کہ اس کام سے گزشتہ زمانے کی طرف لوٹنا لازم نہیں آتا ہے۔ بلکہ عقل وعلم کے تکامل سے انسان زمانہ ظہور اور امام زمانہ علیہ السلام کی الٰہی حکومت میں علم وصنعت کے تکامل سے جدید ترین وسائل کو استعمال کرے گا۔ اگر انسان اس زمانے میں بھی موجودہ دور کے آلات ووسائل سے استفادہ کرے تو یہ ایسے ہی ہوگا جیسے آج ہم برق رفتار اور جدید ماڈل کی آرام دہ گاڑیوں کے باوجود تانگہ اور بگھی سے استفادہ کریں۔

ظہور کے پرنور زمانے کی تبدیلیوں اور اس زمانے کے علمی وعقلی تکامل سے آگاہ افراد کے لئے یہ ایک واضح حقیقت ہے۔

کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جس طرح گزشتہ زمانے کی بہ نسبت علمی ترقی نے آخری ایک صدی کے دوران صنعت وٹیکنالوجی میں بہت سی تبدیلیاں وجود میں لائی ہیں۔ اسی طرح امام مہدی علیہ السلام کی الٰہی حکومت کے دوران غیر معمولی علمی ترقی سے بہت سی حیران کن تبدیلیاں وجود میں آئیں گی کہ موجودہ ترقی جن کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں رکھتی۔

سورج نور، روشنی اور انرجی کا بہترین منبع ہے۔ انسان علمی ترقی کے بڑے بڑے دعوں کے باوجود بھی ابھی تک سورج کی انرجی سے مکمل طور پر استفادہ نہیں کر سکا۔ جس طرح انسان پانی کو مختلف

طریقوں سے ذخیرہ کر کے اسے ضائع ہونے سے بچاتا ہے۔اسی طرح سورج سے انرجی ذخیرہ کر کے اسے بہت سے کاموں کے لئے استعمال میں لا سکتے ہیں۔

اب تک انسان اپنے علم کے ذریعہ یہاں تک آگاہی حاصل کر سکا ہے کہ سورج حیات کے لئے مہم منبع اور توانائی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

لیکن یہ کہ اس سے کس طرح استفادہ کر سکتے ہیں؟ کس طرح اس تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں؟ کس طریقے سے تیل، پیٹرول اور ڈیزل کی بجائے سورج کی انرجی اور توانائی سے استفادہ کر سکتے ہیں؟

یہ ایک ایسا موضوع ہے کہ جس پر اب بھی ابہام کا پردہ پڑا ہوا ہے۔اب تک اس سے بہت کم موارد میں فائدہ لیا گیا ہے۔

سورج اور اس کی توانائی کے علاوہ چاند بھی توانائی کا منبع ہے کہ جس کی توانائی زمین پر بہت سی اشیاء پر اثر انداز ہوتی ہے۔

لیکن انسان اپنی علمی ترقی کے تمام تر دعووں کے باوجود چاند کی توانائی کو ذخیرہ نہیں کر سکا کہ جسے وہ اپنے اختیار میں قرار دے کر اس سے استفادہ کر سکے۔

چاند کی روشنی کا زمین کے پانی اور دریاؤں کے مدّ وجزر انسان کے جسم اور نفسیات پر اثرات اور اسی طرح اس کا دوسری اشیاء پر اثر انداز ہونا ایسے مطالب ہیں کہ جن تک انسان کی تحقیق پہنچ سکی ہے۔لیکن چاند کی روشنی کو ذخیرہ کر کے اس سے ضروری موارد میں استفادہ کرنے کے بارے میں کوئی پیشرفت دیکھنے میں نہیں آئی[1]۔

چاند اور سورج تو درکنار ستاروں کی روشنی اور کہکشاؤں میں بھی بہت زیادہ توانائی ہے۔اب تک

۱۔چاند کے نور اور روشنی کے بارے میں جاننے کے لئے قدیم کتب میں سے مرحوم آیت اللہ شیخ علی اکبر نہاوندی کی کتاب گلزار اکبری اور جدید کتب میں سے لیال واٹسن کی فارسی میں ترجمہ شدہ کتاب فوق طبیعت کی طرف رجوع فرمائیں۔

دنیا کی علمی ترقی کے دعویدار اس راز سے بھی پردہ نہیں اٹھا سکے۔وہ انہیں ذخیرہ کر کے انہیں بروئے کار لانے سے عاجز ہیں۔خداوند کریم نے اہل زمین کے لئے سورج اور بعض ستاروں کے طلوع کرنے میں ایسی حیران کن تأثیر قرار دی ہے کہ بہت سے افراد کو اس کا یقین نہیں ہوتا۔کیونکہ یہ ان کی سطح فکری اور یقین کی منزل سے بلند ہے۔

ہم نے اپنا راستہ بہت طولانی کر دیا۔زمین سے چاند اور سورج پر چلے گئے اور وہاں سے کہکشاؤں کے سفر پر نکل گئے۔اب ہم اپنے وطن یعنی زمین پر واپس آتے ہیں۔کیونکہ ابھی تک اس کے بہت سے اسرار باقی ہیں کہ جنہیں درک کرنے سے ہمارا علم عاجز ہے۔ابھی تک تو خلقتِ زمین کے اسرار سے پردہ اٹھنا بھی باقی ہے۔

جس دن تمام دنیا پر حضرت امام مہدی علیہ السلام کی مطلق حکومت ہوگی اور جب زمین و آسمان اور چاند سورج کی خلقت کے شاہد ظاہر ہو کر ان پر حکومت کریں گے تو وہ کائنات کو اپنے علم سے منوّر فرمائیں گے اور معاشرے سے جہالت کی تاریکی دور کریں گے پھر انسان پر خلقتِ کائنات کے اسرار کھل جائیں گے۔

جی ہاں جیسا کہ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ اس دن ہر چیز کا علم ہوگا جہالت کے بادل چھٹ جائیں گے اور کوئی پنہان راز باقی نہیں رہے گا[1]۔

اب ہم اس دن کی یاد سے اپنے دل کو شاد کرتے ہیں کہ جب اسرارِ کائنات سے پردہ اٹھ جائے گا اور کوئی راز مخفی نہیں رہے گا۔اس بابرکت، باعظمت، منوّر اور درخشاں دن کی آمد کے لئے درد بھرے دل اور سرد آہوں کے ساتھ دعا کرتے ہیں کہ شاید ہمارے شکستہ دلوں کی آہوں میں کوئی اثر ہو۔

۱۔یہ حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی اس روایت کی طرف اشارہ ہے: **ما من علم الّا و انا افتحه و القائم یختمه.**

زمانۂ ظہور اور موجودہ ایجادات کا انجام

ہم دو اہم اور بنیادی اسباب ذکر کرتے ہیں۔

۱۔حضرت صاحب العصر والزمان (عج) کا دنیا کو ہدایت کرنا۔

۲۔زمانۂ ظہور کے لوگوں کا فکری و عقلی رشد اور تکامل۔

ان دو اسباب کی وجہ سے انسان تیزی سے علم حاصل کر سکے گا۔جس سے عظیم تمدّن نصیب ہو گا۔اب ہم ایک اور سوال مطرح کرتے ہیں کہ ظہور کے زمانے کی عجیب علمی ترقی اور تمدن کے بعد موجودہ دور کی ایجادات کا کیا ہوگا؟ کیا وہ نابود ہو جائیں گی؟

کیا اس زمانے کے لوگ ان سے استفادہ کریں گے؟ اور کیا.....

ممکن ہے کہ یہ اور ایسے کئی سوال بعض افراد کے ذہنوں میں پیدا ہوں۔لہذا اس کا تسلّی بخش جواب دینا ضروری ہے۔ہم اس سوال کا مفصل جواب دینے کے لئے موجودہ دور کی ایجادات کو کچھ قسموں میں تقسیم کرتے ہیں تا کہ قارئین محترم کے لئے بہترین جواب فراہم کیا جا سکے۔

مضر ایجادات کی نابودی

موجودہ ایجادات میں سے ایسے وسائل بھی ہیں کہ جو انسان کی تباہی و بربادی کا باعث ہیں۔جنہیں جنگوں اور قتل و غارت میں ہی بروئے کار لایا جاتا ہے۔مثلاً ایٹم بم.....

یہ واضح ہے کہ ایسی ایجادات نے معاشرے کو تباہی و بربادی اور خونریزی کے سواء کچھ نہیں دیا۔ظلم و ستم اور فسادات کے علاوہ ان کا کوئی اور ثمر نہیں ہے اور ایسی ایجادات امام مہدی علیہ السلام کی عادلانہ و کریمانہ اور آفاقی حکومت سے سازگار نہیں ہیں۔

ایسے وسائل کی نابودی ہی میں معاشرے کی بھلائی ہے۔انسانوں اور دوسری مخلوقات کی نجات کے لئے ایسے مخرّب وسائل کی نابودی ضروری ہے۔یہ فقط حضرت امام مہدی علیہ السلام کی عادلانہ

حکومت میں ہی نہیں بلکہ تاریخ میں بعض اوقات انسانیت سے محبت کرنے والے بادشاہوں نے بھی ایسے وسائل بنانے کی سختی سے ممانعت ومخالفت کی۔حالانکہ ان کی حکومت کو ان کی اشد ضرورت تھی۔جنہوں نے بربادی کے ایسے ذرائع بنانے کی مخالفت کی ان میں سے ایک ''لوئی پانزدہم'' ہے۔ یہ ایسے بادشاہوں میں سے تھا کہ جس کا علم وحکمت سے قریبی ناطہ تھا۔وہ محققین کو ہر ممکن سہولت مہیا کرتا اور دانشوروں کے لئے غیر معمولی احترام کا قائل تھا۔اس کی حکومت میں ایک ماہر کیمیا دان تھا کہ جس کا نام ''دوبرہ'' تھا اس نے ایک ایسا آتش گیر مادہ ایجاد کیا تھا کہ جس کا کوئی توڑ نہ تھا اور نہ ہی اس سے بچنا ممکن تھا۔حتی کہ اس سے لگائی جانے والی آگ کو پانی سے بھی بجھانا ممکن نہیں تھا۔

''دوبرہ'' نے بادشاہ کے سامنے اپنی ایجاد پیش کی اور اس کا تجربہ کیا گیا۔بادشاہ بہت حیران ہوا جب اس نے دیکھا کہ یہ مادہ کئی شہروں کو قبرستان بنا سکتا ہے، بڑی بڑی افواج کو ابدی نیند سلا سکتا ہے تو اس نے حکم دیا کہ اس ایجاد کو فوراً نابود کر دیا جائے اور اسے بنانے کا فارمولا ہمیشہ پوشیدہ رکھا جائے۔حالانکہ اس زمانے میں وہ برطانیہ کے ساتھ جنگ کر رہا تھا جسے دشمن کی بحری فوج کو ختم کرنے کے لئے ایسے ہی کسی اسلحہ کی ضرورت تھی لیکن اس نے انسانیت کو نجات دلانے کے اسی میں مصلحت جانی کہ اس اسلحہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے۔[1]

علم دنیا کی رہبری نہیں کرسکتا

اگر چہ سترہویں اور اٹھارویں صدی میں حاصل ہونے والی علمی ترقی کی بدولت بہت سے دانشور یہ گمان کر رہے تھے کہ ایک ایسا دن بھی آئے گا کہ جب علم دنیا کہ رہبری وقیادت کرے گا اور علم سے استفادہ کر کے وضع کئے گئے قوانین کے سائے میں یہ دنیا کو غم والم سے نجات دے گا۔لیکن زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ ثابت ہوگیا کہ انہوں نے جو کچھ سوچا تھا حقیقت اس کے برعکس ہے۔

۱۔تاریخ ناشناختہ بشر:۱۰۵

کیونکہ علمی ترقی نہ صرف دنیا کو بے عدالتی اور مصائب سے نجات نہیں دے سکتی بلکہ اس نے معاشرے کی مشکلات وتکالیف اور مصائب میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ اب تک کی علمی ترقی سے لاکھوں افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ لاکھوں افراد بے سروسامانی کے عالم میں پڑے ہیں۔ یہ سب صرف اس وجہ سے ہے کہ علم نے ترقی کی ہے۔ اس سیانسان کی انسانیت میں تقویت نہیں آئی۔ حالانکہ ہر شعبہ ہائے زندگی میں ترقی ہونی چاہئے نہ کہ کسی ایک شعبہ میں۔ علم اس صورت میں معاشرے کو تکامل کی طرف لے جا سکتا ہے کہ جب وہ عقل وانسانیت کے ہمراہ ترقی کرے۔ لیکن اگر علم ان کے بغیر ترقی کرے تو وہ بشریت کی تباہی و بربادی کا باعث بنتا ہے۔

چو دزدی با چراغ آید گزیدہ تر برد کالا

نظام خلقت صحیح تکامل کی بناء پر قرار دیا گیا ہے۔ یعنی جس روز تمام مخلوقات نباتات، حیوانات اور انسان خلق ہوئے، اسی دن سے ان کے تکامل کے سفر کا آغاز ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اپنی اسی حالت پر باقی رہیں کہ جو خلقت کے پہلے دن تھی تو پھر دنیا کا کیا حال ہوگا؟

اس بناء پر اس معنی میں تکامل زندگی کی حتمی شرائط میں سے ہے۔ اس میں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ جسمانی تکامل، روحانی وفکری تکامل کے ساتھ ہونا چاہئے۔

یعنی جس طرح بچہ جسمانی اعتبار سے رشد پاتا ہے اسی طرح انہیں فکری وروحانی اعتبار سے بھی رشد پانا چاہئے۔ اگر بچہ جسمانی طور پر تو رشد پائے لیکن جسمانی وروحانی طور پر رشد نہ پائے بلکہ اس کے بچپن کے افکار میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو تو معاشرہ کس حال تک پہنچ جائے گا؟

پس انسان کا جسمی تکامل ان کے فکری تکامل اور عقلی رشد کے ساتھ ہونا چاہئے اور یہ ہمراہی زندگی کے تمام شعبوں میں برقرار رہنی چاہئے ورنہ اگر انسان ایک اعتبار سے تکامل کی منزل تک پہنچ چکا ہو اور دوسری جہت سے تنزلی کی طرف جا رہا ہو یا اسی طرح ہی متوقف رہے تو اس معاشرے سے

تعادل منتفی ہو جائے گا کہ جو معاشرے کی تباہی کا سبب بنے گا۔

اس بناء پر جس طرح معاشرہ علم وصنعت کی راہ میں کوشش کر رہا ہے اور علم وصنعت کے تکامل اور مادی امور کی پیشرفت میں آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ وہاں اسے معنوی و روحانی مسائل میں بھی تکامل کی طرف گامزن رہنا چاہیئے ورنہ روحانی و معنوی مسائل میں توجہ کئے بغیر علمی و صنعتی ترقی خطرناک اور تاریک مستقبل کے علاوہ کچھ نہیں دیتی۔

اگر انسانی معاشرہ اور دنیا کی ترقی کے خواہاں جہاں دنیا کو ترقی و تکامل کی طرف لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں وہاں انہیں فکری و معنوی اور روحانی تکامل کی بھی کوشش کرنی چاہیئے نہ کہ فقط کچھ مادی آلات و وسائل بنانے ہی میں مگن رہیں۔ سب سے پہلے انسان کے وجود میں شخصیت، افکار اور نظریات کے اعتبار سے بدلاؤ اور تکامل ایجاد ہونا چاہیئے تا کہ صنعت و تمدن میں واقعی پیشرفت وجود میں آئے ورنہ کسی ایک شعبہ میں ترقی دنیا کو نابودی کے سواء کچھ نہیں دے سکتی۔

دنیا کا مستقبل اور عالمی جنگ

ماضی اور حال میں دنیا کی معروف ترین شخصیات دنیا کی نابودی اور تباہی و بربادی سے خوفزدہ تھیں اور اب بھی ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں ہی نے دنیا کو اس موڑ پر لا کھڑا کیا ہے۔ ایسے ہی افراد میں سے ایک ''آئن اسٹائن'' بھی ہے۔

''رسل'' کہتا ہے کہ ایٹم بم اور اس سے بھی بڑھ کر ہائیڈروجن بم سے انسانی معاشرے کی تباہی کے خوف و ہراس میں اور زیادہ اضافہ ہوا ہے اکثر علمی ترقی انسان کو موت کے منہ میں دھکیلنے کا سبب بنی ہے حتی کہ اس میں بعض جید شخصیات اور صاحب نظر حضرات کہ جن میں سے ایک آئن اسٹائن ہے[1]۔

''دکت دونوئی'' کہتا ہے: آج دنیا ایٹمی توانائی کے نتیجہ میں مکمل طور پر تباہی کے دہانے پر کھڑی

۱۔ آیت الکرسی پیام آسمانی توحید: ۲۱۳

ہے۔دنیا اب متوجہ ہوئی ہے کہ ان کی نجات کا واحد راستہ انسان کا اخلاق حسنہ ہے۔انسانی تاریخ میں پہلی بار انسان اپنے ہوش وحواس سے کئے گئے کام پر بھی شرمندہ ہے۔[1]

جی ہاں! اب بہت سے یورپی سیاست دان انسان اور دنیا کے مستقبل کے بارے میں فکرمند ہیں۔انہیں نہیں معلوم کہ ان اسلحوں سے استفادہ کرنے سے کیا دنیا پوری طرح تباہ ہوجائے گی یا نہیں؟

دنیا کے مستقبل کے لئے خطرے اور عالمی جنگ کا بہانہ بننے والے اسباب میں سے ایک بعض ممالک کا دوسرے ممالک کو جدید جنگی آلات فروخت کرنا ہے۔سیاست دان زیادہ دولت کمانے اور دوسرے مملک میں نفوذ کرنے کے لئے ایسے کام انجام دیتے ہیں۔دوسرے ممالک کو جنگی سامان کی فروخت بڑے ممالک کی آمدنی کا اہم ذریعہ بن چکا ہے۔اسی لئے ہر روز بازار میں جدید ترین اسلحہ دکھائی دیتا ہے۔ہر دن ایک سے بڑھ کر ایک ہتھیار بنایا جاتا ہے۔اب آپ یہ رپورٹ ملاحظہ کریں۔

دوسری عالمی جنگ کے دوران میں جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساقی پر گرائے گئے ایٹم بموں نے بہت زیادہ تباہی پھیلائی۔حالانکہ نائیٹروجن بم،ایٹم بم کی بہ نسبت سوئی کی نوک کے برابر بھی تباہی نہیں پھیلاتا۔اس کے پھٹنے کی قوت بھی بہت کم ہوتی ہے۔کیونکہ اس کی اسّی فیصد توانائی نائٹروجن کی صورت میں خارج ہوتی ہے۔یہ شعاعیں جس جنگی میدان یا علاقہ پر پڑیں تو یہ وہاں کی تمام موجودات حتی کہ خوردبین سے دکھائی دینے والے موجودات ومخلوقات کو نابود کردیتی ہیں۔

''ساموئل کوین'' اپنی ایجاد کی خوبیاں اور خامیاں یوں بیان کرتا ہے۔

نائٹروجن بم میں دو بڑی خامیاں ہیں۔ایک یہ کہ وہ شہروں اور عمارتوں کی نقصان نہیں پہنچاتا، ممکن ہے کہ دشمن ان پر قبضہ کرلیں یا یہ کہ انہیں تباہ کرنے کے لئے ایٹم بم کا استعمال کریں۔اس بم کی دوسری خامی یہ ہے کہ یہ بم اپنے تھوڑے سے عمل سے تمام موجودات حتی کہ خوردبین سے دکھائی دینے

۱۔آیت الکبری پیام آسمانی توحید:۲۱۳

والے موجودات ومخلوقات کو نابود کر دیتا ہے اور بہت بڑے شہر کو ایک سیکنڈ کے کروڑویں حصہ سے پہلے خاموش قبرستان میں تبدیل کر دیتا ہے۔اس سے تمام مخلوقات فنا ہو جاتی ہیں۔لیکن میرے خیال میں نائٹروجن بم، ایٹم بم کی بہ نسبت قدرے با اخلاق ہے۔کیونکہ ایٹم بم ایٹم سے بنایا جاتا ہے اور یہ بم ہزاروں لاکھوں اموات کے علاوہ بہت سے لوگوں کو اندھا، بہرا اور معزور کر دیتا ہے۔حلانکہ نائٹروجن بم اپنی اتنی طاقت کے باوجود کسی کو معزور باقی نہیں چھوڑتا[۱]۔

نائٹروجن بم بہت سی چیزوں کی حکایت کرتا ہے جیسے کہ آدم کشی ارزشوں میں شمار ہوگی۔اگر کوئی ایسا بم بنایا جائے کہ جس سے دنیا میں کوئی انسان بھی باقی نہ رہے تو یہ بہت زیادہ با اخلاق بم ہوگا۔

جی ہاں! جو انسان خدا سے دور ہو چکا ہو اور جس نے اخلاقی اقدار کو چھوڑ دیا ہو۔اس کا انجام ایسا ہی ہوگا[۲]۔

''برتراندراسل''علم کے بارے میں یہ سخت تلخ اور مایوس بیان دیتے ہوئے کہا:

شاید ہم ایسے زمانے میں زندگی گزار رہے ہیں کہ جو بنی نوع انسان کے فنا ہونے کا زمانہ ہے۔اگر ایسا ہوا تو اس کا گناہ علم پر ہوگا[۳]۔

۱۹۶۰ء کی دھائی میں نوجوانوں اور بالخصوص پڑھے لکھے اور یونیورسٹیوں کے نوجوانوں میں علم دشمنی رواج پائی کیونکہ انسان کے یہ تمام مصائب ومسائل علم وفنون کی ترقی سے وجود میں آئیں ہیں[۴]۔

مغربی تمدن نے جس طرح علم کو غیر انسانی اور حقیرانہ منافع سے آلودہ کیا اسی طرح انہوں نے ڈیموکریسی کو بھی اپنے اہداف کے حصول کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔

۱۔روزنامہ کیہان:۵شہریور:۱۳۶۰صفحہ۵

۲۔سیمای انسان کامل از دیدگاہ مکاتب:۴۶۵

۳۔علم وقدرت،خشونت:۸۷

۴۔روان شناسی ضمیر ناخودآگاہ:۷۳

اب وہ وقت آ گیا ہے کہ جب اس تمدن کی تقدیر اس کی پیدائش اور اس کے مصرف کے بارے میں سوچیں اور انسان کی بے بسی، درماندگی، بے اعتدالی اور خود بیگانگی کے موجبات کو پہچانیں اور ان کا راہ حل تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ البتہ علم کو چھوڑ کر، توہمات کی بناء پر نہیں بلکہ عقل مندی سے ان کے لئے چارہ جائی کریں اور ایک دوسری دنیا اور نیا انسان بنائیں[1]۔

۱۹۴۵ء کے بعد سے دنیا تباہی، بربادی اور موت کے منہ میں کھڑی ہے۔ کئی بار اس تو اس کے انجام تک بات جا پہنچی۔ ایٹمی اسلحوں کی وجہ سے ہمیشہ سب جانداروں کے سروں پر موت کا سایہ منڈلاتا رہتا ہے۔ فوج اور اسلحہ کی دوڑ میں ہر کوئی دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں لگا ہے۔ اس مقابلہ سے زمین اور اس کی فرہنگ وثقافت کی بربادی کا سامان مہیا کیا جا رہا ہے۔ جو فوج اور سیاست دانوں کی قدرت سے کچھ سال پہلے تک طرف مقابل کو ایٹم بم سے ڈراتے اور دھمکاتے تھے ان میں سے دانشوروں نے ایٹمی اسلحہ کے خلاف آواز اٹھائی۔ حالانکہ اسے بنانے اور ایجاد کرنے میں البرٹ آئن اسٹائن اور لئو اسزیلارد کا اہم کردار تھا۔

۱۹۶۲ء میں ایٹمی ماہرین طبعیات نے ایٹمی تجربات کے بارے میں خبردار کیا اور باقاعدہ اعلان کیا کہ ایٹمی تجربات کی وجہ سے ایک سال میں دولاکھ معذور اور ناقص الخلقت بچے پیدا ہوئے ہیں۔ ایٹمی دھماکوں کی وجہ سے وجود میں آنے والا ''سزیوم ۱۳۷'' مستقیم حمل پر اثر انداز ہوتا ہے، جس سے بچے معذور پیدا ہوتے ہیں۔ جن کی چھ انگلیاں ہوتی ہیں یا وہ بدشکل اور لنگڑے پیدا ہوتے ہیں۔

ژان روستان، ڈاکٹر دلونی اور زیست شناسی میں انعام پانے والے امریکی پروفیسر مولر نے رسمی طور پر اپنی پریشانی کا اعلان کرتے ہوئے خبردار کیا کہ ایٹمی دھماکوں کو بار بار تکرار کرنے سے زندگی کو اور بہت سنگین مشکلات لاحق ہو سکتی ہیں۔ اس کے بعد دنیا کے بے شمار دانشور ان کے ہمراہ ہو گئے۔

۱۹۶۲ء میں دنیا میں زیست شناسی کے سینکڑوں مشہور ماہرین نے ایک اجلاس کا انعقاد کیا جس کا

۱۔ روان شناسی ضمیر ناخودآگاہ: ۸۹

عنوان تھا ''ہم سب ایٹمی تجربات سے مرجائیں گے اگر.....''

اس اجلاس میں فرانس کے مشہور ماہر طبیعات ''ژان روستان'' نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے یوں خبردار کیا: رادیو آکٹیو کے مواد سے جانداروں کے سروں پر ہمیشہ موت کی تلوار لٹک رہی ہوتی ہے۔ جو نابودی کا پیغام ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آئندہ نسل اندھی، بہری، کونگی، معذور اور پاگل پیدا ہوگی[1]۔

دنیا میں ایٹمی دھماکوں اور ایٹمی جنگ کے بعد وجود میں آنے والی نسل ہاتھ کی ہتھیلی سے زیادہ بڑی نہیں ہوگی۔

ایٹم کے علاوہ دوسری منفی اور مضر ایجادات

دوسرا درپیش مسئلہ یہ ہے کہ نہ صرف ایٹمی صنایع بلکہ کیمیائی صنایع بھی موت کے اس مقابلے میں برابر شریک ہیں۔ جیسا کہ امریکی دانشوروں نے اس بات کی تائید کی ہے کہ صرف ایکس نامی شعاعیں ایٹم کی شعاعوں سے بیس گنا زیادہ نقصان دہ ہیں۔ اسی طرح کیمیائی صنعت سے وجود میں آنے والی ادویات کہ جنہیں ہم بڑی آسانی سے میڈیکل اسٹور سے خریدتے ہیں، وہ ہمیں کن خطرات میں مبتلا نہیں کرتیں؟ ان شعاعوں میں جو بھی میزان ہو البتہ یہ بات مسلّم ہے کہ وہ نسل اور نطفہ پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ آسان الفاظ میں یوں کہوں کہ اگر کسی نے ایک بار ہی ریڈیوگرافی کروائی تو اس کو یہ جان لینا چاہئے کہ یہ اس کی افزائش نسل اور جنسی قوّت پر ضرور اثر انداز ہوتا ہے۔ ٹیلیویژن اور ریڈیالوجی کی مشین میں یہ شعاعیں ہوتی ہیں۔ اگرچہ مختصر مدت میں اس کے اثرات ظاہر نہ ہوں لیکن کچھ سالوں یا آئندہ صدیوں میں ان کے مضر اثرات کو ظاہر ہو جائیں گے۔

---

[1] تاریخ ناشناختہ بشر: ۱۶۹

''ڈاکٹر رابرٹ ویلسن'' امریکہ کی ایٹمی انرجی کمیشن کے ممبران میں سے ایک ہیں انہوں نے کہا ہے کہ ٹی وی اسکرین سے نکلنے والی اکثر مضر شعاعیں ایٹمی تجربات کی وجہ سے زیادہ منتشر ہوتی ہیں۔شاید یہ ہی وجہ ہے کہ ایٹمی کارخانوں کے زائد اور فاضل مواد کو کسی طرح بھی ختم نہیں کیا جا سکتا، حتی کہ اسے زمین کی گہرائی میں دفن کرنے سے بھی ختم کرنا ممکن نہیں ہے[1]۔

اب ہم اپنے جواب کی مزید وضاحت کے لئے موجودہ ایجادات کو تین اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔مضر، منفی اور تباہی و بربادی کا باعث بننے والی ایجادات

۲۔منفی اثرات نہ رکھنے والی ایجادات۔لیکن انہیں استعمال کرنے کا وقت گزر چکا ہو۔

۳۔جو ایجادات منفی اور مضر اثرات نہیں رکھتی، لیکن معاشرہ اب بھی ان سے استفادہ کر رہا ہے

پہلی قسم کی ایجادات

یہ واضح ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی آفاقی حکومت اور عادلانہ نظام میں نہ صرف مضر، منفی اور تمام جنگی آلات بلکہ فساد، تباہی اور انسان کے جسم و جان کی بربادی کا باعث بننے والے ہر طرح کے وسائل بھی نیست و نابود ہو جائیں گے۔اس بناء پر گزشتہ مطالب سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی عادلانہ حکومت میں صرف تباہی کا باعث بننے والے جنگی آلات کو ہی نہیں بلکہ معاشرے کے لئے مضر، منفی، شوم اور انسان کو نابود کرنے والے تمام تر آلات کو ختم کر دیا جائے گا۔

آنحضرتؑ ان آلات و وسائل کو نابود کر کے انسانیت کو ان کے منفی اثرات سے نجات دلائیں گے۔ پس حضرت ولی عصر (عج) کی حکومت میں بربادی کا باعث بننے والی ہر ایجاد کو نیست و نابود کر دیا جائے گا۔

---

[1] تاریخ ناشناختہ بشر: ۱۷۱

دوسری قسم کی ایجادات

موجودہ ایجادات میں سے دوسری قسم کی ایجادات ایسی ہیں کہ جو منفی اثرات تو نہیں رکھتیں لیکن زمانہ ظہور میں ان سے استفادہ کرنے کا وقت گزر چکا ہوگا۔ جیسے طبّی آلات اور بعض جنگی سامان کہ جن سے عادلانہ جہاد میں استفادہ کیا جاتا ہے۔ ایسے وسائل بھی ختم ہو جائیں گے کیونکہ معاشرے کو ان کی ضرورت نہیں ہوگی۔ کیونکہ جب معاشرے کے سب افراد صحت مند اور جسمانی و روحانی لحاظ سے سالم ہوں تو پھر تباہ و برباد کرنے والے کسی جنگی سامان اور اسی طرح کسی طبی آلات کی ضرورت نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ استفادہ کرنے کے قابل نہیں ہوں گے۔ پس جب کوئی بیماری ہی موجود نہ ہو تو تو پھر طبی آلات کی بھی ضرورت نہیں ہوگی۔ لہذا انہیں بھی ختم کر دیا جائے گا۔

جنگی آلات سے بے نیازی

ہمیشہ سے جنگ اور خونریزی کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ جن کی وجہ سے ایک قوم دوسری قوم پر حملہ کر کے ایک دوسرے کا خون بہاتی ہے۔ قتل و غارت کے دو بنیادی اسباب ہوتے ہیں کہ جن کی وجہ سے طول تاریخ میں زمین کو لوگوں کے خون سے رنگین کیا گیا۔

۱۔ ضعف اور کمبودی

۲۔ حرص

تاریخ کے صفحات پر دقیق نگاہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ تاریخ کی اہم جنگوں کے اسباب مذکورہ دونوں موارد ہیں۔ کیونکہ ذرخیز زمین، پانی سے لبریز نہریں، تیل اور گیس کے ذخائر اور اسی طرح سونے اور دوسری معدنیات کے ذخائر تک رسائی کے لئے ظالم حکومتیں دوسرے ممالک پر حملہ کر دیتی ہیں تا کہ وہ ان نعمتوں پر قبضہ کر سکیں۔

تاریخ میں بہت سی جنگوں کا دوسرا سبب ظالم حکومتوں کا اپنے وسائل میں اضافہ کرنے کی

خواہش ہے یعنی جنگ کی آگ بھڑکانے اور دو قوموں اور ملتوں کو آپس میں لڑانے والے ممالک کے پاس نہ تو کسی چیز کی کمی ہوتی ہے اور نہ ہی انہیں کوئی اقتصادی مسئلہ درپیش ہوتا ہے۔ بلکہ تمام وسائل اور سہولتیں ہونے کے باوجود وہ ان میں اضافہ کے لالچ میں دوسروں کے مال پر نظریں جمائے ہوتے ہیں۔ لہذا یہ اپنے ملک کو مزید ترقی دینے اور اس کی سرحدوں کو وسیع کرنے کے لئے دوسرے ممالک پر حملہ کر دیتے ہیں۔

اگر تاریخ کی طولانی جنگوں اور لشکر کشی پر نگاہ ڈالیں تو واضح ہو جائے گا کہ اکثر جنگوں کا سبب مال و دولت اور زیادہ مال کا لالچ تھا۔ جیسی کہ ہم نے ذکر کیا کہ مذکورہ دونوں موارد کے علاوہ تاریخ میں ہونے والی جنگوں، قتل و غارت اور خونریزی کے دوسرے عامل بھی ہیں کہ جن کی وجہ سے جنگ کے شعلے بھڑکائے گئے اور زمین پر بے گناہ لوگوں کا خون بہایا گیا۔ مذکورہ دونوں موارد پر غور کریں۔ ضعف و کمبودی اور اسی طرح حرص۔ یہ دونوں بیرونی اسباب تھے۔ بہت سی جنگوں کی بنیاد بیرونی اسباب نہیں بلکہ حکام کے اندرونی عوامل ہوتے ہیں۔ اندرونی اسباب میں سے ایک اہم سبب نفسیاتی گرہیں ہیں۔ جس کی وجہ سے بہت بار مختلف علاقوں میں جنگ چھڑ گئی اور تاریخ کے اوراق کو معصوم لوگوں کے خون سے رنگین کیا گیا۔

انسان کے عقلی تکامل سے ایسے مسائل سے رہائی یقینی ہے۔ جنگ کے اندرونی و بیرونی اسباب نابود ہو جائیں گے۔ پھر ساری دنیا میں امن، صلح اور پیار و محبت کی فضا حاکم ہوگی۔ لہذا اس وقت ایٹمی وغیر ایٹمی بم دھماکوں کی کیا ضرورت ہوگی؟

تیسری قسم کی ایجادات

ایجادات کی یہ قسم غیبت کے زمانے میں لوگوں کے زیر استعمال ہیں۔ جن کا کوئی منفی پہلو نہیں ہے۔ اب ایسے آلات کا مستقبل کیا ہوگا؟

ایسی ایجادات کثیر تعداد میں موجود ہیں۔لہذا ان کے بارے میں کہیں گے:

علم ودانش کی ترقی،عقلی تکامل،عقل کی قدرت میں اضافہ اور فکری قوّت کے تکامل سے اہم پیشرفتہ اور جدید وسائل کا ایجاد ہونا واضح سی بات ہے۔جن کے ہوتے ہوئے عقب ماندہ اور قدیم وسائل کی ضرورت ختم ہو جائے گی۔اس مطلب کی وضاحت کئے دیتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں جن وسائل سے استفادہ کیا جاتا ہے اگر انہیں ایک صدی قبل کے وسائل اور آلات سے مقائسہ کریں کہ جن سے اُس زمانے میں استفادہ کیا جاتا تھا مثلاً کیا رسّی اور ڈول کا پانی کے پمپ سے موازنہ کر سکتے ہیں؟ کیا کنویں اور نہر سے پانی نکالنے والی جدید موٹر کے ہوتے ہوئے رسی اور ڈول سے استفادہ کرنے کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

البتہ اب بھی دنیا کے محروم مستضعف اور غربت کی چکی میں پسے ہوئے بہت سے علاقوں کے لوگ رسی اور ڈول ہی سے استفادہ کرتے ہیں۔یہ متمدن ممالک کی کمزوری ہے کہ جس کی وجہ سے یہ صنعت دنیا کے ہر خطہ کو فراہم نہیں کی جا سکی۔لیکن ظہور کے بابرکت اور نعمتوں سے سرشار زمانے میں ایسا نہیں ہوگا۔

ہم نے امام زمانہ علیہ السلام کی آفاقی حکومت کی خصوصیات میں بیان کیا کہ ان کی حکومت کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرتؑ کی حکومت، عادل حکومت ہوگی۔اس کا یہ معنی ہے کہ اس دن دنیا کے تمام لوگوں کو ہر سہولت میسر ہوگی۔

مغرب کی تبلیغات

مغرب خود نمائی اور دنیا کے لوگوں کو اپنا فریفتہ بنانے کے لئے مختلف علوم کے بارے میں تبلیغات کر رہا ہے ان کا ایک نمونہ نفسیات ہے۔دنیا کے بڑے ممالک میں نفسیاتی مسائل کو اس حد تک بیان کیا جاتا ہے کہ جس سے وہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں نے اتنی ترقی کی ہے اور اس قدر جدید نکات

حاصل کئے ہیں کہ وہ نفسیات شناسی سے بڑھ کر فراروان شناسی تک پہنچ گئے ہیں۔ جو لوگ اب تک اپنے نفس اور وجوس کے اعتبار سے انسان کو نہیں پہچان سکے وہ کس طرح اپنی نفسیات اور اس سے بڑھ کر فراروان شناسی کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟

جی ہاں! موجودہ دنیا ایسی ہی ہے کہ جو مقام ولایت اور نظام کائنات کے سرپرست سے منہ موڑ کر اپنی ایجادات اور حاصل شدہ معلومات کی بناہ پر یہ گمان کرتی ہے کہ انہیں حقیقی راہ مل گئی ہے۔

دنیا کے طاقتور لوگ نہ صرف اب بلکہ قدیم زمانے سے اپنی قوم اور ملت کو جھوٹی تبلیغات کے ذریعہ فریب دیتے رہے ہیں۔ انہوں نے چال بازی اور دھوکے سے لوگوں کو سرگرم کیا اور اپنے گندے افکار سے پاک فکر لوگوں کو گمراہ کیا۔ انہوں نے انسانوں کو اپنی پاک فطرت کے ذریعہ نجات حاصل کرنے کے لئے بھی نہ چھوڑا۔ انہوں نے بہت زیادہ تبلیغات سے دنیا کے لوگوں کے افکار تبدیل کئے۔ حالانکہ وہ اپنی غلطیوں سے آگاہ تھے۔ ماضی سے حال تک تاریخ ایسے بہت سے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ زمانہ غیبت کے بزرگترین دانشور بہت سی علمی غلطیوں میں مبتلا تھے۔ ارسطو اور ارسطو سے پہلے اور بعد میں آج تک بہت سے دانشوروں نے تاریخ کے صفحات میں نہ بھولنے والی غلطیاں رقم کی ہیں۔

کس کی پیروی کریں؟

کیا انسان ایسے دانشوروں کی پیروی کر سکتا ہے کہ جو خیانت کار ہوں اور جو دنیا کے ستمگروں اور ظالموں کے خدمتگار ہوں؟

کیا مغرب کی تبلیغات سے دھوکا کھا کر ان کی مشینی زندگی پر فریفتہ ہونا صحیح ہے؟

قدیم الایام سے دنیا کے جابروں، ظالموں اور ستمگروں نے خدا کے پیغمبروں کی مخالفت کی اور لوگوں کو ان کی پیروی سے منع کیا۔ رسول اکرمؐ کے زمانہ رسالت اور خاندان اہلبیت علیہم السلام کے زمانہ

امامت میں کائنات اور تاریخ کے شریر ترین گروہ خاندان نبوت علیہم السلام کی مخالفت کے لئے اٹھا۔جس نے لوگوں کو خاندان عصمت علیہم السلام سے دور کیا اور لوگوں کو رسول اکرمؐ کے فرمودات لکھنے سے منع کر کے باب علم کو بند کرنے سے جاہلیت کے زمانے کو تداوم دیا۔

انہوں نے لوگوں کو علم نبوت کے چشمہ سے سیراب نہ ہونے دیا اور اس چیز کی بھی اجازت نہ دی کہ دنیا میں علم و دانش فروغ پائے لیکن پھر بھی ان بزرگوں ہستیوں نے علم و دانش کے اسرار اپنے خاص اصحاب کو تعلیم فرمائے۔

کیا انسان کو کسی ایسے رہبر کی پیروی کرنی چاہیئے کہ جس کے سامنے کائنات کے تمام اسرار آشکار ہوں اور جسے دنیا کی تمام موجودات کا علم ہو یا کسی ایسے دانشور کی پیروی کرنی چاہیئے کہ جو خود اپنے جہل و عجز کا اعتراف کرے اور اپنے علم کو اپنے مجہولات کے سامنے بہت کم سمجھے؟ مثال کے طور پر ''اسحاق نیوٹن'' کہ جسے دنیا کے بزرگ دانشوروں میں شمار کیا جاتا ہے، وہ اس بارے میں کہتا ہے:

مجھے نہیں معلوم کہ میں دنیا کی نظروں میں کیا ہوں؟ لیکن جب میں آنکھوں سے خود کو دیکھوں تو میں ایک ایسے بچے کی مانند ہوں کہ جو ساحل سمندر پر کھیل کود میں مشغول ہو اور خوبصورت سنگریزوں کو دوسرے سنگریزوں اور صدف کو دوسرے کوہر سے تمیز دینے میں مصروف ہو لیکن حقیقت کے اقیانوس میں ہر طرف بے کرانی وطغیانی ہے[1]۔

یہ اعتراف ایک حقیقت ہے۔جو نہ صرف نیوٹن بلکہ اس جیسے ہر فرد پر صادق آتا ہے۔البتہ بہت سے افراد بہت سعی و کوشش اور جستجو سے خوبصوت اور نایاب صدف کے حصول میں کامیاب ہوئے ہیں۔لیکن ہمارا سوال یہ ہے:

کیا انسان کو کھیل کود میں مصروف بچے کی پیروی کرنی چاہیئے یا کسی ایسے کو تلاش کو کرنا چاہیئے کہ جو دنیا کی خلقت کے اسرار سے آشنا ہو؟ یہ واضحات میں سے ہے کہ راہ سے بھٹک جانا گمراہی کا سبب

---

[1] فخر نظم عمل: ۹۳

بنتا ہے اور گمراہی کا نتیجہ تباہی و بربادی ہے۔[۱]

ارسطو، کپر نیک اور بطلمیوس کی خطائیں

اب ہم علم میں وارد ہونے والے اشتباہات کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

ارسطو کا نظریہ تھا کہ سورج مکمل دائرے کی صورت میں زمین کے گرد گھومتا ہے۔ کپر نیک کا خیال تھا کہ زمین ایک مکمل مدار کی صورت میں سورج کے گرد گھومتی ہے۔ ان دونوں میں تضاد ہے لہذا یہ نہیں ہوسکتا کہ دونوں کے نظریات ٹھیک ہوں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ دونوں کے نظریات غلط تھے کیونکہ زمین کا مدار کول نہیں بیضوی ہے[۲]۔

اب یہ حقیقت جاننا ضروری ہے کہ ''ارسطو'' مشہور مشائی حکیم اور اس کے پانچ صدیوں بعد آنے والے بطلمیوس نے تین سو سال قبل مسیح پندرہ صدیاں بعد تک مجموعاً اٹھارہ سو سال علم نجوم کو پیچھے دھکیل ڈالا۔ ارسطو نے بشریت کو اٹھارہ صدیاں جہالت کے اندھیرے میں رکھا انسان خود کو تو اس ظلمت کدہ سے نجات نہ دے سکا لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ بشر کی علمی ترقی ارسطو کی وجہ سے اٹھارہ صدیاں رکی رہی۔

علوم زنجیر کی کڑیوں کی طرح ہیں جن کی ایک کڑی دوسرے سے ملی ہوتی ہے۔ ایک علم دوسرے علم کی پیدائش کا سبب ہوتا ہے۔ زمین اور دوسرے سیاروں کا سورج کے گرد گردش کرنے میں انسان کے جہل کی وجہ سے اٹھارہ صدیوں تک علم کے دروازے بند ہو گئے جس کا سبب ارسطو تھا اس وقت ارسطو لوگوں میں اس حد تک مقبول ہو چکا تھا کہ کوئی اس کے نظرئے کو رد نہیں کرتا تھا۔ کوئی اس کے بطلان کو ثابت نہیں کرتا تھا۔ اقوام عالم کے ذہن میں دو چیزوں نے ارسطو کے نظرئے کو تقویت دی۔ ایک یہ کہ ارسطو کے پانچ صدیاں بعد آنے والے مصر کے مشہور جغرافیہ دان بطلمیوس نے بھی اس کے

۱۔ علم با بخردی: ۱۰۳

۲۔ مغز متفکر جہان شیعہ ۳۰۲

نظریہ کی تائید کی اور ستاروں کی حرکت کے لئے ایک رائے قائم کی کہ سیارے کچھ چیزوں کے گرد گردش کرتے ہیں کہ جو خود بھی متحرک ہیں اور وہ چیزیں زمین کے گرد گردش کرتی ہیں۔لیکن زمین متحرک نہیں بلکہ ساکن ہے۔یعنی بطلمیوس نے سیاروں کی گردش کو زمین کے گرد دو طرح سے ثابت کیا اور کہا کہ وہ کچھ چیزوں کے گرد گھومتے ہیں کہ جو زمین کے اطراف میں ہیں۔ارسطو کے نظرئے کو تقویت دینے کا دوسرا سبب یہ تھا کہ یورپ کے مسیحی کلیسا، ارسطو کے نظریات کو صحیح تسلیم کرتے تھے اور انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ زمین کی حرکت کے بارے میں ارسطو نے جو کچھ کہا وہ سب صحیح ہے۔کیونکہ اگر کائنات کا مرکز یعنی زمین ساکن نہ ہوتی تو خدا کا بیٹا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اس میں ہرگز ظہور نہ کرتا۔

پوزیدونیوس کا اشتباہ

پوزیدونیوس ایک فلسفی تھا جو سو سال قبل مسیح میں مغربی اسپین میں ایک گروہ کی قیادت کرتا تھا۔وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ غروب کے وقت جب بھی سورج بحر اوقیانوس میں غروب ہوتا ہے تو کیا اس میں "فیش" کی آواز پیدا ہوتی ہے[۲]۔

ارشمیدس کا اشتباہ

ارشمیدس کہتا تھا کہ دس کے عدد کو تریسٹھ بار خود اس سے ضرب دیں تو اس سے دنیا میں موجود ذرّات کی تعداد حاصل ہو جائے گی۔ذرّات کے بارے میں ارشمیدس کا نظریہ تھا کہ ذرّہ، مادہ کا سب سے چھوٹا جزء ہے کہ جو دو حصوں میں تقسیم کے قابل نہیں ہے۔اس لئے وہ اسے جزء لا تجزی کہتا تھا[۳]۔

۱۔مغز متفکر جہان شیعہ:۳۰۳

۲۔جہان در ۵۰۰ سال آیندہ:۲۴۰

۳۔مغز متفکر جہان شیعہ:۳۶۷

ادینگٹون کی غلطی

یہ برطانیہ کا مشہور ماہر طبعیات تھا۔جو۱۹۴۴ء میں فوت ہوا۔اس نے گزشتہ صدی کے آغاز اور اپنے جوانی کے عالم میں کہا تھا کہ اسّی بار اسی عدد کو خود اس سے ضرب دینے سے دنیا میں موجود ایٹم کی تعداد حاصل ہو جائے گی۔جس دن اس نے ریاضی کے اس فارمولا کی مدد سے دنیا میں موجود ایٹم کی تعداد کا حساب لگایا،اس وقت منجمین کا عقیدہ تھا کہ کہکشاؤں کی تعداد تقریباً ایک ملین کے قریب ہے۔

آئن اسٹائن کی خطا

اس کا نظریہ تھا کہ دنیا میں کسی چیز کی سرعت نور سے زیادہ نہیں ہوسکتی یعنی کائنات میں سب سے تیز چیز نور ہے۔اب یہ ثابت ہوا ہے کہ ایک ایسی چیز بھی موجود ہے کہ جس کا نام ''تاخنون'' ہے اور جس کی سرعت نور سے بھی زیادہ ہے۔اگر آئن اسٹائن کا نظریہ صحیح ہوتا تو انسان کو آئندہ زمانے میں بہت سے خلائی سفر سے ناامید ہونا پڑے گا۔

علاوہ ازیں: روایات اور خاندان نبوت علیہم السلام کے فرمودات کے مطابق ملائکہ جیسے جبرئیل عرش اور کہکشاؤں سے آگے زمین تک ایک لمحہ سے بھی کم مدّت میں سیر کرتے ہیں۔آئن اسٹائن اور اس جیسے دوسرے افراد خاندان نبوت علیہم السلام کے علمی معارف سے دوری کی وجہ سے ان حقائق سے آگاہ نہیں ہیں۔

''زومرفلد'' نے تھیوری بنائی کہ ایسے ذرات بھی موجود ہیں کہ جن کی سرعت نور سے بھی زیادہ ہے کہ جس میں یہ خصوصیت ہے کہ ان کی انرجی جتنی کم ہوتی چلی جائے،اس کی سرعت میں اتنا ہی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔آئن اسٹائن کی تھیوری زومزفلڈ کے اس حیران کن مفروضہ کے برخلاف تھی۔ حیرت انگیز اور اثبات نہ ہونے والی تھیوری اگر ایک بار علمی میدان میں آجائے تو وہ اپنی کشش نہیں

۱۔مغز متفکر جہان شیعہ:۳۶۷

کھوتی بلکہ مدّتوں موردِتوجہ رہتی ہے۔موجودہ صدی کے آغاز میں زومر فلد نے جس دن سے اپنی تھیوری پیش کی،اسی دن سے اب تک فزکس کے متعدد دانشوروں نے نور سے بھی زیادی تیز ذرّات کے بارے میں مطالعہ وتحقیق شروع کی۔لیکن ۱۹۶۷ء میں بالآخر امریکہ کی کلمبیا یونیورسٹی کے فزکس کے پروفیسر ''جرالڈفینبرگ'' نے ایک رسالہ کے ذریعہ نور سے بھی زیادہ تیز حرکت کرنے والے ذرّات کے بارے میں بحث کا نیا باب کھولا۔جرالڈفینبرگ نے ان ذرّات کے لئے ایک نام کا بھی انتخاب کیااوراسے ''تاخنون''(Tachionen) کا نام دیا۔

یہ یونانی زبان کےلفظ تاخیس (TACHYS) سے مأخوذ ہے کہ جس کے معنی تیز اور سریع کے ہیں۔ایک بار پھر فزکس کے ماہرین نے آواز اٹھائی کہ آئن اسٹائن کی تھیوری کی بنیاد پر کوئی چیز نور سے زیادہ تیز حرکت نہیں کرسکتی۔لیکن فزکس میں ایٹم کے بارے میں تحقیق کرنے والے بعض ماہرین اب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ نور سے بھی زیادہ تیز ذرّات موجود ہیں۔لیکن آئن اسٹائن کے بعض طرفداروں نے ان کی توجیہات پر اعتراض کئے ہیں۔

آئن اسٹائن کا دوسرا اشتباہ

آئن اسٹائن کا نظریہ تھا کہ دنیا اس قدر وسیع ہے کہ اس کی چوڑائی تین ارب نوری سالوں میں بھی طے نہیں کرسکتے۔حالانکہ ۱۹۶۳ء میں ''کوآزر'' کشف ہوا کہ جسے دیکھ کر ماہرین فلکیات متزلزل ہوگئے۔جب ٹیلی اسکوپ کے ذریعہ ایک ''کوآزر'' کو دیکھا تو انہوں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر پکڑ لئے کہ کہیں ان کا بھیجا ان کے سر سے نہ گر پڑے اور وہ پاگل نہ ہوجائیں۔اس ''کوآزر'' کا زمین سے فاصلہ نو ارب نوری سال تھا۔حالانکہ آئن اسٹائن نے کہا تھا کہ دنیا کی وسعت اور اس کی چوڑائی تینا رب نوری سال سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔خلاء کی وسعت کا حساب لگانے کے لئے (جسے طے کرنے کے لئے نور کو نو ہزار ملین سال درکار ہوں) یہ فکر کرنا کافی ہے کہ نور ہر سال ۹۵۰۰ ارب

کلومیٹر طے کرتا ہے اور ۹۵۰۰ کلومیٹر کو نو ارب سال سے ضرب دیں تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ کوآزر اور زمین کے درمیان کتنا فاصلہ تھا۔اس فاصلہ کو تو چھوڑیں کہ جس کے تجسّم پر عقل قادر نہیں ہے۔جس نے علماء نجوم اور ماہرین فلکیات کی عقل کو ہلا کر رکھ دیا۔وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ کوآزر میں کس قسم کی انرجی موجود ہے کہ جس سے ایسا نور وجود میں آتا ہے[۱]۔

ان مطالب پر توجہ کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ زمین کی چوڑائی کے بارے میں آئن اسٹائن کا نظریہ غلط تھا۔اب جب کہ آئن اسٹائن کے بارے میں بات ہو رہی ہے۔لہذا یہ کہنا مناسب ہے کہ وہ ایک جرمن یہودی تھا کہ جس نے اپنی ملّت کے ساتھ ایسی خیانت کی کہ جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔اس نے امریکہ کو پیشکش کی کہ وہ ایٹم بم بنانے میں جرمنی سے پہل کرے۔

۱۹۳۲ء میں ہٹلر کو اقتدار و قدرت ملی اس وقت آئن اسٹائن امریکہ میں تھا اور اس نے اعلان کیا کہ وہ جرمنی واپس نہیں جانا چاہتا۔لہذا جرمن فوجیوں نے اس کے گھر کو توڑ دیا اور اس کے بینک اکاؤنٹ منجمد کر دیئے۔برلین کے ایک اخبار میں یہ مقالہ لکھا گیا جس کا عنوان تھا:

''ایک اچھی خبر! آئن اسٹائن واپس نہیں آئے گا''

آئن اسٹائن نے اس خوف سے کہ کہیں جرمن سائنس دان ایٹم بم نہ بنالیں۔لہذا اس نے امریکہ کو پیشکش کی کہ وہ ایٹم بم بنانے میں جرمنی سے سبقت لے۔حالانکہ پہلے بم دھماکے سے پہلے وہ لوگوں کو اس بم کے خطرات سے آگاہ کرتا تھا۔اس نے اقوام متحدہ سے درخواست کی تھی کہ وہ ایٹمی ہتھیاروں پر قابو پانے کی کوشش کرے[۲]۔

شاید وہ اپنے ملک اور ملّت سے کی گئی خیانت کی وجہ سے اپنی زندگی پر پشیمان تھا۔اپنھائمر، آئن اسٹائن کے قریبی دوستوں میں سے تھا۔یونیسکو کی جانب سے آئن اسٹائن کی دسویں برسی کی

۱۔مغز متفکر جہان شیعہ:۳۶۲

۲۔ماہنامہ اطلاعات علمی سال ۱۹شمارہ ۳دی ماہ ۱۳۸۳

مناسبت سے منعقدہ اجلاس میں ''اپنھائمر'' نے کہا:

آئن اسٹائن اپنی زندگی کے آخری ایّام میں مأیوس اور جنگوں سے پریشان تھا اور اس نے کہا تھا کہ اگر مجھے دوبارہ زندگی ملے تو میں ایک معمولی الیکٹرک میکینک بننے کو ترجیح دوں گا۔

دوسرے قول کے مطابق وہ ایک موچی ہونے کو ترجیح دیتا۔لوگ جاپان کے شہر ہیروشیما میں ہونے والے جاپانیوں کے قتل کو فراموش نہیں کر سکتے وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اس واقعہ میں ایک ماہر فزکس دان کا فارمولا کارفرما تھا۔ان کے لئے یہ مہم نہیں تھا کہ یہ خبر سننے کے بعد اس فزکس دان نے آٹھ دن تک خود کو کمرے میں بند کرلیا تھا اور گریہ کرتا تھا اور یہ سوچتا تھا کہ اگر وہ دوبارہ جنم لے تو یہ تھیوری اور فارمولا نہیں بناؤں گا اور ایک موچی بننے کو ترجیح دوں گا۔

آئن اسٹائن کا ایک اور واقعہ

کلمبیا کی یونیورسٹی کے فزکس کے دو پروفیسروں نے روزولٹ کو خط لکھا، جس کا خلاصہ یوں تھا:

ایک ایسی چیز موجود ہے کہ جس کا نام ایٹمی توانائی ہے جرمن سائنسدان بھی اس پر کام کر رہے ہیں یہ ایک طاقتور اسلحہ ہے۔صدر کو اس بارے میں سوچنا چاہیئے کہ اس بارے میں کیا کیا جائے؟

فزکس کے ان دونوں پروفیسروں کو معلوم تھا کہ صدر مملکت ایٹمی توانائی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا لیکن وہاں کوئی ایسا بھی موجود تھا کہ جو ایٹمی توانائی سے بخوبی واقف تھا اور صدر بھی اس کی بات مانتا تھا۔روزولٹ پہلے اس کی تلاش میں گئے۔آئن اسٹائن کے لئے یہ بہت دکھ کی بات تھی کہ ایک مدّت تک صلح کا طرفدار رہونے کے باوجود ایسا کام کرنے کے لئے دستخط کرے لیکن اس نے یہ کام کیا اور جب تک زندہ رہا اسی بات پر پشیمان رہا کہ اس نے صرف ایک بٹن دبا دیا[۲]۔

۱۔مقدمہ روانشناسی ضمیر ناخودآگاہ:۸۷،علم وتکنیک سے نقل:۲۹

۲۔آئن اسٹائن:۲۵

آئن اسٹائن کے اعتراف اور اس کا اپنے ماضی پر پشیمان ہونے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر چہ دنیا کا ایک بہترین اور نامور دانشور تھا، لیکن وہ علم کی راہ میں اپنی ملت سے کی گئی خیانت سے بھی آگاہ تھا۔

علم و دانش سوداگروں کا آلہ کار

شک وشبہ کے بغیر علم و دانش ایک ایسا چراغ ہے کہ جس کا نور انسانوں پر پڑنا چاہیئے تا کہ یہ ان کے لئے راہ روشن کر سکے نہ کہ یہ دنیا کے ظالموں اور ستمگروں کے لئے آلہ کار بنے اور کوئی گروہ اس کے ذریعہ خیانت کرے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ تاریخ اس چیز کی گواہ ہے کہ مختلف شعبوں میں علم و حکمت سے سوء استفادہ کیا گیا اور اسے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

دانشور اور دانشوروں کی مانند لگنے والے افراد نے دانستہ اور نادانستہ طور پر علم سے غلط استفادہ کیا یا جہل کی تاریکی کو لوگوں کے سامنے علم کے نور سے متعارف کروایا۔ اس کام سے لوگوں کا علم و دانش سے ناامید ہونا واضح تھا۔ انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ دانشور دنیا میں آئیڈیل حکومت قائم نہیں کر سکتے اور اسی طرح دنیا کو مدینہ فاضلہ میں تبدیل نہیں کر سکتے۔

علم کی محدودیت

لوگوں کا علم سے ناامید ہونے کا دوسرا سبب علم کی محدودیت ہے۔

اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

" وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلاَّ قَلِيلاً "[1]

جب تک انسان کا دماغ مکمل طور پر فعال نہ ہو اور ذہین ترین فرد بھی دماغ کے کچھ حصہ سے

۱۔ سورۂ اسراء: آیت ۸۵

استفادہ کرے تو انسان کس طرح دنیا کے اسرار و رموز کو سمجھ سکتا ہے؟ خاندان نبوت علیہم السلام کے فرمودات میں اس حقیقت کی تصریح ہوئی ہے۔لیکن مغرب اب کہیں جا کر اس سے آگاہ ہوا ہے۔ جب تک زمانہ غیبت جاری رہے اور بشر عقلی تکامل تک نہ پہنچے اور دماغ مکمل طور پر فعّال نہ ہو، تب تک علم کی محدودیت بھی باقی رہے گی۔اس بیان کی روشنی میں محدود علم کس طرح مجہول مطالب اور مشکلات کا جواب دے سکتا ہے؟ وہ کس طرح تاریک دنیا کو مدینہ فاضلہ میں تبدیل کرسکتا ہے؟

اگر علم مشکلات اور مجہول مطالب کا جواب دینے ہی سے قاصر ہو تو پھر معاشرے میں بہت سے سوال بغیر جواب کے باقی رہ جائیں گے۔لیکن لوگ اس امر کو جان گئے ہیں کہ علم مشکلات کا حل نہیں ہے۔بہت سے دانشوروں نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ہم یہاں ان میں سے چند ایک کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

۱۔علم کی حدود مشخص ہیں۔یہ ہمیں اشیاء کی کیفیت کے بارے میں نہیں بتا سکتا۔علم ہم سے کہتا ہے کہ زمین کس طرح سورج کے گرد گردش کرتی ہے انسان کس طرح پیدا ہوتے اور مرتے ہیں۔لیکن یہ کیوں کا جواب نہیں دے سکتا[۱]۔

علم دنیا مشکلات حل نہیں کرسکتا

۲۔مختلف قوانین کو حاصل کرنے کے لئے عالم مادّہ میں حاکم مقیاس اور پیمانے (جیسے سیکنڈ، سینٹی میٹر، گرام وغیرہ) حقیقت روح، جاذبہ، نفس، روح، عقل اور ان جیسے دوسرے اسباب کو درک کرنے کے لئے استعمال نہیں کئے جاسکتے۔اس بناء پر ماہرین طبعیات کے نزدیک قوّت جاذبہ کی حقیقت مجہول ہے۔اسی طرح الیکٹریسٹی، مقناطیس یا توانائی (چاہے وہ ایٹمی ہو یا حرکتی یا الیکٹرک) کی حقیقت بھی مجہول ہے۔فزکس کے ماہرین اعتراف کرتے ہیں کہ وہ ہر غیر عادی امر کی حقیقت کو سمجھنے

۱۔علم شبہ علم و علم دروغین: ۴۵

سے عاجز ہیں حتی کہ وہ حقیقت مادہ کو نہ سمجھنے کا بھی اعتراف کرتے ہیں۔ کیونکہ مادہ کی اصل ایٹم کی طرف ہے اور ایٹم پروٹان، نیوٹران اور ایک دوسری قوّت کے مجموعہ کا نام ہے کہ جدید علم ہمیشہ اس کی شناخت سے عاجز رہا ہے[1]۔

۳۔ علم طبعیات اب تک اس سوال کا جواب نہیں دے سکا کہ ہمارے چراغ کا نور جو کہ انرجی ہے، وہ کس طرح مادّہ میں تبدیل ہو جاتی ہے؟ اگر فزکس کے علم کو اس سوال کا جواب مل جائے تو ایک ہی لمحہ میں کئی سال کا علمی سفر طے ہو جائے۔ چونکہ فزکس میں سر الاسرار یہی چیز ہے۔ خلقت کا عظیم راز بھی اس سوال کے جواب میں مخفی ہے کہ توانائی کس طرح مادّہ میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ مادّہ کا توانائی میں تبدیل ہونا ہماری نظر میں عادی ہے۔ ہم روز و شب کارخانوں، جہازوں، کشتیوں، گاڑیوں، گھروں حتی کہ اپنے بدن میں بھی مادہ کو توانائی میں تبدیل کرتے ہیں لیکن آج تک کوئی مادہ کو انرجی میں تبدیل نہیں کر سکا۔ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ دنیا میں توانائی کس طرح مادہ میں تبدیل ہوتی ہے[2]۔

۴۔ ہم چھبیس صدیوں کے بعد ''علم طبعیات اور مابعد طبعیات'' کی تمام ترقی کے باوجود فزیکل اور جسمانی لحاظ سے مبداء دنیا کے بارے میں چھ سو سال قبل مسیح میں یونان کے فلسفی کے نظرئے کی حدود سے باہر نہیں نکل سکے۔ ہائیڈروجن ایٹم کے عناصر میں سب سے ہلکا عنصر ہے۔ جس میں ایک الیکٹران اور دوسرا پروٹان ہے۔ الیکٹران، پروٹان کے گرد گردش کرتے ہیں لیکن اب تک فزکس کے کسی بھی نظرئے نے اس کے علمی قانون کو کشف نہیں کیا۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ کیا پہلے پروٹان وجود میں آیا تھا یا الیکٹران، یا یہ دونوں ایک ساتھ وجود میں آئے تھے کہ جن میں سے ایک بجلی کی مثبت اور دوسرا منفی توانائی رکھتا تھا؟

۱۔ راہ تکامل: ۸۹/۵

۲۔ مغز متفکر جہان شیعہ: ۳۴۴

اکیسویں صدی سے آج تک اس بارے میں جو کچھ کہا گیا، وہ صرف ایک تھیوری ہے۔ ہم مبدأ دنیا کی شناسائی کے لحاظ سے "آناگزیمانسر" کے دور کے یونانی لوگوں سے زیادہ نہیں جانتے[1]۔

گزشتہ مطالب پر توجہ کرنے کے بعد اب ہم چند اہم نکات بیان کرتے ہیں۔

۱: مختلف علوم ایک دوسرے سے بے ربط نہیں ہیں۔ علم کے کسی ایک شعبہ میں غلطی نہ صرف علمی ترقی میں ٹھراؤ کا سبب بنتی ہے بلکہ علوم کے دیگر شعبوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے کہ جو اس علم سے مربوط ہیں۔

۲۔ غیبت کے زمانے میں بعض دانشور اور اسی طرح اس زمانے سے قبل بھی بعض دانشور اپنے شاگردوں اور عوام کے درمیان نفوذ کر چکے تھے ان کے شاگرد ان کی عظمت اور شخصیت کی وجہ سے ان کے نظریات کو دل و جان سے قبول کرتے تھے۔ نسل در نسل ایسا ہی ہوتا رہا۔ شخصیت کا لحاظ کرتے ہوئے شاگرد پہلے شخص کے نظریات کو قبول کرتے اور اسی کو ادامہ دیتے۔ کبھی استاد کی شخصیت کا لحاظ اس قدر زیادہ ہوتا کہ اگر کسی کو استاد کی غلطی کا علم بھی ہوتا تو اس میں اظہار کی جرأت نہ ہوتی کہ کہیں دوسرے اس کی مخالفت و سرزنش نہ کریں اور کہیں بے جا جنجال کھڑا نہ ہو جائے کہ جس سے اس کی آبرو ریزی ہو۔ یوں وہ اپنے صحیح افکار کا اظہار کرنے سے ڈرتے اور اس کا اظہار نہ کرتے۔ طول تاریخ میں ایسے بہت سے واقعات موجود ہیں۔

۳۔ کبھی بعض تحریف شدہ مذاہب بے بنیاد نظریات اور علوم کی طرفداری اور پشتبانی کرتے اور لوگوں میں اپنے نفوذ کی وجہ سے دوسروں سے غلط عقائد کی مخالفت کرنے کی جرأت سلب کر لیتے۔ جیسے کلیسا کی ارسطو کے نظریہ کی حمایت کرنا۔ ایسے موارد میں تحریف شدہ دین اور دانش خیالی نسل در نسل چلتی رہتی ہے جو معاشرے کو ترقی و حقیقت سے دور کرنے کا سبب بنتی ہے۔

۴۔ دانشوروں کی غلطیاں، اشتباہات اور ظالموں کا علم سے سوء استفادہ کرنا اور علم کی محدودیت جیسے موانع کی وجہ سے علم دنیا کو آئیڈیل معاشرہ اور مدینہ فاضلہ نہیں بنا سکا۔

---

[1] مغز متفکر جہان شیعہ: ۱۱۲

۵۔ظہور کے بابرکت زمانے میں کہ جب تمام دنیا میں علم وحکمت اور دانش کا چرچا ہوگا۔سب صحیح علم کے چشمہ سے سیراب ہوں گے تب نہ صرف دانش خیالی کے اظہار کی کوئی جگہ باقی نہیں رہے گی بلکہ دنیا کے واحد دین اور حکومت سے دنیا کے تمام لوگ حقیقی، سچے مکتب اور تشیع کی تعلیمات کے زیر سایہ زندگی گزاریں گے۔پھر باطل اور تحریف شدہ مکتب کا نام ونشان مٹ جائے گا۔اس وقت سب لوگ گزشتہ لوگوں کی غلطیوں سے آگاہ ہوجائیں گے۔اس بابرکت اور مبارک دن کی آمد پر صحیح علم ودانش کے تابناک انوار کی وجہ سے نور سے فرار کرنے والے چمگادڑوں کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں بچے گی۔

آٹھواں باب:

خلائی سفر

آٹھواں باب

خلائی سفر

ظہور کے ترقی یافتہ زمانے میں خلائی سفر کے بارے میں بہت بہترین اور دلچسپ بحث ہے۔ قرآن اور خاندان عصمت وطہارت علیہم السلام کے فرامین میں خلائی سفر کے بارے میں بہت اہم نکات اور اشارات موجود ہیں۔ظہور کے زمانے میں آسمانوں اور عالم ہستی کی فضاؤں میں اوج لینے سے پہلے زمانہ ظہور میں خلائی سفر کی اہمیت کو آشکار کرنے کے لئے کہکشاؤں، سحاب اور آسمان کی وسیع فضا کے بارے میں اہم نکات بیان کرنا ضروری ہے تا کہ ظہور کے زمانے میں خلائی سفر کی اہمیت سے آگاہ ہوسکیں اور یہ جان سکیں کہ علمی تکامل اور پیشرفت کے زمانے میں انسان کو نصیب ہونے والا خلائی سفر بہت عجیب ہوگا۔

یہ جاننا بھی بہت ضروری ہے کہ آج استعماری ممالک عصر خلاء یا تسخیر خلاء کے عنوان سے جو کچھ بیان کر رہے ہیں وہ دنیا کی عظمت کو اَن دیکھا کرنے کے مترادف ہے۔میرے خیال میں سٹمگر ممالک چاند پر ہوٹل میں کمرہ بک کروانے کے سلسلہ میں جو تبلیغات کر رہے ہیں یا جو خلاء کو تسخیر کرنے کا نعرہ لگا رہے ہیں، ان میں سے زیادہ تر دنیا والوں کے دماغ پر اپنی برتری ثابت کرنے، خودنمائی اور دنیا کے لوگوں کے افکار پر تسلط جمانے کے لئے ہے۔وہ جانتے ہیں کہ دنیا اس قدر عظیم اور وسیع ہے کہ مادّہ سے بڑھ کر کوئی اور قدرت ہی اس تک رسائی حاصل کرسکتی ہے۔کیا چاند پر پہنچنا خلاء کو تسخیر کرنا ہے؟

کرۂ زمین ایک قدرت کے ماتحت

ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس سے ممکن ہے کہ بعض قارئین کرام حیران ہوں اور اس بات کا یقین نہ کریں۔ لہٰذا ہم اس مطلب کی وضاحت کے لئے اس نکتہ کا اضافہ کرتے ہیں:

غیبت کے زمانے میں امام زمانہ علیہ السلام کے غیبی جلوے اس قدر ہیں کہ بڑے بڑے ممالک بخوبی جانتے ہیں کہ مافوق طبیعت کوئی قدرت موجود ہے، جو ان کے رفتار و کردار کی مراقب ہے۔ دنیا میں جاسوس ایجنسیاں جیسے مافیا سیا اور اسی طرح بڑے ممالک کی ایجنسیاں جانتی ہیں کہ ایک بزرگ مادی قدرت ان کے اعمال کو دیکھ رہی ہے۔ ان میں سے بہت سے افراد نے اس حقیقت کا اعتراف بھی کیا ہے۔ اب آپ اس مطلب پر توجہ کریں:

حیرت انگیز طور پر وجود میں آنے والی اشیاء کے بارے میں تحقیق کرنے والے دانشوروں اور محققین کو یقین ہے کہ زمین کا نظام کسی قدرت کے زیر نگرانی اور ایک منظّم سسٹم کے تحت چل رہا ہے۔ وہ ایسی قوّت ہے کہ جس کی ماہیت اب تک ہم پر واضح نہیں ہے۔ یہ دنیا اسی کے زیر نظر ہے۔ بہت سے سرکاری اور غیر سرکاری دانشوروں نے اس نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے[1]۔

یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ بڑے بڑے ممالک یہجان چکے ہیں کہ نہ صرف تمدّنی ترقی اور پیشرفتہ علم تک پہنچنے کے لئے بلکہ کہکشاؤں اور فضاؤں تک رسائی حاصل کرنے کیلئے بھی مافوق طبیعت اور مادّہ سے بڑھ کر کسی اور قدرت کی ضرورت ہے۔ صرف اسی صورت میں پہنچ سے دور ستاروں، نورانی خلاء اور کہکشاؤں تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں اور اسی صورت میں زمین پر علم و تمدن کی پیشرفت اور تکامل ممکن ہو سکتا ہے۔ اسی لئے انہوں نے عالم غیب تک پہنچنے کی کوششیں کیں اور اس کے لئے انہوں نے اپنے معروف ترین ماہرین جیسے آئن اسٹائن اور ڈاکٹر جساپ سے مدد طلب کی۔

۱۔ عجیب تر از رویا: ۳۵۶

لیکن چونکہ وہ شہر علم میں داخل ہونے کے لئے بھٹکے اور راہ سے گمراہ لوگوں سے مدد مانگ رہے تھے لہذا آئن اسٹائن اور ڈاکٹر جساپ نے انہیں جو برنامہ فراہم کیا، انہیں اس میں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔اس برنامہ میں جن افراد کو مأمور کیا گیا، وہ یا تو پاگل ہو گئے یا پھر چل بسے۔آئن اسٹائن نے اس کام سے ہاتھ کھینچ لیا اور ''ڈاکٹر جساپ'' کسی کے ہاتھوں پراسرار طور پر مارا گیا۔ظہور کے پیشرفتہ زمانے میں آسمانوں تک رسائی کے عظیم مسئلہ کے لئے خلاء اور آسمانوں کی وسعت اور کائنات کی عظمت پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

کہکشاں

زمین ایک سیارہ ہے کہ جو دوسرے سیاروں کی طرح سورج کے گرد گھومتی ہے۔اس کا قطر ۱۲۷۵۰ کلومیٹر ہے اور یہ سورج سے ۱۵۰ ملین کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے اب تک نو سیاروں کی شناخت ہو چکی ہے۔سورج اور اس کے سیارات مل کر منظومہ شمسی تشکیل دیتے ہیں۔منظومہ شمسی میں تمام سیاروں کی حرکت کو اپنے تحت قرار دیتا ہے اور وہ مختلف سرعت سے اپنے اپنے مدار مین گردش کرتے ہیں۔مدار ایسے خط کا نام ہے کہ جس میں ہر سیارہ سورج کے گرد گھومتا ہے۔منظومہ شمسی میں سیارات سورج سے روشنی اور حرارت لیتے ہیں سورج زمین سے ایک ملین گنا بڑا ہے۔منظومہ شمسی کہکشاں کا چھوٹا سا حصہ ہے کہ جو ۸۰۰ ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ کی اسپیڈ سے ۲۳۰ ملین سال میں ایک بار اس کہکشاں کے مرکز کے گرد گھومتا ہے۔منظومہ شمسی کا سورج سے کہکشاں کے مرکز تک کا فاصلہ ۲۸ ہزار نوری سال ہے۔کہکشاں کئی ارب ستاروں سے تشکیل پاتا ہے جن میں سے ایک سورج ہے۔جو زرد ستارے میں شمار ہوتا ہے[۱]۔

یہ کہکشاں دیگر کروڑوں، اربوں کہکشاؤں کے مقابلے میں بادل کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے

۱: گفتگتی حامی کاوش جہان: ۲۳۰

کی مانند ہے۔ان کہکشاؤں کا مجموعہ ہماری دنیا تشکیل دیتا ہے۔اس دنیا کے کامل تصور کے لئے یہ جاننا کافی ہے کہ کہکشاؤں کی تعداد زمین پر موجود ساحلوں پر ریت کے ذرّات کے مجموعہ سے زیادہ ہے[۱]۔

سو بیلین دم دار ستارے

منظومہ شمسی کے گرد سو بیلین دم دار ستاروں سے تشکیل پانے والا وسیع ابر پھیلا ہوا ہے۔جسے اس کے دریافت کرنے والے،،یان آوٗرٹ،، کے نام سے ابر آوٗرٹ کا نام دیا گیا ہے۔خوش قسمتی سے ستاروں کا یہ جھرمٹ ہم سے بہت فاصلے پر واقع ہے۔سورج سے ان کی دوری تین ٹریلین کلومیٹر ہے۔بالفاظ دیگران کا سورج سے فاصلہ زمین کا سورج کے فاصلہ سے بیس ہزار گنا زیادہ ہے[۲]۔

دوسو پچاس بیلین سورج

کہکشاں کے نظام میں دوسو پچاس بیلین سورج موجود ہیں اگر اسے طے کرنا چاہیں تو اس کی لمبائی کو ایک بیلین کلومیٹر فی گھنٹہ کی سرعت سے طے کرنے کی صورت میں بھی ایک لاکھ سال درکار ہوں گے[۳]۔

کھربوں کہکشاں

کائنات میں کھربوں کہکشاں پھیلے ہوئے ہیں ایک کہکشاں کا قطر ایک لاکھ نوری سال کے برابر ہے جس میں سو کھرب سے زائد ستارے ہوتے ہیں۔کائنات کی خلاء اس قدر وسیع ہے کہ

۱۔دو ہزار رائشمند در جستجوی خدا:۱۳

۲۔جہان در ۵۰۰ سال آئندہ:۴۹۴

۳۔جہان در ۵۰۰ سال آئندہ:۵۲۰

اگر ستاروں، منظومہ اور کہکشاؤں کو تشکیل دینے والے عناصر کو اس خلاء سے مقائسہ کریں کہ جس میں کہکشاں ہیں تو یہ اس قدر ناچیز ہے کہ جن سے صرف نظر کیا جا سکتا ہے۔

اس نا قابل یقین وسعت کے مقابلہ میں ہمارے کہکشاں، منظومہ زمین کہ جس پر ہم زندگی بسر کر رہے ہیں، خود ہم اور ہمارے متعلق دوسری چیزیں۔ غالباً یہ سب ایمان میں اہمیت کی حامل ہیں جو بہت اضطراب کا باعث ہے۔ انہیں دیکھ کر خود پر طنز کرنے کو دل چاہتا ہے کہ اقیانوس کے سامنے ایک قطرے کی کیا اہمیت ہے!۔

دنیا میں تمدّن

''ڈاکٹر شپلی'' کا کہنا ہے کہ کائنات میں کم از کم سو بیلین مسکون سیارے موجود ہیں۔ ان میں سے اکثر کے رہائشی ہم سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر ماہرین فلکیات جیسے واکٹر اترا سٹرو، کارل ساگان، فرنیک اور کچھ دیگر دانشوروں نے ۱۹۶۱ء میں مغربی ورجینیا میں گرین بنک کے مقام پر ایک دوسرے سے ملاقات کی اور دہلا دینے والا نظریہ پیش کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اس وسیع وعریض کائنات میں چالیس سے پچاس ملین کرّات موجود ہیں کہ جن کے رہائشی کسی طریقہ سے ہم سے رابطہ کرنے یا زمین سے پیغام سننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ فرانس کے ایک دانشور ''موریس شاتلن'' (جو پہلے امریکہ میں خلائی امور کا ماہر تھا) نے تین بار ریڈیو علائم موصول کئے ہیں کہ جن کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ احتمالاً یہ علائم خلاء سے عاقل موجودات کی جانب سے بھیجی گئی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ دوسری دنیا بھی یہ کوشش کر رہی ہے کہ اس ذریعہ سے دوسرے سیاروں میں علم فلکیات کے دانشوروں کو اپنی موجودگی کا پتہ دے۔

دو روسی خلائی ماہرین ''تروتسکی اور کارداشف'' نے چند سال کی کوششوں سے چار ریڈیو مراکز

۱۔ نگاہی بہ سرنوشت جہان، انسان تا ریخ: ۲۷

میں خلاء سے بھیجی گئی یہ پراسرار علائم موصول کیں ۔یہ علائم کسی خلائی شٹل کے ذریعہ حاصل نہیں ہوئے ۔کیونکہ یہ پیغام خلاء میں پہلی شٹل بھیجنے سے پہلے کشف ہوئے تھے[۱]۔

اب تک اسی طرح سے ۱۱۳ پیغام اور ارتباطی وسائل کے ذریعہ دو ہزار سے زائد پیغام موصول ہو چکے ہیں ۔اس میں سے کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہے کہ خلاء دیگر کرّات اور دوسری دنیا سے پیغامات ارسال ہوئے ہیں ۔لیکن ابھی تک دقیق معلومات نہیں ہیں کہ ان پیغامات میں کیا کہا گیا ہے اور وہ کہاں سے بھیجے گئے ہیں ۔لیکن ممکن ہے کہ حکومتی ادارے ان اسرار سے واقف ہوں لیکن ان سے پردا نہ اٹھانا چاہتے ہوں[۲]۔

کہکشاؤں میں تمدّن

اس بناء پر آج کسی کو شک وشبہ نہیں ہے کہ کائنات میں زمین کے علاوہ دوسری دنیا میں بھی زندگی موجود ہے ۔جب گیارہ ماہر دانشور ۱۹۶۱ء میں مغربی ورجینیا میں گرین بنک کے مقام پر منعقدہ کانفرنس میں شرکت کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہونے لگے تو انہوں نے متفقہ طور پر قرار داد پیش کی کہ کچھ فارمولوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کہکشاں میں پچاس ملین سے زائد تمدّن اور ثقافتیں موجود ہیں ۔

ناسا کے ایک شعبہ کے سربراہ راجر آمک کوان نے ان نظریات کے مطابق جدید ترین خلائی پیشرفت کی ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کہکشاں میں فرہنگ وثقافت کی تعداد ۱۳۵ سے زائد ہو چکی ہے[۳]۔

۱۔گمشدگان شلٹ برمودا:۱۹۲

۲۔شقاب پرندہ:۲۱۲

۳۔بازگشت ستارگان:۴۰

دور حاضر میں خلائی سفر

کائنات کی کشادگی اور خلاء کی وسعت پر غور کرنے سے کیا چاند اور مریخ کے سفر کو خلاء تسخیر کرنے کا نام دے سکتے ہیں؟

دنیا کی استعماری طاقتیں اپنی ظالمانہ حکومتوں کو استحکام ودوام دینے کے لئے اور ان کی بقاء اور لوگوں پر اپنا منحوس سایہ برقرار کرنے اور دنیا کے لوگوں کا دل جیتنے کے لئے ان کے سامنے اپنے خلائی سفر کو ایسے پیش کرتے ہیں کہ جیسے انہوں نے کوئی بہت بڑا معرکہ سر کرلیا ہو یا کوئی غیر معمولی کام انجام دے دیا ہو۔یوں وہ اپنے منفی اور استعمارانہ اہداف دنیا پر لاگو کرتے ہیں اور دنیا والوں کے دلوں میں رعب ووحشت ایجاد کرتے ہیں تا کہ ان کے منفی برناموں کے سامنے سر تسلیم خم کرلیا جائے۔

حالانکہ ایسی صورت حال میں بھی وہ جانتے ہیں کہ خلائی سفر اور دور دراز ستاروں تک پہنچنے کے لئے ایسی قدرت سے بہرہ مند ہونا ضروری ہے کہ جو زمانے کی قید سے خارج ہو اور نور کی سرعت سے بھی زیادہ تیز ہو۔وہ خود بھی جانتے ہیں کہ جب پوری کائنات پر علم وحکمت کا غلبہ ہوگا اور بشر حقیقی و واقعی تکامل اور فرہنگ وتمدن تک پہنچ جائے گا تو وہ دور حاضر کی روش پر ہنسیں گے۔دلچسپ بات تو یہ ہے کہ اب نہ صرف دنیا کی استعماری طاقتیں اس حقیقت سے باخبر ہیں۔بلکہ وہ خود بھی صراحتاً یہ نکتہ بیان کرتے اور اس کا اعتراف کرتے ہیں۔اب ہم جو بیان کرنے جارہے ہیں،اس سے یہ مطلب بخوبی واضح ہوجائے گا۔

آج کا خلائی سفر بہت مہنگا ہے امریکہ کی خلائی شٹل اور روس کا خلائی اسٹیشن میر کا مصرف بہت زیادہ ہے۔کیونکہ خلابارں کو جس چیز کی بھی ضرورت ہو مثلاً کھانا پینا،آب وہوا وغیرہ،انہیں یہ سب کچھ زمین سے اپنے ہمراہ لے جانا پڑتا ہے۔اب ایک کلوگرام کو زمین سے خلاء میں منتقل کرنے کا خرچہ دس ہزار ڈالر ہے مثلاً ۱۹۹۳ء میں خلائی ٹیلی اسکوپ ہابل (Hubble) کو تعمیر کرنے میں پانچ سو ملین ڈالر کی لاگت آئی۔یہ ان اخراجات کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔آئندہ آنے والے ہماری

مدیریت کے ان برناموں پر ہنسیں گے[۱]۔

وہ بخوبی جانتے ہیں کہ خلائی سفر پر مصرف ہونے والے اتنے اخراجات کو دیکھ کر آئندہ نسلیں تعجب کریں گی۔اب خلائی سفر کے اخراجات کے بارے میں دو اور بیانات ملاحظہ کریں اور اس کے بعد ہم ایک اہم نکتہ بیان کریں گے:

امریکی حکومت نے ''آپولو۱۱'' کو چاند پر پہنچانے کے لئے پانچ ملین سے زیادہ خرچ کئے یہ اخراجات اس قدر زیادہ ہیں کہ جنہیں دیکھ کر انسان حیران ہو جاتا ہے۔

''آپولو'' کے سفر کا خرچہ ۱۹۹۱ء کی خلیج فارس کی جنگ سے زیادہ تھا۔کیونکہ اس وقت چاند کا اس سے زیادہ سستا سفر دریافت نہیں ہوا تھا۔تقریباً تمام صاحب نظر شدّت سے،آپولو، کے سفر کے نتائج کی امید کر رہے تھے۔میں نے خود بھی چاند پر پہنچنے کی خبر سننے کے بعد ڈیلی ٹیلی گراف میں بہت مقالات شائع کئے اور ان تمام میں چاند پر اسٹیشن ایجاد ہونے کے قریب الوقوع ہونے کی پیشگوئی کرتا حتی کہ چاند کے ہوٹل میں دو تختوں کے ایک کمرے میں رہائش کے لئے بھی نام درج کروایا[۲]۔

یہ جلد بازی میں اخذ کیا گیا نتیجہ تھا چاند کی سطح پر خلابازوں نے جو امور انجام دئے ہمیں ان کا بھی علم نہیں تھا۔ہمیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ چاند سے واپسی پر وہ خصوصی صنایع میں وارد ہو جائیں گے۔میں نے پہلے بھی ذکر کیا کہ امریکہ کی ہر خلائی شٹل کی پرواز کا خرچہ کئی سو ملین ڈالر ہے اور خلاء میں ایک کلوگرام کو منتقل کرنے کا خرچہ دس ہزار ڈالر ہے[۳]۔

۱۔جہان در ۵۰۰ سال آئندہ: ۴۲۶

۲۔شگفتی ھای کاوش جہان: ۲۷۹

۳۔جہان در ۵۰۰ سال آئندہ: ۲۷۹

دورِحاضر کے خلائی سفر میں لاحق خطرات

اب تک ہم نے استعماری حکومتوں کے بے نتیجہ اخراجات کے بارے میں جو کچھ نقل کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اس بات سے آگاہ ہیں کہ ان کی ناتوانی پر آئندہ نسلیں حیران ہوں گی اور بے ساختہ ہنسیں گی۔اب اس اہم ترین نکتہ پر توجہ کریں:

اس زمانے میں چاند تک نہ کہ کہکشاؤں اور ستاروں تک پہنچنے کے لئے خلائی سفر کے اخراجات استعماری حکومتوں کی ناکامی کے عوامل میں سے ایک ہے۔کیونکہ کچھ دیگر امور بھی ہیں کہ جو خلائی سفر میں ان کی شکست کے عامل ہیں۔ان میں ایک دورِحاضر کے خلائی سفر میں لاحق خطرات ہیں۔ظالم اور استعماری حکومتیں اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے کروڑوں انسانوں کی زندگی سے کھیل رہے ہیں۔خلائی سفر میں انجام دیئے جانے والے خطرناک امور اس چیز کے گواہ ہیں کہ وہ دنیا کے لوگوں کی زندگی کو بے معنی سمجھتے اور کروڑوں لوگوں کی زندگی کی اہمیت کو نظر انداز کرتے ہیں۔اس کی مزید وضاحت کے لئے اس بیان پر غور کریں؛

ناسا نے ۱۹۹۷ء میں کاسینی نامی شٹل بتیس کلوگرام پلاٹینیم خلاء میں بھیجی۔ناسا نے اس کے احتمالی خطرات کی بھی تصدیق کی تھی۔اگر کاسینی سفر کے دوران پھٹ جاتی تو دنیا میں پانچ ارب افراد اشعاعوں سے متاثر ہوتے۔پلاٹینیم سرطان کی افزائش کا ایک عامل سمجھا جاتا ہے حتی اگر انسان اس مادہ کے ایٹم کی کچھ مقدار سونگھے تو آنکھ جھپکنے ہی سے اس کی افزائش ہوجاتی ہے۔

''بروس گاگون'' خلاء میں تسلیحات اور ایٹمی توانائی سے مقابلہ کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ فن غیر ضروری ہے اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو یہ بہت بڑی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔کیا ایسے برناموں کو انجام دینا انسانی معاشرے کی خدمت ہے یا خیانت؟

یہ بہت بڑا جرم ہے قابل غور نکتہ یہ ہے کہ انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ اگر فرضاً ان میں کامیابی ہوجائے تو ہم کہکشاں میں مشکل سے کئی ملین ستاروں میں سے صرف دس یا بارہ ستاروں کا سفر کرسکتے ہیں۔

خلائی سفر کا امکان

کائنات کی کشادگی اور خلاء کی وسعت پر غور کرنے سے کہکشاؤں کے سفر کے امکان کا انکار نہیں کر سکتے۔ اگر چہ وہ ہم سے کئی نوری سال کی دوری پر ہیں۔ اس مطلب کی وضاحت کے لئے ایک مقدمہ ذکر کر کے اصل بحث کی طرف آئیں گے۔

کیا علمی روش کے نقطہ نگاہ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اب تک جس انسان کو بھی دیکھا ہے وہ موجودہ صورت میں ہی تھا۔ پس اب تک انسان جس صورت کا مشاہدہ کر رہا ہے اس کے علاوہ کسی اور صورت کا آنا محال ہے؟

البتہ ایسا نہیں کہہ سکتے کہ جب ہمارے مشاہدات اور تجربات دنیا کے ایک حصہ یا ایک زمانے تک منحصر ہوں تو کسی صورت میں بھی ایسا حکم صادر نہیں کر سکتے۔ جابر بن حیان کہتا ہے؛

دنیا میں کسی ایسی موجود مخلوق کا ہونا ممکن ہے کہ جس کا حکم ان چیزوں سے مختلف ہو کہ جنہیں ہم نے اب تک دیکھا ہے یا جن سے اب تک ہم آگاہ ہیں۔ کیونکہ ہم میں سے ہر ایک کے وجود کی بناوٹ ایسی ہے کہ جو تمام موجودات کی شناخت اور ان تک رسائی کی قدرت نہیں رکھتے۔ جابر بن حیان نے مذکورہ نمونہ لا کر اس کلی صورت کی طرف ہماری رہنمائی کر دی۔ کوئی یقین سے یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ غیر مشہور مخلوق بالکل مشہور موجودات و مخلوقات کی مانند ہیں یا جو کچھ ماضی میں موجود تھا یا جو مستقبل میں وجود میں آئے گا، وہ بالکل دور حاضر میں موجود اشیاء کی مانند ہوگا۔ کیونکہ انسان وقت اور احساس کے لحاظ سے ناتوں اور محدود مخلوق ہے۔

اسی طرح یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ کیونکہ دنیا کے آغاز پیدائش کے بارے میں علم نہیں ہے پس دنیا ازلی اور بے آغاز ہے۔ میرے خیال میں جابر بن حیان نے ان عبارات میں تجربی روش کو دقیق ترین ممکن وجہ سے مشخص کیا ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ اگر چہ مشہور موجودات کا حکم غیر مشہور موجودات پر کا کو کرنا درست نہیں ہے۔ لیکن اس چیز کا انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ غیر مشہور اشیاء ہمارے

تجربہ ومشاہدہ میں نہ ہوں۔پس ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

کیونکہ اس سے انسان حس کے محصور میں محدود ہو کر رہ جائے گا کہ جس سے بہت سی ایسی اشیاء کا انکار لازم آئے گا کہ جو یقیناً موجود ہیں۔ایسے لوگ بھی ہیں کہ جنہوں نے ابھی تک مگر مچھ نہیں دیکھا۔پس اگر کوئی ان سے کہے کہ دنیا میں ایک ایسا جانور ہے کہ جو کھاتے وقت اپنا اوپر والا جبڑا ہلاتا ہے، کیا وہ صرف اس بنیاد پر اس حیوان کا انکار کر سکتے ہیں کہ چونکہ انہوں نے ایسا حیوان نہیں دیکھا، لہذا وہ موجود نہیں ہے۔پس کوئی بھی نہ دیکھنے کی بنیاد پر کسی موجود کا انکار نہ کرے بلکہ جب تک اسے اس کے وجود یا عدم پر کوئی دلیل نہ مل جائے تب تک اپنی رائے کے اظہار سے پرہیز کرے۔

اس بناء پر کسی چیز کے نہ ہونے کا حکم اس کے مورد مشاہدہ نہ ہونے یا اس بارے میں کسی خبر کے نہ ہونے کی بناء پر نہیں کرنا چاہیئے اسی طرح جس چیز کے بارے میں دوسروں کی خبروں سے اطلاع حاصل ہوا اور اسے خود مستقیماً مشاہدہ نہ کیا ہو، ایسی چیز کا انکار بھی استدلالی روش میں لاعلمی کو بیان کرتا ہے[1]۔

اس بناء پر اگر چہ چاند اور مریخ کے سفر کو خلاء تسخیر کرنے کا نام نہیں دے سکتے کیونکہ خلاء اور آسمان کی کشادگی کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے خلاء کو تسخیر کرنا قرار نہیں دے سکتے۔جابر بن حیان کے استدلال کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ نہیں کہہ سکتے کہ جس طرح معاصر انسان کسی ایسی چیز تک رسائی حاصل نہیں کر سکا پس کوئی اور مخلوق بھی اس تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی۔جیسا کہ جابر بن حیان نے بھی کہا کہ ایسا استدلال باطل ہے۔

---

[1] تحلیلی از آرای جابر بن حیان: ۵۹

اہلبیت اطہار علیہم السلام کا خلائی سفر

جب لوگ بطلمیوس کی ہیئت اور اس کے نظریئے کے معتقد تھے کہ آسمانوں کا سفر محال ہے، اس زمانے میں بارہا اہلبیتؑ کا خلائی سفر واقع ہوا۔ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام، امام سجاد علیہ السلام اور دوسرے آئمہ اطہار علیہم السلام کے سفر کے کچھ نمونے کئی روایات میں نقل ہوئے ہیں۔ رسول اکرمؐ کی معراج خود ایک خلائی سفر ہے۔ آنحضرت کی معراج پر ہم سب کا عقیدہ ہے۔ لوگوں کے لئے یہ سفر اس زمانے میں نقل ہوئے ہیں کہ جب دنیا پر بطلمیوس کا نظریہ حاکم تھا۔ اس زمانے میں موجود جہالت پر غور کریں تو معلوم ہوگا اس زمانے میں ایسے بہت سے سفر مخفی رکھے گئے۔ اگر اس زمانے میں اہلبیتؑ کے لئے مطلب کو ظاہر کرنا ممکن ہوتا تو ہم تک ایسے اور بہت سے نمونے پہنچتے۔

فرض کریں کہ اگر کسی کو اہلبیت علیہم السلام کے خلائی سفر میں شک ہو تو وہ اس نکتہ پر توجہ کرے کہ خدا کی مشیت یہ ہے کہ ہر زمانے میں اپنی حجت کو اس زمانے میں معمول اور موجود قدرت سے زیادہ قدرت دے۔ اس مشیت کی رو سے یہ واضح ہے کہ جب پوری کائنات میں اصلاح و تکمیل کا زمانہ ہو تو پھر اس کی زیادہ ضرورت کا احساس ہوگا۔ یعنی اگر کوئی تمام دنیا کو تسخیر کرنا چاہے تو وہ دنیا میں موجود اور رائج قدرت سے زیادہ قدرتمند ہونا چاہیئے۔ تاریخ میں کہیں بھی یہ موجود نہیں ہے کہ دنیا میں کسی دانشور نے کسی پیغمبر کو علمی مطالب میں مغلوب کیا ہو۔ اگر خدا نے اپنے رسول اکرمؐ کو شمشیر اور قرآن کے ساتھ بھیجا تو وہ اپنی آخری حجت کو بھی قرآن، برہان اور آنحضرت کے قیام کے زمانے میں رائج قوّت سے زیادہ قدرت کے ساتھ بھیجے گا۔ وہ ایسی قوّت و قدرت ہوگی کہ جو اس زمانے کی تمام قوّتوں کو مغلوب کردے گی۔ اب اس روایت پر غور کریں۔

" قال المتوكل لابن السكيت :سل ابن الرضا مسألة عوصاء بحضرتي ، فسأله فقال :لِمَ بعث اللّه موسى بالعصا و بعث عيسى بابراء الأكمه والأبرص و احياء الموتى،و بعث محمداً بالقرآن والسيف ؟

فقال ابو الحسنؑ :بعث اللّٰه موسیٰؑ بالعصا والید البیضاء فی‌زمان الغالب علی اهله السحر ،فاتاهم من ذالک ماقهر بسحرهم و بهرهم و اثبت الحجّة علیهم.

بعث عیسیٰؑ بابراء الأکمه والأبرص و احیاء الموتی باذن اللّٰه تعالٰی فی‌زمان الغالب علی اهله الطبّ،فاتاهم من ابراء الأکمه والأبرص و احیاء الموتی باذن اللّٰه فقهرهم و بهرهم. و بعث محمداًؐ بالقرآن والسیف فی‌زمان الغالب علی اهله السیف والشعر فاتاهم من القرآن الزاهر والسیف القاهر ما بهر به شعرهم عو بهر سیفهم.....“[1]

متوکل نے ابن سکّیت (جو اس زمانے کا بزرگ دانشور تھا) سے کہا کہ میرے سامنے حضرت امام ہادی علیہ السلام سے ایک مشکل مسئلہ پوچھو۔ابن سکّیت نے امام رضا علیہ السلام سے کہا:

خدا نے کیوں موسیٰ علیہ السلام کو عصا،عیسیٰ علیہ السلام کو اندھوں کو بینائی دینے ،برص کے مریضوں کو شفا اور مردوں کو زندہ کرنے اور محمدؐ کو قرآن کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا؟

امام ہادی علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور سفید ہاتھ کے ساتھ مبعوث کیا کہ جس سے سفید نور طالع ہوتا تھا کیونکہ اس زمانے کے لوگ سحر میں ماہر تھے،موسیٰ علیہ السلام اس قدرت کے ساتھ ان کی طرف گئے تا کہ ان سے سحر کو نابود کریں ،ان پر غالب آئیں اور ان پر دلیل کو ثابت کریں۔عیسیٰ علیہ السلام کو اندھوں کو بینائی دینے ،برص کے مریضوں کو شفا دینے اور مردوں کو خدا کے اذن سے زندہ کرنے کے ساتھ مبعوث کیا کیونکہ اس زمانے کے لوگ طبّ میں غالب تھے۔پس وہ اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفایاب کرنے اور مردوں کو خدا کے اذن سے زندہ کرنے کے ساتھ ان کی طرف گئے تا کہ انہیں مقہور کر کے ان پر غالب آئیں۔حضرت محمدؐ کو قرآن اور شمشیر کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا گیا جب کہ اس

---

[1] بحار الانوار:۵۰/۱۶۵

زمانے کے لوگ شمشیر وشعر میں ماہر تھے۔پس وہ نورانی قرآن اور قاہر شمشیر کے ساتھ ان کی طرف گئے تا کہ ان کے ذریعہ ان کے شعر پر غالب آئے اور اوران کی شمشیر پر کامیاب ہو۔

اس روایت پر توجہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اگر موجودہ زمانہ خلاء اور خلاء کو تسخیر کرنے کا زمانہ کہلاتا ہے تو حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کے پاس جدید خلائی وسائل ہوں گے کہ جن کے سامنے دور حاضر کی خلائی شٹل بے ارزش ہوگی۔

آسمانوں تک رسائی

اہلبیت اطہار علیہم السلام کی حکومت کا تشکیل پانا اور آنحضرت کی عظیم قدرت کا ظہور نہ صرف دنیا کے تمام پاک سیرت لوگوں کو اپنی طرف جلب کرتا ہے بلکہ اس بابرکت باعظمت اور درخشاں دن کے بارے میں بات کرنا بھی انسانوں کے دلوں میں شوق وولولہ پیدا کرتا ہے کہ جلد از جلد وہ بابرکت زمانہ آئے۔ظہور کے زمانے کے حیرت انگیز واقعات میں سے ایک انسان کا آسمانوں تک رسائی خلاء میں پرواز اور دوسرے کرّات پر جانا ہے۔آسمان کی بلندیوں میں پرواز، آسمانی کرّات میں نشست انسان کی دیرینہ خواہش ہے۔جس کے حصول کی متعدد بار کوشش کی گئی اور اس کے لئے بہت سرمایہ بھی خرچ کیا گیا۔آسمانوں تک رسائی ملکی و مادی لحاظ سے تھی اس سے بھی اہم نکتہ تو یہ ہے کہ اس روز انسان نہ صرف ملکی و مادّی لحاظ سے پرواز کرے گا بلکہ ملکوتی اعتبار سے بھی آسمانوں تک دسترس حاصل کرے گا اور ملکوت آسمان کا نظارہ کرے گا۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ کیفیت واہمیت کے لحاظ سے عالم ملک وملکوت ایک دوسرے سے بہت زیادہ متفاوت ہیں۔یعنی عالم ملک کا عالم ملکوت سے مقائسہ نہیں کر سکتے۔عالم ملکوت کی عالم ملک پر برتری اور صالحین کی حکومت میں انسانوں کا عالم ملکوت تک رسائی پر توجہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان ظہور کے بابرکت زمانے میں کس ظاہری ومعنوی عظمت کا مالک ہوگا۔وہ خوش نصیب

ہیں کہ جو زمانہ ظہور کو درک کریں گے اور اس مبارک دن میں زندگی گزاریں گے۔ اسی طرح تاریک زمانے سے پُرنور زمانے میں جانے والے اور شادابی و شادمانی سے سرشار دنیا کا نظارہ کرنے والے بھی خوش نصیب ہیں۔

ظہور کا زمانہ اور خلائی سفر

شب معراج رسول اکرمؐ آسمانوں کی بلندیوں میں گئے اور عرش پر خدا سے ہم کلام ہوئے۔ خداوند کریم نے حضرت مہدی علیہ السلام کے خلائی سفر کے بارے میں رسول اکرمؐ سے کلام کیا۔ نہ صرف آنحضرت کے خلائی سفر بلکہ واحد عالمی حکومت، قیامت تک اس کے تداوم پوری کائنات میں رونما ہونے والے عظیم تحولات اور دشمنوں کے وجود سے دنیا کے پاک ہونے کی خبر دی۔ ہم یہاں ایسی ہی کچھ روایات پیش کرنے کے بعد اس بارے میں اہم ترین نکتہ بیان کرتے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا:

" **فقلت :يا ربّ هئولاء اوصيائي بعدي ؟فنوديت يا محمد؛ هئولاء اوليائي و احبّا ئي و اسفيائي،و حججي بعدک علي بريّتي،وهم اوصيائک و خلفاؤک و خير خلقي بعدک و عزّتي و جلالي لأظهرنّ بهم ديني،ولأعلينّ بهم كلمتي ولأطهرنّ الارض بآخرهم من اعدائي،وللأُملّكنّه مشارق الارض و مغاربها،ولاسخرنّ له الرّياح ، ولاذلّلنّ له السحاب الصعاب ،ولا رقينّه في الاسباب،ولانصرنّه بجندي،ولا ملّنّه بملائكتي،حتى يعلن دعوتي،ويجمع الخلق علي توحيدى،ثمّ لاديمنّ ملكه ،ولأداولنّ الايّام بين أوليائي الى يوم القيامة**"[1]

میں نے کہا! اے پروردگار وہ میرے بعد میرے اوصیاء ہیں؟

۱۔ بحار الانوار ۵۲/۳۱۲

پس میں نے ندا سنی: اے محمد! وہ میرے اولیاء میرے دوست میرا برگزیدہ اور آپ اور آپ کی امت پر میری حجت ہیں اور وہ تمہارے اوصیاء تمہارے جانشین اور تمہارے بعد میری بہترین مخلوق ہیں۔ میری عزّت اور میرے جلال کی قسم، یقیناً میں اپنے دین کو ان کے وسیلہ سے ظاہر کروں گا اور اپنے کلمہ کو ان کے وسیلہ سے برتر کروں گا۔ یقیناً ان میں سے آخری کے ذریعہ زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک کروں گا۔ حتماً اسے زمین کے مشرق و مغرب کا مالک بناؤں گا۔ ہواؤں کو اس کے لئے مسخر کروں گا۔ سخت بادلوں کو اس کے تابع کروں گا۔ اسے وسائل میں اوپر لے جاؤں گا۔ یقیناً اپنے لشکر سے اس کی نصرت کروں گا۔ اپنے ملائکہ کے ذریعہ اس کی مدد کروں گا تا کہ وہ میری دعوت کو آشکار کرے۔ سب لوگوں کو توحید و یکتا پرستی پر جمع کرے گا۔ پھر اس کے ملک کو پائیدار بنا کر ایام کو قیامت تک کے لئے اپنے دوستوں میں قرار دوں گا۔

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ اس روایت میں مہم مطالب کے بارے میں بات ہوئی ہے۔ اس روایت میں آئمہ اطہار علیہم السلام کی عظمت، ان کی فضیلت و برتری، ان کے ذریعہ دین اسلام کے ظاہر ہونے، ان میں سے آخری کے ذریعہ زمین کو دشمنوں سے پاک کرنے، خدا کے لشکر، ہواؤں کی تسخیر تمام مخلوق کا خدا کی توحید و یکتا پرست کے معتقد ہونے، واحد عالمی حکومت اور قیامت تک اس کے قائم رہنے کے بارے میں بیان ہوا ہے۔

روایت میں موجود نکات

اس روایت میں ایسے نکات موجود ہیں کہ جن پر دقت و تأمل سے بعض اہم نکات حاصل کر سکتے ہیں۔

۱۔ روایت میں یہ جملہ کہ خدا نے فرمایا: "**لاسخّرنّ له الرياح ولذلّلنّ له السحاب الصعاب، ولا رقّينّه في الاسباب**"

یہ اس نکتہ کی دلیل ہے کہ آنحضرتؐ کا آسمانوں کی طرف صعود کرنا جسمانی ہے جیسا کہ حضرت محمد

مصطفیٰؐ کی معراج جسمانی تھی ۔یعنی آنحضرتؐ کا آسمانوں پر جانا قالب مثالی سے نہیں ہے ۔جیسا کہ آسمانوں کی بلندیوں میں صعود سے مقصود بھی روحانی صعود نہیں ہے کیونکہ اگر آنحضرت کا آسمانوں پر جانا روحانی صعود ہوتا یا قالب مثالی کی صورت میں ہوتا تو پھر سحاب صعاب یا اسباب کی ضرورت نہ ہوتی ۔کیونکہ روح یا قالب مثالی کے آسمانوں کی طرف جانے کے لئے کسی خلائی وسیلہ سے استفادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔

۲۔اس روایت سے دوسرا حاصل ہونے والا نکتہ یہ ہے کہ اگر آنحضرتؐ آسمانوں کی طرف جسمانی صعود کا ارادہ کریں تو اس کے لئے بھی خلائی اسباب و وسائل کی ضرورت نہیں ہے ۔بلکہ وہ ظاہری وسیلہ یا برّاق (جو رسول اکرمؐ سے مخصوص تھا) سے استفادہ کئے بغیر بھی جا سکتے ہیں ۔روایت میں اسباب و وسائل سے تعبیر ہونا اس چیز کی دلیل ہے کہ آنحضرتؐ کا آسمانوں میں جانا کسی انحصاری یا ظاہری وسیلہ (جیسے برّاق) میں منحصر نہیں ہے ۔اس بناء پر وسیلہ کے تعدد اور لفظ اسباب کے جمع ہونے سے اسباب اور وسائل اس چیز میں ظہور رکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کسی انحصاری وسیلہ (جیسے برّاق) سے استفادہ نہیں کریں گے ۔مورد توجہ یہ ہے کہ سحاب صعاب اور سخت بادل بھی جمع کی صورت میں بیان کئے گئے ہیں ۔

۳:اس روایت سے یہ نکتہ بھی استفادہ کرتے ہیں کہ ظہور کے زمانے میں خلاء اور آسمان پر جانے کے لئے مختلف ذرائع ہوں گے کہ جن سے استفادہ کیا جائے گا ۔اس روایت میں تین طرح سے تصریح ہوئی ہے ۔

الف: لاسخّرنّ له الریاح :

ہواؤں کو یقیناً اس سے تسخیر کریں گے ۔قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کی عظیم بساط کے بارے میں بھی بیان ہوا ہے کہ ہوائیں ان کی بساط کو آسمان پر لے جاتیں ۔ہواؤں اور شدید طوفان کی قدرت بہت حیرت انگیز ہے ان کی تسخیر سے مراد انہیں اپنے اختیار میں رکھنا اور ان پر مکمل

قابو ہونا ہے۔ ہمارے زمانے میں دانشور نیز طوفان کو روک سکے ہیں لیکن قرآن کریم کی آیات کی بناء پر حضرت سلیمان علیہ السلام ایسے کام کرنے کی قدرت رکھتے تھے۔ حضرت مہدی علیہ السلام (جو کہ ہر چیز پر ولایت رکھتے ہیں) ان پر قابو پا کر ان کے منفی آثار کو برطرف کرنے کے علاوہ انہیں تسخیر کرنے اور ان پر تسلط پا کر ان سے مثبت استفادہ بھی کریں گے۔

ب۔ ولذلّلنّ له السحاب الصعاب:

یقیناً سحاب صعاب اور سخت بادلوں کو ان کے تابع کروں گا۔ ہواؤں کے علاوہ نوری بادلوں اور ان کی حیرت انگیز قدرت کا ہونا واضح ہے۔

ج۔ ولا رقيّنه في الاسباب:

حتماً وسائل میں اسے اوپر لے جاؤں گا۔ قابل توجہ یہ ہے کہ اس جملہ میں "فی" سے استفادہ کیا گیا ہے جس کا یہ معنی ہے کہ آنحضرت خلائی وسائل میں جائیں گے اگر اسباب سے مراد سحاب صعاب ہوتا تو بھی کلمہ "علی" استعمال کیا جاتا۔ کیونکہ بادلوں پر سواری کی جاتی ہے نہ کہ بادلوں میں۔

۴۔ روایت میں موجود دیگر فراوان نکات کے علاوہ اس اہم نکتہ پر بھی غور کریں کہ خداوند کریم اس حدیث قدسی میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھانے کے بعد رسول اکرمؐ کے لئے بیان کرنے والے تمام مطالب کو "لام اور نون" کے ساتھ تاکید کیا ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس روایت میں جن واقعات کی تصریح ہوئی ہے جیسے آنحضرتؐ کا خلائی ذرائع سے آسمانوں پر جانا...

ان تمام واقعات کا ظہور کے زمانے میں واقع ہونا سو فیصد یقینی ہے۔ جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۵: روایت سے ایک اور بہترین نکتہ استفادہ کیا جاتا ہے کہ تمام صعاب بادلوں کا تسخیر ہونا اور خلائی وسائل فقط آنحضرتؐ کے ذاتی استعمال کے لئے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ وسائل فراوان ہوں گے جو اس چیز کی دلیل ہے کہ اصحاب وانصار اور آنحضرتؐ کے محبّ بھی ان سے استفادہ کریں گے۔ جیسا

کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام اپنے اصحاب جیسے سلمان علیہ السلام کو آسمانوں پر لے گئے اور آسمانوں پر ان کا صعود اس حد تک تھا کہ جہاں سے زمین اخروٹ کے برابر دکھائی دے رہی تھی۔[1]

یہ بھی واضح ہے کہ ان کا آسمانوں کی طرف صعود کرنے کا فاصلہ چاند اور زمین کے درمیان فاصلہ سے زیادہ ہوگا۔یعنی وہ چاند سے بہت دور آسمانوں میں صعود کریں گے۔کیونکہ چاند زمین سے بہت چھوٹا ہے لیکن اس کے باوجود وہ اخروٹ سے بڑا دکھائی دیتا ہے۔پس ان کا زمین تک فاصلہ چاند اور زمین کے مابین موجود فاصلے سے بہت زیادہ ہے۔

۶۔ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس سے یوں نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی آفاقی حکومت پوری کائنات پر ایک عالمی عادل حکومت ہے۔کیونکہ خداوند متعال پہلے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ زمین کا مشرق و مغرب ظہور کے زمانے میں آنحضرتؑ کے زیر تسلط اور تحت ولایت قرار دیا جائے گا اور اس کے بعد مختلف ذرائع سے خلائی سفر کو بیان فرمایا ہے۔اس بناء پر ظہور کے زمانے میں ملکوت آسمانی کے علاوہ اس روز مُلک و مادّی لحاظ بھی سب کچھ آنحضرتؑ کے اختیار میں ہوگا۔

۷۔اس روایت سے استفادہ کیا جانے والا اہم نکتہ یہ ہے کہ آسمانوں اور خلاء کی کشادگی اور کائنات کے نظام خلقت کی عظمت کے لئے روایت میں لفظ اسباب السماوات استعمال کیا گیا ہے یہ اس چیز کی محکم دلیل ہے کہ اس زمانے میں آسمان کی بلندیوں کو طے کرنے والے خلائی وسائل کی سرعت نور سے زیادہ ہونی چاہیئے۔پس اسباب السماوات (آسمان کی بلندیوں کو طے کرنے والے وسائل) کی تعبیر، نور سے زیادہ خلائی ذرائع کے وجود کو ثابت کرتی ہے۔یعنی جو مکان جاذبہ مادہ اور زمان کی محدودیت میں مقید نہ ہو، یہ خود خلائی ترقی کا بنیادی اصول ہے۔

۱۔اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے افراد بھی آنحضرتؑ کی بساط پہ بیٹھے اور وہ ہواؤں کو حکم دیتے کہ ان کی بساط کو تمام افراد کے ساتھ ہوا میں اوپر لے جائے۔یہ واقعہ قرآن میں بیان ہوا ہے۔

آسمانی مخلوقات سے آشنائی

آسمانی موجودات ومخلوقات سے آشنائی خلائی سفر کا لازمہ ہے۔کیونکہ آسمانوں میں بھی مخلوقات زندگی گزار رہی ہیں۔آئمہ اطہار علیہم السلام نے اپنے فرامین میں کہکشاؤں میں موجود آسمانی مخلوقات کے بارے میں بتایا ہے۔ان روایات میں سے ایک یہ ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

" قال امیر المؤ منین :لهذه النجوم الّتي في السماء مدائن مثل المدائن الّتي في الارض"[1]

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: آسمانوں میں موجود ستاروں کے لئے شہر ہیں،جیسا کہ زمین پر شہر موجود ہیں۔

یہ روایت واضح طور پر یہ حقیقت بتا رہی ہے کہ آسمان میں موجود فراوان ستاروں میں بھی آسمانی موجودات ومخلوقات زندگی گزار رہی ہیں۔جس طرح انسان نے زمین پر شہر بنا رکھے ہیں،اسی طرح وہاں بھی شہر اور عمارتیں ہیں۔

دوسری روایت میں ابوبصیر کہتا ہے:

" سألته عن السماوات السبع،فقال :سبع سماوات ليس منها سماء الّا و فيها خلق،و بينها و بين الاخرى خلق حتى ينتهي الى السابعة ؛

قلت:والارض

قال:سبع منهنّ خمس فيهنّ خلق من خلق الربّ،واثنتان هواء ليس فيهما شيء "[2]

۱۔بحار الانوار:۹۱/۵۸

۲۔بحار الانوار:۹۷/۵۸

میں نے امام صادق علیہ السلام سے سات آسمانوں کے بارے میں پوچھا تو امامؑ نے فرمایا: سات آسمان ہیں کہ جن کے درمیان کوئی آسمان نہیں ہے، مگر یہ کہ اس میں کوئی مخلوق نہ ہو اور اس آسمان اور دیگر آسمان کے درمیان مخلوقات موجود ہیں۔ یہاں تک کہ یہ ساتویں آسمان پر منتہی ہو۔

میں نے پوچھا کہ زمین کیسی ہے؟

فرمایا: زمین بھی سات ہیں جن میں سے پانچ میں مخلوقات رہتی ہیں۔ دوسری دو میں ہوا ہے اور ان دونوں میں کوئی چیز موجود نہیں ہے۔

دنیا اپنے وسائل کی بہت تبلیغات کرتی ہے اور ہمیشہ تکامل و ترقی کا دم بھرتی ہے۔ لیکن ابھی تک کوئی ایسا وسیلہ موجود نہیں ہے کہ جس کی رفتار نور سے زیادہ ہو۔ اگر فرض کریں کہ ایسا کوئی وسیلہ حاصل ہو جائے تو بھی دوسرے کرّات تک پہنچنے کے لئے کیا کرنا ہوگا کہ جو ہم سے کروڑوں نوری سال کی دوری پر واقع ہیں۔ اس کے لئے کروڑوں سال کی زندگی درکار ہوگی۔ یہ خود اس چیز کی واضح دلیل ہے کہ دور دراز کے کرّات اور خلاء میں سفر کرنے کے لئے مافوق مادہ قدرت درکار ہے۔ یہ سب ایسے نکات ہیں کہ جن کی طرف خاندان عصمت وطہارت علیہم السلام نے کئی صدیاں پہلے اشارہ کیا تھا۔

مافوق مادّہ قدرت سے استفادہ

قرآنی آیات اور خاندان نبوت علیہم السلام سے ہم تک پہنچنے والی روایات میں متعدد موارد میں مافوق مادّہ قدرت کے بارے میں بات کی گئی ہے۔ یعنی قرآن و روایات کے اعتبار سے نہ صرف مافوق مادّہ قدرت سے استفادہ کرنا ممکن ہے، بلکہ یہ متعدد موارد میں واقع بھی ہوا ہے۔ جو عملی صورت میں انجام پایا ہے۔

رسول اکرمؐ اور اہلبیت اطہار علیہم السلام نے لوگوں کے لئے جو غیر معمولی اور پیشرفتہ برنامہ اجراء کئے ہیں، ان میں صرف مافوق مادّہ قدرت سے استفادہ کرنے کی بات نہیں کی گئی بلکہ معاشرے

کے لئے اس کے وقوع کو بھی بیان کیا ہے۔

قرآن میں ایسے عالی نکات موجود ہیں کہ جن میں سے ایک مافوق مادّہ قدرت سے استفادہ بلکہ اس کا وقوع بھی ہے۔گزشتہ زمانے میں مافوق مادّہ قدرت سے استفادہ کیا جاتا تھا،قرآن مجید نے اس کے متعدد نمونے پیش کئے ہیں۔

خاندان عصمت وطہارت علیہم السلام سے ہم تک پہنچنے والی بہت سی روایات میں بھی ان کی تصریح ہوئی ہے۔ظہور کے زمانے میں انسانی معاشرہ فکری ومعنوی تکامل سے بہرمند ہوگا۔اس زمانے میں مافوق مادّہ قدرت سے فائدہ اٹھانا اپنی اوج پر ہوگا۔ظہور کا زمانہ مافوق مادّہ قدرتوں سے مستفید ہونے کا زمانہ ہے۔

وَالسَّلام

دعائے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف

یہ دعا حضرت امام مہدیؑ کے وجود مبارک سے روایت ہوئی ہے:

أَللّٰهَمَّ ارْزُقْنَا تَوْفِيْقَ الطَّاعَةِ وَ بُعْدَ الْمَعْصِيَةِ وَ صِدْقَ النِّيَّةِ وَ عِرْفَانَ الْحُرْمَةِ وَ اَكْرِمْنَا بِالْهُدىٰ وَالْاِسْتِقَامَةِ وَ سَدِّدْ اَلْسِنَتِنَا بِالصَّوَابِ وَالْحِكْمَةِ وَامْلَأْ قُلُوْبَنَا بِالْعِلْمِ وَالْمَعْرِفَةِ وَ طَهِّرْ بُطُوْنَنَا مِنَ الْحَرَامِ وَالشُّبْهَةِ وَاكْفُفْ اَيْدِيَنَا عَنِ الظُّلْمِ وَالسَّرِقَةِ، وَاغْضُضْ اَبْصَارَنَا عَنِ الْفُجُوْرِ وَالْخِيَانَةِ، وَاسْدُدْ اَسْمَاعَنَا عَنِ اللَّغْوِ وَالْغِيْبَةِ وَ تَفَضَّلْ عَلىٰ عُلَمَائِنَا بِالزُّهْدِ وَالنَّصِيْحَةِ وَ عَلَى الْمُتَعَلِّمِيْنَ بِالْجُهْدِ وَ الرَّغْبَةِ وَ عَلَى الْمُسْتَمِعِيْنَ بِالْاِتِّبَاعِ وَالْمَوْعِظَةِ وَعَلىٰ مَرْضَى الْمُسْلِمِيْنَ بِالشِّفَاءِ وَالرَّاحَةِ وَ عَلىٰ مَوْتَاهُمْ بِالرَّأْفَةِ وَالرَّحْمَةِ، وَ عَلىٰ مَشَايِخِنَا بِالْوِقَارِ وَالسَّكِيْنَةِ ،وَ عَلَى الشَّبَابِ بِالْاِنَابَةِ وَالتَّوْبَةِ ،وَ عَلَى النِّسَاءِ بِالْحَيَاءِ وَالْعِفَّةِ ،وَ عَلَى الْاَغْنِيَاءِ بِالتَّوَاضُعِ وَالسَّعَةِ ،وَ عَلَى الْفُقَرَاءِ بِالصَّبْرِ وَالْقَنَاعَةِ ،وَعَلَى الْغُزَاةِ بِالنَّصْرِ وَالْغَلَبَةِ،وَ عَلَى الْاُسَرَاءِ بِالْخَلَاصِ وَالرَّاحَةِ، وَ عَلَى الْاُمَرَاءِ بِالْعَدْلِ وَالشَّفَقَةِ ،وَعَلَى الرَّعِيَّةِ بِالْاِنْصَافِ وَ حُسْنِ السِّيْرَةِ وَ بَارِكْ لِلْحُجَّاجِ وَالزُّوَّارِ فِي الزَّادِ وَالنَّفَقَةِ، وَاقْضِ مَا اَوْجَبْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِفَضْلِكَ وَ رَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.(۱)

۱: منتخب صحیفہ مہدیہ: ۲۳۶

فہرست مطالب

انتساب ۵
حرف مترجم ۷
پیشگفتار ۹

پہلا باب: عدالت

عدالت پیغمبروں کا ارمان ۲۵
معاشرے میں عدالت یا عادلانہ معاشرہ؟ ۲۶
عصرِ ظہور میں عدالت ۲۷
عدالت کی وسعت ۲۸
دنیا کی واحد عادل حکومت ۲۹
عدالت کا ایک نمونہ ۳۳
ہر طرف عدالت کا بول بالا ہوگا ۳۲
حیوانات فرمانبردار ہوں گے ۳۵
حیوانات پر مکمل اختیار ۴۰
الیکٹرک پاور سے بڑی قوّت ۴۳
ایک اہم سوال اور اس کا جواب ۴۵

حضرت بقیۃ اللہ الاعظم علیہ السلام کا تابناک نور ۴۵
حیوانات کی زندگی پر تحقیق ۴۶

دوسرا باب: قضاوت

قضاوت کے بارے بحث ۵۱
آغاز ظہور میں قضاوت اپنی اوج پر ۵۲
ظن وگمان کی بنیاد پر قضاوت ۵۴
قضاوت میں فہم وفراست ۵۶
قضات، امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے قضاوت سیکھیں ۵۶
حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام ۶۲
بحث روائی ۶۴
قضاوت اہلبیت علیہم السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام ۶۵
امام مہدی علیہ السلام کے فیصلے ۶۷
زمانِ ظہور میں امام عصر علیہ السلام کے قاضیوں کے فیصلے ۷۳
بحث کے اہم نکات ۷۵

تیسرا باب: اقتصادی ترقی

ظہور کے زمانے میں اقتصادی ترقی ۸۱
کنٹرول کی قدرت ۸۵
دنیا میں، ۸۰۰ ملین سے زائد بھوکے ۸۸
نعمتوں سے سرشار دنیا ۹۲

زمانِ ظہور میں برکت ۹۴
دنیا کے روشن مستقبل کے بارے میں رسول اکرمؐ کی بشارت ۹۶
دنیا میں خوشیاں ہی خوشیاں ۹۸
شرمساری ۱۰۰

چوتھا باب: بیماریوں کا خاتمہ

بیماریوں کا خاتمہ ۱۰۵
قوّت وطاقت کا دوبارہ ملنا ۱۰۷
انسان بیماریوں کا خاتمہ کرنے سے عاجز ۱۰۹

پانچواں باب: عقلی تکامل

عقلی تکامل ۱۱۷
وجود انسان میں بدلاؤ ضروری ہے ۱۱۸
امام مہدی علیہ السلام اور عقلی تکامل ۱۲۰
اتحاد ویگانگت سے سرشار ۱۲۲
عصر ظہور میں تکامل عقل کی وجہ سے ناپسندیدہ صفات پر غلبہ ۱۲۴
عالم غیب سے ارتباط ۱۲۸
غیب کا مظہر کامل ۱۲۹
مرحوم سید بحر العلومؒ کی زندگی کے کچھ اہم واقعات ۱۲۹
علامات ونشانیاں ۱۳۲
ایک عام انسان اور حیرت انگیز دماغ ۱۳۳

اسے یہ قدرت کیسے حاصل ہوئی؟ ۱۳۴
کسی انجان چیز کا اس کے دماغ میں بدلاؤ ایجاد کرنا ۱۳۵
کسی انجان قوّت کا اس کے دماغ کو مطلع کرنا ۱۳۷
بے زبانوں سے گفتگو ۱۳۸
ریڈار کے نام سے پروگرام ۱۳۸
عقل کی آزادی ۱۴۰
سالم فطرت کی طرف لوٹنا ۱۴۲
کیا ظہور سے پہلے عقلی تکامل کا حصول ممکن ہے؟ ۱۴۳
کیا یہ عقیدہ صحیح ہے؟ ۱۴۳
دماغ کی قوّت وطاقت ۱۴۴
غیر معمولی حافظہ دماغ کی عظیم قدرت کی دلیل ۱۴۶
دماغ کا مافوق فطرت، قدرت سے رابطہ ۱۴۸
جدید علم کی نظر میں عقلی تکامل ۱۵۰
عقلی تکامل اور ارادہ ۱۵۰

چھٹا باب: معنوی تکامل

معنوی تکامل ۱۵۵
انسان کا معنوی و مادّی پہلو ۱۵۶
ہماری ذمہ داریاں ۱۵۸
تکامل کی دعوتِ عام ۱۵۹

امر عظیم ۱۶۲
امر عظیم کیا ہے؟ ۱۶۴
معارف الٰہی ۱۶۷
زبان رسول اکرمؐ سے زمانہ ظہور کے لوگ ۱۶۸
محسوس اور غیر محسوس دنیا پر حکومت ۱۷۰
عالم ملک و عالم ملکوت ۱۷۱
وہ کس طرح عالم ملکوت سے غافل تھے؟ ۱۷۲
عالم ملکوت تک رسائی یا زمانہ ملکوت کی خصوصیات ۱۷۳
اہم نکتہ یا احساس ظہور ۱۷۵
غیرت مندوں سے خطاب ۱۷۶
زمانۂ ظہور اطمینان کا زمانہ ۱۷۷
عصر ظہور، عصر حضور ۱۷۹

ساتواں باب: تکامل علم و فرہنگ

عصر ظہور یا عصر تکامل علم و فرہنگ ۱۸۲
خاندان نبوت علیہم السلام کی نظر میں مستقبل میں علمی ترقی ۱۸۴
روایت کے اہم نکات ۱۸۵
روایت کی تحلیل ۱۸۸
پیغمبروں کے زمانے سے اب تک مشترکہ پہلو ۱۸۹
حصول علم کے دیگر ذرائع ۱۹۳
زمانہ ظہور میں حیرت انگیز تبدیلیاں ۱۹۵

خاندانِ اہلبیت علیہم السلام کا علم ۱۹۵
علوم کے حصول میں امام مہدی علیہ السلام کی راہنمائی ۱۹۹
حصولِ علم میں حضورِ امام مہدی علیہ السلام کے اثرات ۲۰۱
زمانۂ ظہور کی ایجادات ۲۰۳
اس بارے میں زیارت آلِ یٰسٓ کے بعد دعا سے درس ۲۰۵
واحد عالمی حکومت ۲۱۰
ظہور یا نقطۂ آغاز ۲۱۰
دین یعنی حیات اور صحیح وترقی یافتہ تمدّن ۲۱۰
صحیح اور جدید ٹیکنالوجی فقط دین کے زیرِ سایہ ممکن ہے ۲۱۴
موجود ایجادات میں نقص ۲۱۳
عصرِ ظہور میں قدرت کے حصول کی تحلیل ۲۱۶
روایت میں تفکر ۲۲۰
موجودہ صنعت پر ایک نظر ۲۲۶
زمانۂ ظہور اور موجودہ ایجادات کا انجام ۲۳۰
مضر ایجادات کی نابودی ۲۳۰
علم دنیا کی رہبری نہیں کرسکتا ۲۳۱
دنیا کا مستقبل اور عالمی جنگ ۲۳۳
ایٹم کے علاوہ دوسری منفی اور مضر ایجادات ۲۳۷
پہلی قسم کی ایجادات ۲۳۶
دوسری قسم کی ایجادات ۲۳۹

جنگی آلات سے بے نیازی ۲۳۹
تیسری قسم کی ایجادات ۲۴۰
مغرب کی تبلیغات ۲۴۱
کس کی پیروی کریں؟ ۲۴۲
ارسطو، کپر نیک اور بطلمیوس کی خطائیں ۲۴۴
پوزیدونیوس کا اشتباہ ۲۴۵
ارشمیدس کا اشتباہ ۲۴۵
اینگلون کی غلطی ۲۴۶
آئن اسٹائن کی خطا ۲۴۶
آئن اسٹائن کا دوسرا اشتباہ ۲۴۷
آئن اسٹائن کا ایک اور واقعہ ۲۴۹
علم و دانش سوداگروں کا آلہ کار ۲۵۰
علم کی محدودیت ۲۵۰
علم دنیا کی مشکلات حل نہیں کرسکتا ۲۵۱

آٹھواں باب: خلائی سفر

خلائی سفر ۲۵۷
کرۂ زمین ایک قدرت کے ماتحت ۲۵۸
کہکشاں ۲۵۹
دنیا میں تمدّن ۲۶۱
دور حاضر میں خلائی سفر ۲۶۳

دورِ حاضر کے خلائی سفر میں لاحق خطرات ۲۶۵
خلائی سفر کا امکان ۲۶۶
اہلبیت اطہار علیہم السلام کا خلائی سفر ۲۶۸
آسمانوں تک رسائی ۲۷۰
ظہور کا زمانہ اور خلائی سفر ۲۷۱
روایت میں موجود نکات ۲۷۲
آسمانی مخلوقات سے آشنائی ۲۷۶
مافوق مادّہ قدرت سے استفادہ ۲۷۷
دعائے امام زمانہ (عج) ۲۷۹
فہرست مطالب ۲۸۱

.....